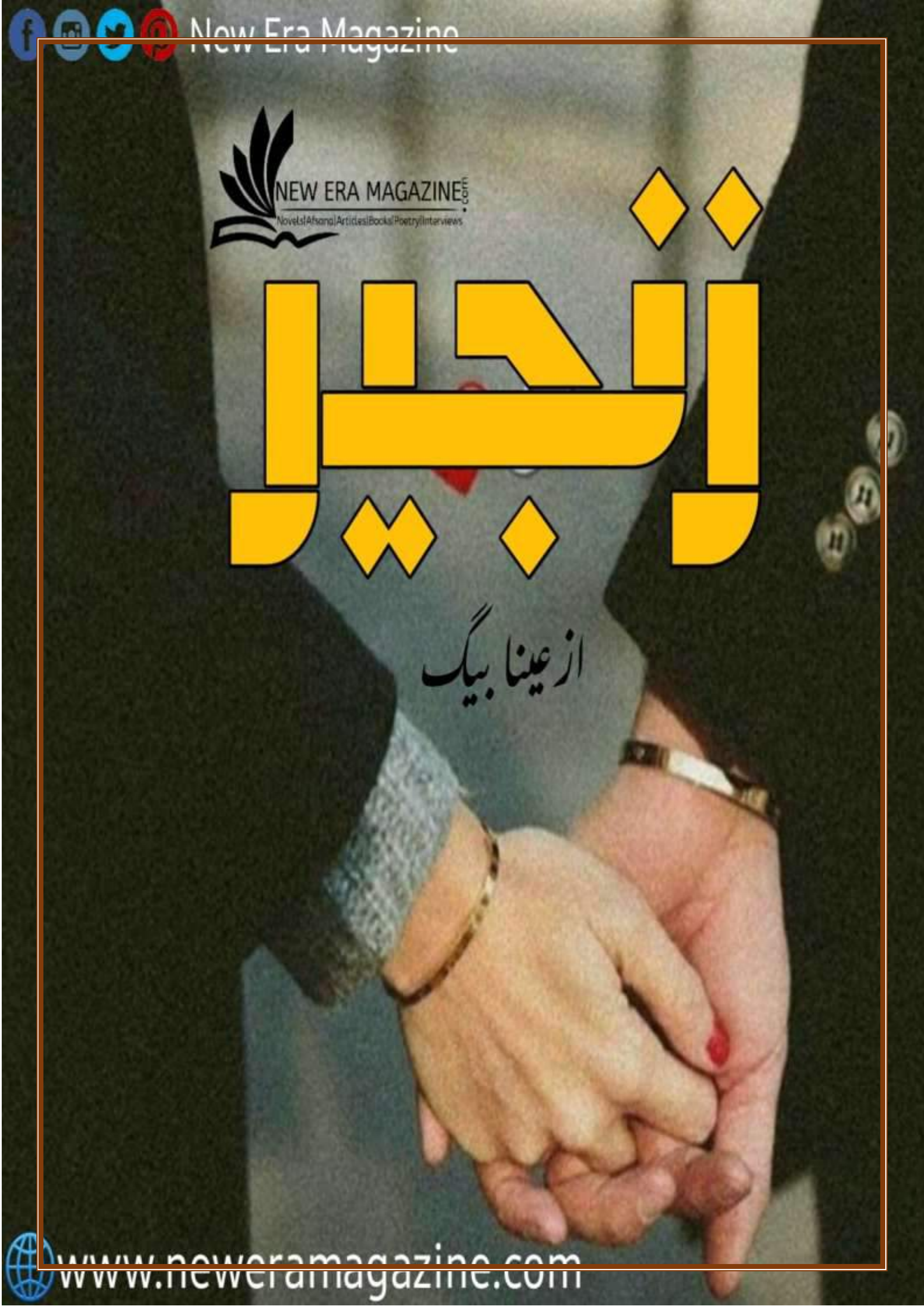
New Era Magazine
NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews
زنجیر
از عینا بیگ
www.neweramagazine.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(مکمل ناول)

زنجیر

از قلم عینا بیگ

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشاءاللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

یہ کہانی ہے حویلی کے رسم ورواج کی اوران رسموں کی زد میں آئی لڑکیوں کی۔قید وبند کی۔ ظلم وستم کی۔رسم ورواج کی پابندی سے ہونے والے نقصان زندگیاں برباد کرنے کا تجربہ رکھتی ہے۔جو حق اسلام نے عورت کو دیئے ہیں وہ حق اس سے چھیننا قطعی بہادری نہیں ہوتی۔

****

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سرد دنوں کی سرمئی شام! راتیں لمبی اور دن چھوٹے ہو رہے تھے۔ کھلی کھڑکی سے ہوتے ہوئے ہوا اس کی لٹوں کو چھیڑ رہی تھی۔ چہرہ کھڑکی کی سمت تھا اور ہاتھ میں پکڑے صفحے کو لئے وہ پر جوش کھڑی تھی۔ ڈوپٹہ مسہری پر رکھا ہوا تھا اور بال چٹیا میں قید تھے البتہ کچھ آوارہ لٹیں شرارتی ہوا کی نظر تھیں۔

"یہ سوال بھی میں نے ٹھیک کیا تھا۔ واہ! مزہ آگیا صالحہ۔ پرچہ تو تیرا ابڑا زبردست ہوا ہے امید ہے نمبر بھی اچھے آجائیں ورنہ تو آگے کیسے پڑے گی؟ نہیں نہیں صالحہ کو ابھی بہت پڑھنا ہے۔ کوئی آفسران تو ضرور بن جاؤں گی"۔ ارد گرد سے بیگانی وہ اپنی ہی کہی جا رہی تھی۔

وہ اس حویلی میں نئی تو نہیں تھی۔ تو کیا وہ نہیں جانتی تھی اس حویلی کی لڑکیوں کے خواب صرف ٹوٹنے کے لئے ہی ہوتے ہیں؟۔

کمرے میں خاموشی پھیلی تو اسے گھنٹی کی آواز آئی۔ کوئی دوسرے کمرے سے گھنٹی بجا رہا تھا۔ وہ جانتی تھی کون ہے اس لئے سب چھوڑ چھاڑ کر چادر سر پر پہن کر پورے وجود کو ڈھانپ کر بھاگتی ہوئی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ گھنٹی کی آواز میں تیزی آئی۔ وہ جو کوئی بھی تھا اب تیزی سے گھنٹی بجا رہا تھا۔ وہ اوپری منزل کے سب سے کونے والے کمرے کے دروازے کے سامنے کھڑی ہوئی۔ گھنٹی کی آواز اندر سے آرہی تھی۔ صالحہ نے

ارد گرد نظریں دوڑائیں کہ کہیں اسے کوئی دیکھ تو نہیں رہا۔اوپری منزل ویران ہی رہا کرتی تھی۔اس نے کمرے کے باہر لٹکے جالوں کو دیکھااور گہری سانس لیتی اندر بڑھی۔ اندھیرے میں ڈوبا کمرہ صبح کے وقت بھی وحشتوں سے بھرا ہوا تھا۔اندر کھڑکی کی طرف کھڑا ہوا وجود مڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ساکت نظریں صالحہ کے وجود پر اٹک گئیں۔ اس ساکت کھڑے وجود کے لبوں پر تب تک مسکراہٹ نہیں آئی جب تک صالحہ نے مسکرا اسے نہ دیکھا۔

صالحہ مدھم سی مسکراہٹ لبوں پر لائی۔

وہ شوق سے نہیں مسکراتی تھی۔بلکہ اس لئے مسکراتی تھی کہ اسے دیکھ کر وہ ٹھہرا وجود بھی مسکرا اٹھتا تھا۔اس کے بکھرے بالوں پر نظر پڑی تو صالحہ سر جھٹکتی گرد میں لپٹی سنگھار میز کی طرف بڑھی۔وہ سنگھار میز کہلانے کے قابل ہی نہیں تھی۔بلکہ اس بوسیدہ سی لکڑیوں کو سنگھار میز کہنا سنگھار میز کی گستاخی کرنے کے مترادف تھا۔دراز جھٹکے سے کھولی تو دھول اڑی۔صالحہ نے ڈوپٹہ ناک پر رکھا۔اندر رکھا ٹوٹا کنگھا تھامے وہ اس کے قریب آئی۔ہاتھ تھام کر نرمی سے بستر پر بٹھایا۔اس کے بکھرے بال کھولے اور برابر میں رکھا ٹیپ چلا دیا۔

"کوئی دل سے پوچھے

کیاحشر ہوا ہے روح کا

یاخدا یہ تیرے بشر

ظلم ہیں ڈھاتے ہم پر بہت

سانسیں بھی بے وجہ لے لیں

تو جرمانہ ہے اس پر بھی "

دھیمی آواز پر اس کے بالوں پر ہلکے ہاتھ پھیرتی کنگھی کے ساتھ ساتھ وہ ٹیپ سے نکلتی آواز کے ساتھ دھیما گنگنا رہی تھی۔سفید کپڑوں میں لپٹے وجود نے ہاتھ میں رکھی بیل ہاتھ بڑھا کر میز پر رکھی۔اسے اب گھنٹی کی ضرورت نہیں تھی۔اس کے پاس صالحہ تھی اور یہ گھنٹی بھی اسی کی دی ہوئی تھی۔

----------------------------------------*

"ہم زمینوں سے ہو آئیں ہیں دا جی"۔سفید کرتا شلوار پہنے شرٹ نفاست سے پیچھے سے اٹھا کر وہ صوفے پر بیٹھا۔

"اچھا بے! ہمیں جانے سے قبل خبر کر دیا کرو!"۔وہ اپنا مخصوص سگار کا دھواں ہوا میں چھوڑتے ہوئے بولے۔

"جو آپ کا حکم!"۔ وہ احتراماً بولا۔

اس حویلی کے مرداوران کی پر کشش چہرے! اپنا مقام رکھتے تھے۔

"شرجیل اس گھر کی عورتوں کو ہوش دلاؤ۔ لگتا ہے وہ کھانا پیش کرنا بھول گئی ہیں اس حویلی کی مکینوں کو"۔ دا جی نے طنز کر کے منہ دوسری جانب پھیرا۔

"دا جی میں دیکھتا ہوں"۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"ایک گلاس پانی بجھواؤ کسی ملازم کے ہاتھوں!"۔ نخوت سے کہتے ہوئے ایک حکم اور دیا گیا۔

"جی دا جی"۔ وہ دیوار پر لگی سونے کی گھڑی کو دیکھتے ہوئے باہر نکل آیا۔

"شمیلہ چچی کھانا لگوادیں ورنہ یہ حویلی دا جی کی چیخوں کی آوازوں سے گونجے گی"۔ کچن میں موجود چچی کو اس نے خبردار کیا۔

"ہائے اوئے اتنی دیر کیسے ہو گئی۔ کہاں مر گئے یہ تمام باورچی"۔ وہ ماتھے پر ہاتھ مارتی ہوئی باہر نکلیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interview

"کہاں مر گئے ہو جاؤ ناشتہ لگاؤ میز پر۔۔۔ورنہ سب کی آج ہی چھٹی کردوں گی میں"۔

ساڑھی کا پلو صحیح سے ارد گرد پھیلاتیں وہ اب ان پر غصہ کر رہی تھیں۔

"آہستہ آواز رکھیں چچی! حویلی کی عورتیں ذرا سا اونچا بولیں یہاں کے مردوں کو سخت ناپسند ہے"۔سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔

"اس حویلی کے مرد اوران کی پسند". وہ نخوت سے بڑبڑاتی رہ گئیں۔

----------------------------------*

"کیا کر رہی ہے میری گڑیا؟"۔اس کی ناک دباتے ہوئے وہ اسے پھر سے تنگ کرنے آگیا تھا۔

"بھائی میری ناک تو چھوڑیں"۔وہ اس کا ہاتھ اپنی ناک سے دور کرتے ہوئے بولی۔

"چلو اچھا چھوڑ دیتے ہیں اب بتاؤ کیا کر رہی ہو؟"۔ایک ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر اب وہ اس کے بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔

"اسائمنٹ"۔وہ منہ بسور کر رونے والی شکل بنا کر بولی۔اسے اس کی صورت پر ڈھیر سارا پیار آیا۔اس کا ہاتھ اپنے لبوں سے لگا کر چھوڑا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"لاؤمیں بنادوں تمہاراا اسائنمنٹ !"۔اس نے سامنے رکھا لیپ ٹاپ اٹھالیا۔

"وجدان بھائی آپ آفس سے تھک کر آئے ہیں۔لائیں مجھے دیں میں کرلوں گی۔آپ آرام کریں"۔اس نے لیپ ٹاپ لینے کی کوشش کی۔

"وجدان قریشی اپنی بہن کے لئے قربان بھی ہو سکتا ہے! یہ تو بہت چھوٹی سی چیز ہے"۔اب وہ لیپ ٹاپ کو گود میں رکھے اس کا اسائنمنٹ دیکھ رہا تھا۔وہ مسکراتے ہوئے اس کے گلے لگ گئی۔

"مگر وجیہہ قریشی کو اپنے بھائی کا خیال ہے اور وہ چاہتی ہے کہ اس کا بھائی آرام کرے"۔وجدان نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"مگر اب وجدان قریشی اس کمرے سے تب تک نہیں ملنے والا جب تک وہ اپنی گڑیا کا کام مکمل نہ کرلے"۔

وجیہہ نے ہنس کر وجدان کے گال کھینچ ڈالے۔

"ٹھیک ہے پھر میں اب سونے لیٹ رہی ہوں"۔وہ انگڑائی لیتے ہوئے بولی۔

"سو جاؤتا کہ صبح یونیورسٹی فریش فریش جاسکو"۔وہ اس کا گال تھپک کر بولا اور لیپ ٹاپ اٹھاکر سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔وجیہہ نے برابر سے چادر اٹھائی اور سونے لیٹ گئی۔

وجدان صوفے پر بیٹھ کر ساری رات جاگنے والا تھا۔

------------------------------------*

"میرا نام صالحہ کبیر بٹ ہے اور میں اس حویلی کی ایک خوبصورت۔۔۔نہیں نہیں۔۔۔بہت خوبصورت۔۔بلکہ مہاخوبصورت لڑکی ہوں"۔ہاتھ میں صفحہ تھامے وہ ایک بار پھر پر جوش تھی۔سورج آہستگی سے ابھر رہا تھا۔بستر پر سوتی ثریا کسمسائی۔

"صالحہ اب تو بخش دو!اب کون سی تقریر کر رہی ہو؟"۔ثریا بیزاری سے بولی۔

"جی تو ناظرین یہ ہے ثریا بانو اور یہ میرے ویر کے ساتھ منسوب ہے!بد قسمتی سے یہ میری مستقبل کی بھابھی ہے"۔

اب موضوع "ثریا نامہ "شروع ہو چکا تھا۔

ثریا نے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔

"افوہو بس کر دو یار! پوری رات نیند میں بھی یہی سب کرتی رہی ہو۔نہ تو سوتے میں چین ہے اور جاگے میں تو ہلاکو خان بنی پھرتی ہو! کہتی ہوں فردوس چچی کو کہ اپنی دھی کو سمجھائیں"۔

"خاموش رہو لڑکی! اگر اتنا ہی مجھ سے مسئلہ ہے تو اپنے کمرے میں کیوں نہیں سوئی؟"۔صالحہ نے اسے گھورا۔

"تم جانتی ہو میرے کمرے میں کل رات جنگلوں سے الو گھس آیا تھا"۔جواباً گھورا گیا۔

"اوہو تو کسی مرد کو بلوا کر نکلوا لیتی"۔صالحہ نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"مشورہ تو ایسے دے رہی ہو جیسے تم جانتی نہیں کہ رات کے وقت مردوں کے کمروں میں انہیں بلانے جانا بھی منع ہے صالحہ کبیر بٹ!"۔اس نے صالحہ کو باور کروایا۔

"افوہو کیا فضول بات ہے نا؟ بھلے سے کچھ ہو جائے مگر رات کے وقت مردوں کے کمروں میں مدد مانگنے نہیں جا سکتے، چاہے وہ مرد اس کا باپ، بھائی ہی کیوں نہ ہو!"۔ صالحہ چڑ سی گئی۔

"کسی کے سامنے مت کہہ دینا ایسا! تمہاری لاش برآمدے میں لٹکا دیں گے! حویلی والے لاش کتوں کے لئے بھی نہیں چھوڑتے"۔ وہ جمائی لیتے ہوئے پھر سے لیٹ گئی

"اور ہاں! اب خدارا کوئی تقریر نہ کرنا!"۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اگر تمہارے کمرے میں الو گھس آیا تھا تو کیا تمہیں صرف میرا ہی کمرہ دکھا تھا ثریا بانو! اس حویلی میں کتنے کمرے خالی بھی ہیں اور اس کمرے سے بڑے بھی ہیں!"۔ اس نے ہاتھ میں پکڑا صفحہ جھٹکا دے کر پھینک دیا۔

"مجھے رات کے اندھیرے میں تمہارا ہی کمرہ نظر آیا" وہ لحاف منہ تک ڈال چکی تھی۔

"ویر کو بتاؤں گی اسکی منگیتر کو اپنی نند کے کمرے میں آنے کا بہت شوق ہے"۔ وہ اسے گھورتے ہوئے بولی تو لحاف میں چھپی ثریا کے گال دہکنے لگے۔ ہاں یہ احساس بھی بے حد خوبصورت تھا۔

-------------------------------------*

وجیہہ یونیورسٹی جانے کے لئے اٹھی تو صوفے پر سوتے وجدان پر نظر پڑی۔وہ کام کام کرتے کرتے یہیں سو گیا تھا۔اسے دکھ کے ساتھ ساتھ اس پر پیار بھی آیا۔

"بھائی آپ میرے بستر پر سو جائیں! میں ویسے بھی اب تیار ہونے جا رہی ہوں"۔بازو اور گالوں پر آہستہ سے تھپک کر اسے اٹھانے لگی۔

"ہمم۔۔ہاں؟ صبح ہو گئی کیا؟ اتنی جلدی؟"۔وہ اٹھ کر کمرے میں پھیلی روشنی کو آنکھوں کو چندھیا کر دیکھ رہا تھا۔

"جی بھائی! آئیں بیڈ پر سو جائیں!"۔وہ اسے سہارہ دے کر اٹھانے لگی۔

"نہیں نہیں تمہیں یونیورسٹی چھوڑنا ہو گا اور پھر ایک گھنٹے بعد مجھے بھی نکلنا ہے آفس"۔وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"بھائی آپ ڈرائیور کیوں نہیں رکھ لیتے؟ ہمیں تو کوئی پیسوں کا مسئلہ ہی نہیں! گھر میں اتنی ملازمائیں ہیں تو ایک ڈرائیور کیوں نہیں؟ روز پریشانی پالتے ہیں۔مجھے چھوڑنا پھر گھر آ کر ناشتہ کر کے خود تیار ہوتے ہیں اور پھر آفس اتنا دور ہے ڈرائیو کرتے کرتے تھک جاتے ہیں! پھر چھٹی کے وقت بھی مجھے پِک کر کے گھر ڈراپ کرنا اور پھر خود

آفس بھاگنا! اوپر سے کمپنی کے مالک ہیں تو ذمہ داریاں بھی بہت ہیں! میرے لئے ڈرائیور رکھوالیں تاکہ وہ روز مجھے چھوڑ دیا کرے"۔اس سے روز یوں بھائی کو اتنا کام کرتے دیکھا نہیں جاتا تھا۔اس لئے اس نے تجویز پیش کی۔

"میں تمہارے معاملے میں کسی پر بھی اعتبار نہیں کر سکتا۔کسی غیر مرد کو پیچھے نہیں چھوڑ سکتا۔پورا دن گھر میں نہیں ہوتا میں! اس لئے کسی غیر مرد کو بھی نہیں رکھ سکتا تمہاری حفاظت کے لئے! یہ ہمیشہ یاد رکھنا اپنوں کے سوا کوئی اپنا نہیں ہوتا! اور مجھے کوئی پریشانی اور تھکن نہیں ہوتی! تمہیں البتہ ضرور ہو جاتی ہو گی! اس لئے کہتا ہوں تمام کام نبٹا کر جلدی سو جایا کرو گڑیا! اور ہاں میں نے تمہارا اسائنمنٹ بنا دیا ہے۔ سمبٹ کرا دینا۔تم تیار ہو جاؤ میں فریش ہو کر آتا ہوں"۔اس کا گال کھینچتے ہوئے وہ مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔وجیہہ بھی کھل کر مسکرائی۔بھائی بھی ایک نعمت ہے! اللہ نے ماں باپ لے لئے مگر بھائی کا ساتھ دیا تھا۔بھائی اتنا اچھا ہو تو ماں باپ کی کمی محسوس نہیں ہوتی! وہ محبت سے اس کو جاتا دیکھ رہی تھی۔

--------------------------------------*

"ویییییمیییر"۔وہ سیڑھیاں تیزی سے اترتے ہوئے حیدر کو بلند آوازیں لگا رہی تھی۔

"حیدر ویراں!"۔ڈوپٹہ سر سے کھسک کر کندھے پر آگیا۔

"صالحہ!"۔ تیز گرجدار آواز سے وہ سہم اٹھی۔یہ دھاڑ دا.جی کے کمرے سے آئی تھی۔ اس کی سانسیں اٹک گئیں۔اس نے جلد سے ڈوپٹہ سر پر ڈالا۔

"ادھر آؤ"۔ایک اور دھاڑتی آواز اس کا دل ہولا گئی۔دا.جی اپنے کمرے میں اسے بلا رہے تھے۔آس پاس کھڑے لوگ بھی خاموش ہو گئے۔

وہ ڈرتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔لال بھبھوکا چہرہ لئے وہ اسے خونخوار نظروں سے گھور رہے تھے۔

"اس حویلی میں کسی عورت کی آواز بلند ہونا سختی سے منع ہے!کاٹ کر پھینک دیں گے ہم!"۔وہ اتنی زور سے دھاڑے کہ صالحہ کانپ اٹھی۔آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"ایک آنسو بھی نہیں نکلنا چاہیئے آنکھ سے!اس حویلی کی عورتوں پر رونا بھی حرام ہے"۔ایک اور دھاڑ پر وہ جلدی جلدی آنکھیں صاف کرنے لگی۔

NEW ERA MAGAZINE .com

"کہتاہوں میں کبیر سے کہ اپنی دھی کی زبان کو لگام دے ورنہ جو حال تیری پھپھو کا کیا تھا تیرا ابھی کر دیں گے ہم"۔وہ دھمکی آمیز لہجے میں بولے۔اسے پھپھو کی حالت یاد آئی تو ضبط کرنا مشکل ہو گیا۔آنسو آنکھوں کی دہلیز پر آ کھڑے ہوئے۔

"ہماری ہی غلطی ہے جو تم عورتوں کو بارھویں تک پڑھنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ بارھویں پڑھ کر تم عورتوں کے اندر بغاوت جاگ جاتی ہے! اب اس حویلی کی کوئی لڑکی دسویں سے زیادہ نہیں پڑھے گی! یہ ہمارا حکم ہے! اور جسے نہیں منظور وہ ہمارے سامنے یہ بات کرے! اگر حویلی کی کسی عورت کی آواز ذرا بھی بلند ہوئی تو وہ انجام کی خود ذمہ دار ہو گی! حویلی کی رسموں کے خلاف اگر کوئی جائے گا تو ہم سے برا کوئی نہیں ہو گا۔اور ہم اپنی بات سے پھرتے نہیں"۔داجی کی آنکھیں خون اگل رہی تھیں۔اسے لگا کہ وہ تھوڑا وقت اور کھڑی رہی تو روح جسم سے علیحدہ ہو جائے گی۔

"سمجھ آئی؟"۔لہجے میں بلا کی سختی تھی۔

"جی۔۔داجی"۔وہ ہکلائی۔

"دفع ہو جاؤ"۔اتنی زور سے چلانے پر انہیں کھانسی ہونے لگی۔ہاتھ بڑھا کر پانی کا گلاس تھاما اور لبوں سے لگایا۔وہ آنسو پونچھتے باہر نکلنے لگی۔اندر آتے حیدر کو دیکھ کر وہ لمحہ بھر کو رکی تھی۔حیدر نے اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تھے تو دل چیر سا گیا تھا۔وہ لمحہ

www.neweramagazine.com

بھر کو ہی رکی تھی صرف! پھر آنکھیں رگڑتے وہاں سے چلی گئی۔ وہاں کھڑے حیدر کو اس کے لئے افسوس ہوا تھا۔ صالحہ کو ابھی اور دکھ سہنا تھا۔ اسے حویلی والوں کے لئے ایک مثال قائم کرنی تھی۔ ایسی مثال جسے داجی آئندہ کی آنے والی نسلوں کو دے کر دھمکیاں دیں گے! جیسے آج افشاں پھپھی اور فضیلہ باجی کی مثال دے کر حویلی کی عورتوں کو دھمکاتے ہیں۔ صالحہ کو قطعی علم نہ تھا کہ اس کی زندگی کا دوسرا رخ کوئی اور نہیں بلکہ اس کا بھائی حیدر ویراں ہی دکھانے والا تھا۔

*---

--*

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہیلو حاد؟"۔

"وجیہہ؟ ہاں!"۔ مقابل شخص کی آواز موبائل سے ابھری۔

"تم شہر نہیں آئے؟"۔ وہ خفگی سے بولی۔

"نہیں! یہاں کام بہت ہے۔ اس اتوار کو آنے کو پوری کوشش ہے!"۔

"تمہاری پڑھائی کا بھی حرج ہو رہا ہے!"۔

"جانتاہوں جیا! زمینوں پر ہوں ابھی۔آج جمعہ ہے تو اتوار کو آؤ گا شہر! پھر انشاءاللہ پیر کو یونیورسٹی میں ہی ملیں گے! ایک ہفتہ ہو گیا اور تمہیں دیکھا بھی نہیں!"۔لہجے میں اداسی صاف سنی جاسکتی تھی۔

"ہاں لیکن تمہیں میری فکر نہیں! تم حویلی والے ایسے ہی ہوتے ہو!"وہ خفا ہوئی۔

"ہائے ہم نے کیا کر دیا اب؟"۔حادنے الزام پر دہائی دی۔

"تو اور کیا؟ایسا نہ ہو تمہارے بزرگ تمہاری شادی کروادیں زبردستی اور میں یہاں یوں ہی رہ جاؤں"۔وہ نظریں پھیر کر بولی۔

"ایسا نہیں ہو سکتا کبھی! یہ جیا کا حاد صرف اس کا ہی رہے گا!"۔اس نے مسکرا کر اپنی محبت کا یقین دلایا۔جیا موڈ خراب ہونے کے باوجود بھی مسکرادی۔ایک یقین سا تھا اس پر! بس یہ یقین ٹوٹے نہ ورنہ دل ٹوٹ جائے گا۔

----------------------------------*

"میں آگے پڑھنا چاہتی ہوں اماں! یوں نہ کریں"۔وہ ماں کے پاؤں میں بیٹھی گڑگڑا رہی تھی۔

"تجھے ہر بار حویلی کی اصول کیوں یاد دلانا پڑتے ہیں؟ یہاں عورت زیادہ نہیں پڑھ سکتی! تیری وجہ سے کل باقی لڑکیوں کی شامت آگئی! داجی نے گیارھوی اور بارھوی بھی منع کردی۔ شکر کر میری دھی تو نے بارھوی تک توپڑھ لیا۔ ورنہ یہاں کی عورتیں زیادہ پڑھ جائیں تو وہ باغی ہو جاتی ہیں! ایسی تعلیم کا کیا فائدہ جو اس حویلی کی کڑیوں کو پھر سے جاہل بنادے؟"۔ ساڑھی کا پلو سنبھالتے ہوئے انہوں نے اس کا ہاتھ اپنے پاؤں سے دور کیا۔

"اماں ویراں بھی توپڑھتا ہے شہر کی یونیورسٹی میں! ہم کیوں نہیں اماں؟"آنسو بے جا بہنے لگے۔

"ہش۔۔ ہششش مردوں کے ساتھ اپنا موازنہ مت کر! یہاں کی عورتوں کا پلو سر سے کھسک جائے تو اس کی سزا بھی منعقد ہے اور یہاں کے مرد باہر جا کر کچھ بھی کرتے پھریں کوئی فرق نہیں پڑتا! سمجھ آئی ہے تجھے؟ اب کچھ مت بول جا یہاں سے"۔ اماں ڈوپٹہ گھونگھٹ کے انداز میں ڈالنے لگیں۔

"اماں میں نے بھی ویراں کے ساتھ اس کی یونیورسٹی میں پڑھنا ہے!"۔ وہ ہاتھ جوڑ کر بلکنے لگی تھی۔

"دیکھ اگر تجھے شہر جا کر یونیورسٹی دیکھنی ہے تو تجھے حیدر کے ساتھ بجھوا دوں گی! تو دیکھ آنا شہر بھی، مگر پڑھنے کا شوشہ آئندہ مت چھوڑنا ورنا یہاں کی رسموں کی زد میں آجائے گی! مرد جتنا بھی پڑھ لے اسے زمینیں ہی سنبھالنی ہے! داجی جانتے ہیں ان کے اندر بغاوت نہیں پیدا ہو گی! اب جا چل یہاں سے ورنہ تمہارا باپ آجائے گا۔ تو جانتی ہے نا یہاں کے مردوں کو؟ اور افشاں کے کمرے سے روز گزرا کر تجھے عبرت حاصل ہو گئی۔ اب جا دفع ہو صالحہ! یہاں داجی کی مرضی چلتی ہے! یہاں کی رسموں کو توڑنے کی کوشش مت کرنا! جا یہاں سے اب ایسا نہ ہو کوئی دیکھ لے ہمیں یہ گفتگو کرتے ہوئے!"

وہ روتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آنسو پونچھ صالحہ! حویلی کی عورتیں روتی نہیں!"۔ صالحہ نے اپنی ماں کو دیکھا تھا۔

اس کا دل چاہا چیخ پڑے کہ یہاں کی عورتیں انسان نہیں کیا؟ وہ اپنے اوپر ہوتے ظلم پر رو بھی نہیں سکتیں؟

مگر وہ خاموشی سے دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ ایک اور امید تھی اس کے پاس !

ارحم شبیر بٹ! اس کا تایا کا بیٹا۔

--------------------------------------------*

وہ سر پر ڈوپٹہ لپیٹتی تیزی سے زینے اتر رہی تھی۔

"شمیلہ چچی وہ ارحم صاحب کہاں ہیں؟"۔شمیلہ سیڑھیاں چڑھ رہی تھیں تو ان سے پوچھ لیا۔

"وہ تو زمینوں پر ہے ابھی! شام تک آئے گا شاید"۔

صالحہ کا چہرہ مرجھا گیا۔

"کیا ہوا صالحہ دھی؟ اتنی پریشان کیوں ہو؟"اس کو پریشان دیکھ کر وہ چونکی۔

"نہیں چچی بس ویسے ہی"۔

"تجھے اس سے بات کرنی تھی؟"۔

"ہاں باورچی خانے کے لئے ذرا سامان منگوانا تھا۔ملازم کو بولا ہے لسٹ بنا کر دے دے۔میں ارحم صاحب کو دے دوں گی وہ باہر ملازم سے منگوا لے گا!"۔اس نے جھوٹ بول دیا۔شمیلہ چچی نے اسے غور سے دیکھا تھا اور مسکرا اوپر چلی گئی تھیں۔وہ حویلی کے تمام نوجوانوں کو ویراں بولا کرتی تھی اور ارحم شبیر بٹ کو صرف ارحم

صاحب! ایسے میں وہ اس کے دل کا حال جانتی تھیں۔ پیچھے کھڑی صالحہ اداس ہو گئی۔
اب اس سے ملاقات رات میں ہو سکتی تھی! جب حویلی والے سو جائیں گے۔

-----------------------------------------*

"اسلام علیکم بھائی"۔ وہ گاڑی میں بیٹھتی ہوئی بولی۔

"وعلیکم سلام گڑیا! دن کیسا گزرا؟"۔ وہ گاڑی بڑھاتے ہوئے بولا۔

" گزر گیا! اور پتا ہے کیا اسائنمنٹ بھی سمبٹ ہو گیا۔ آپ نے بہت اچھا بنایا تھا بھائی"۔
وہ وجدان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر گویا اسے سراہا رہی تھی۔ وہ ہنس پڑا۔

"یہ تو اچھا ہو گیا!"۔

"ہاں جی!"۔ وہ مسکرائی۔ "بھائی وہ دیکھیں گول گپے والا" تھوڑی دیر بعد اسے کچھ
دور گول گپے والا نظر آیا تھا۔

"کھانے ہیں؟ "

"ہاں جی "

"رک جاؤ گاڑی سائیڈ ہر کھڑے کرنے دو"۔ اس نے سائیڈ پر گاڑی روکی۔

"بہت سارے لائیے گا!"۔ وہ چہک کر بولی۔

"ہاں پوری ریڑھی لے آتا ہوں"۔وجدان نے اسے گھورا۔

"سچ میں؟؟؟ "

"اوئے نہیں! زیادہ نہیں لا رہا طبیعت بگڑ جائے گی ورنہ" وجیہہ کو گھورتا وہ باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد دو تھیلے اس کی گود میں لا کر رکھے۔

"تھینک کیو بھائی"۔وہ تھیلوں کو کھول کھول کر دیکھنے لگی.

"گھر میں کھانا تیار بنا ہوا ہو گا۔پہلے کھانا کھا لینا پھر یہ الم غلم!"۔

"یہ الم غلم نہیں ہے" وہ چڑ کر بولی۔

"یہ صحت کے لئے بھی اچھا نہیں ہے"۔

گاڑی گھر کے سامنے روکی۔گاڑی سے اتر کر وہ اس کے ساتھ ہی اندر چلا گیا۔ایک گلاس پانی لبوں سے لگا کر اب وہ خود کو بہتر محسوس کر رہا تھا۔

"میں جا رہا ہوں اللہ حافظ! اپنا خیال رکھنا"۔ کہتا ساتھ باہر نکل گیا۔

*--

--*

وہ سیڑھیاں چڑھ کر کمرے میں جا رہا تھا۔گھڑی رات کے دو بجا رہی تھی۔

"ہششش ہششش۔۔ارحم صاحب ادھر"۔آواز کس کر اسے اپنی جانب متوجہ کروایا۔

"ہمم ہاں؟کیا آپ سوئی نہیں؟"۔ارد گرد نظریں دوڑائیں کہ کہیں کوئی دیکھ نہ رہا ہو۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے"۔ہاتھوں کی انگلیاں مڑوڑتے ہوئے وہ بے بسی سے بول رہی تھی۔

اس نے صالحہ کے چہرے کا جائزہ لیا۔

"ٹھیک ہے!دا جی سو رہے ہیں؟"۔وہ مان گیا۔

"جی وہ تو دس بجے ہی سو جاتے ہیں"اس نے دا جی کی کمرے کی طرف دیکھ کر بتایا۔

"باہر باغ میں آجاؤ"۔وہ باہر کی جانب مڑ گیا۔صالحہ سر ڈھکتی اس کے پیچھے پیچھے جانے لگی۔

"ہاں کیا ہوا صالحہ؟آپ پریشان کیوں ہیں؟مجھے پتا ہے آپ کس لئے پریشان ہیں!ہم دونوں کے لئے نا؟دیکھیں اب تو سب ٹھیک ہو گیا ہے!یہاں وٹہ سٹہ کا رواج ہے اور اب میری بہن آپ کے حیدر ویر کی منگیتر ہے!اس طرح وٹہ سٹہ سے ہماری بھی شادی ہو جائے گی۔میں تو بہت خوش ہوں"۔وہ اس سے کچھ دور ہو کر کھڑا تھا۔حویلی

کے مرد اور عورت کے درمیان چھ قدم کا فاصلہ ہونا ضروری تھا اگر وہ میاں بیوی نہ ہوں تو !

"نہیں ارحم صاحب! مجھے اس بات کی پریشانی نہیں ہے۔میں پڑھنا چاہتی ہوں جیسے ویر اور باقی مرد پڑھ رہے ہیں! دا جی نے منع کر دیا ہے مگر میں پڑھنا چاہتی ہوں"۔

"تو پڑھ کر کیا کریں گی آپ صالحہ؟ جب آپ کی شادی ہم سے ہی ہونی ہے۔ویسے بھی آپ عورتیں زیادہ پڑھ کر باغی ہو جاتی ہیں۔دا جی نے ٹھیک ہی منع کر دیا۔میں بھی یہی سب چاہتا تھا مگر آپ کی وجہ سے کچھ نہ بولا"۔

"کیا بغاوت آ جائے گی ارحم صاحب؟اور آپ مردوں کو بھی تو اجازت ہے نا پڑھنے کی!"وہ گھٹی گھٹی سی آواز میں بول رہی تھی۔

"فضیلہ باجی اور افشاں کا یاد نہیں آپ کو؟ "

"فضیلہ باجی تعلیم سے باغی نہیں ہوئی تھیں بلکہ انہوں نے صرف بارھویں پاس کیا ہے اور افشاں پھپھو تو۔۔۔"وہ تو حقیقت میں کسی بھی چیز سے باغی نہیں ہوئی تھیں۔ وہ ان کا حق تھا۔وہ حق جو اسلام نے بھی دیا تھا۔

"بارھویں پڑھ کر ہی اتنی ہمت آگئی تھی اور جہاں تک بات افشاں پھپھو کی ہے صالحہ ! توآپ جانتی ہیں. جب یہاں کے مردوں کو نہیں پسند ان کی عورتوں کا باہر جانا یا ذیادہ پڑھنا تو کرتے کیوں ہیں آپ لوگ ایسا؟ میں خاموش ہوں صالحہ تو صرف آپ کی وجہ سے !"۔

"تو کیا آپ کی بھی رضامندی نہیں ہے ؟ مجھے لگا تھا ابھی نہیں مگر آپ سے شادی کے بعد آپ مجھے اجازت دے دیں گے "۔وہ اسے باقی مردوں سے تھوڑا مختلف سمجھی تھی مگر یہ کیسے بھول گئی وہ اس حویلی کا ہی مرد ہے۔اسے ان جیسا ہی ہونا ہے !

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"جی نہیں ! میری رضامندی نہیں ہے۔ویسے بھی آپ کو پڑھ کر کرنا کیا ہے ؟ جب شادی کے بعد چولہا سنبھالنا ہے، شوہر کی خدمت کرنی ہے تو پڑھنے کا کیا فائدہ ؟ میں نہیں چاہتا کہ افشاں پھپھو کی طرح کوئی بغاوت جنم لے آپ کے اندر ! اور ہاں بغاوت جنم لے بھی لے تو اس حویلی کے مردوں کو کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا۔عورتیں کچھ بھی کر لیں مگر چلنی حویلی کے مردوں کی ہی ہے۔اب دیکھیں مثال کے طور پر اگر آپ باغی ہو جاتی ہیں اور اس گھر کے رسموں کے خلاف جاتی ہیں تو کوئی آپ کی نہیں سنے گا۔شادی آپ کی مجھ سے ہی ہو گی کیونکہ میری بہن آپ کے بھائی کی منگیتر ہے۔

وٹہ سٹہ ہوتا ہے اور اس طرح آپ کو میرا ہی ہونا پڑے گا!"۔سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے وہ اسے خبر دار کر رہا تھا یا سمجھا رہا تھا صالحہ یہ خود نہ جان سکی۔اس نے سوچا تھا وہ اس کا ساتھ دے گا۔

"تو کیا مرد باغی نہیں ہوتے؟پہلے حویلی کے مرد بارھویں تک پڑھتے تھے مگر پھر فرقان چاچو نے بھی بغاوت کی اور آگے بھی پڑھنے کی ضد کی تھی۔فرقان چاچو کو پڑھنے کی اجازت کیوں دی ارحم صاحب؟"۔وہ اس کی آنکھوں میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔عورتیں سر جھکا کر بات کرتی تھیں تو وہ بھی زمین کو یک ٹک گھور رہی تھی۔

"آپ اپنا موازنہ مردوں سے مت کریں!ہم مرد ہیں!"۔اکڑ سے بتایا جیسے صالحہ کو معلوم نہیں۔"ہم کچھ بھی کرلیں ہم نے زمینیں ہی سنبھالنی ہے۔یہ وراثت ہم مردوں کی ہی ہے!ہم آپ لوگوں کی طرح باغی ہو کر کم از کم یہاں کی رسموں سے نہیں منہ موڑتے!ہم حویلی چھوڑنے کی ضد نہیں کرتے اور ہم چھوڑ کر بھی کیوں جائیں؟یہ وراثت،یہ زمینیں ہمارے لئے کافی ہے۔آپ لوگ کے اندر جب بھی بغاوت جنم لیتی ہے!آپ لوگ سب سے پہلے حویلی کی رسموں اور حویلی سے دور ہونے کا سوچتے ہیں!معاف کیجئے گا مگر آپ کو لگتا ہے میں اس سب میں آپ کی مدد

کروں گا تو آپ کی غلط فہمی ہے۔میں آپ سے محبت کرتا ہوں جبھی کچھ نہیں کر سکتا۔ رات بہت ہو گئی ہے۔اندر چلیں کیونکہ پیچھے جنگل ہونے کی وجہ سے الو‌ؤں کے آنے کا خطرہ ہوتا ہے"۔سپاٹ اور تلخ لہجے میں کہتا ہوا وہ اندر چلا گیا۔وہ جان گئی تھی کہ وہ اس کی اس خواہش کا احترام نہیں کر سکتا ہے۔سب راستے ختم ہو چکے تھے۔وہ آگے بڑھ چکا تھا اور وہ پیچھے اپنی سسکیاں روک رہی تھی۔آواز کوئی سن نہ لے اس لئے منہ ہر ہاتھ رکھ لیا۔آنسو تھے کہ رکنے کے نام نہیں لے رہے تھے۔وہ بھاگتی ہوئی اندر چلی گئی کہ اگر کسی نے دیکھ لیا تو اچھا نہیں ہو گا۔

-------------------------------------*

صبح کا سورج طلوع ہوتے ہی کچن میں ناشتہ کی خوشبو پھیل گئی تھی۔

"دا جی ناشتہ لگا دیا ہے"۔روبی نے جھکی نظروں اور آہستہ آواز میں اطلاع دی۔

"آرہا ہوں دھی! تو جا"۔جواب دے کر پانی کا گلاس لبوں سے لگایا۔روبی اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کچن میں چلی گئی۔

"کیا کوئی آج زمینوں پر گیا ہے؟"۔ناشتہ کی میز پر بیٹھتے ہوئے دا جی نے پوچھا۔ایک رعب تھا جو ان کے لہجے کو اور خوفناک بناتا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہم ناشتہ کے بعد جائیں گے بعد داجی"۔شاہ زل نے کہتے ہوئے لسّی سے بھرا گلاس منہ کو لگایا۔داجی نے اثبات میں سر ہلایا۔

ہر طرح کے لوازمات میز پر سجے تھے۔

"افشاں کو کھانا پہنچھا دیا؟"۔انہوں سمیعہ تائی کی طرف دیکھا تو سمیعہ تائی نے گڑ بڑا کر شجر اور صالحہ دیکھا۔کچن سے آتی صالحہ نے ہاتھ میں تھامی ٹرے کی جانب اشارہ کیا۔

"داجی ہم وہیں جا رہے ہیں"۔صالحہ نے شجر کو اشارہ کیا تو شجر بھی ساتھ آ گئی۔افشاں کے کمرے کا دروازہ دھیرے سے کھول کر دونوں اندر آ گئے۔اس کمرے میں کوئی بتی بھی نہیں تھی البتہ پنکھا تھا جس کی رفتار آہستہ تھی۔کھڑکی سے باہر جھانکتی عورت پلٹی۔

"پھپھو۔یہ ناشتہ لائے ہیں ہم"۔شجر نے اطلاع دی۔اس عورت نے ان دونوں کو دیکھا اور بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔پرہیزی کھانا ان کے سامنے بیڈ پر رکھ کر صالحہ ان کے تاثرات کا جائزہ لینے لگی۔

"کھالیں گی نا کھانا؟میں کھلا دوں آپ کو؟"۔صالحہ نے اس عورت کے قریب آ کر اس کا ہاتھ پیار سے پکڑا۔افشاں نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا اور اشارہ دیا کہ وہ کھا لے گی کھانا۔

وہ عورت کوئی زیادہ بڑی نہیں تھی۔لگ بھگ پینتس سال کی بے حد خوبصورت تھی۔

"کسی چیز کی ضرورت پیش آئے گی تو کیا کریں گی؟"۔

اس عورت نے برابر میں پڑی گھنٹی اٹھا کر اسے ادھر ادھر ہلایا جس سے وہ بج اٹھی۔

"بلکل۔۔فوراً بجادے گا۔میں آجاؤں گی افشاں پھپھو"۔

اس کی بات پر وہ عورت پھیکا سا مسکرا اور اس کے گال کر چھو کر پیار کرنے لگی۔شجر نے قریب آکر ان کا کھانا ان کے اور پاس کیا۔

"میں آؤں گی تو آپ میری مہندی لگائے گا"۔صالحہ نے ان کا ہاتھ پکڑا تو وہ مسکرا کر اثبات میں سر ہلانے لگیں۔

"شجر،صالحہ!"۔نیچے سے آتی دا.جی کی دھاڑ پر وہ دونوں سہم کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔اس عورت نے پہلے ان دونوں کو دیکھا اور آتی دھاڑ کی سمت کو!

"لگتا ہے سیڑھیوں سے چڑھ کر کوئی آرہا ہے"۔ شجر نے ڈر کر صالحہ کا ہاتھ سختی سے پکڑا۔

"تم لوگ کیا کر رہے ہو اتنی دیر سے؟ داجی چلا رہے ہیں نیچے آؤ! کیا تمہیں علم نہیں افشاں کے پاس زیادہ وقت ٹھہرنا منع ہے! فوراً نیچے آؤ"۔ سمیعہ تائی نے انہیں گھورا اور پیچھے بیٹھی عورت کو دیکھ کر مڑ گئی۔

"ہمیں ابھی جانا ہے! مگر ہم آئیں گے"۔ صالحہ نے انہیں یقین دلایا۔

"رات کے اندھیرے میں ہمارا انتظار کیجئے گا۔ دروازہ لاک نہیں کیجئے گا"۔ صالحہ نے انہیں تاکید کی اور شجر کا ہاتھ پکڑتے ہوئے نیچے بڑھ گئی۔ اس عورت نے پھیکی مسکراہٹ سے انہیں جاتا ہوا دیکھا اور پھر اپنے سامنے رکھے کھانے کو۔ ایک دم دل اچاٹ ہو گیا اور وہ اٹھ کر کھڑکی کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ اس کھڑکی سے آتی ٹھنڈی ہوا انہیں کانپنے پر مجبور کر رہی تھی مگر وہ ان سب سے بے نیاز ہو کر باہر جھانکنے لگی۔

یہ رسمِ دنیا ہے۔

مل کر بچھڑنا ہے

کبھی بچھڑ کر ملنا۔

مگر مجھے حق چاہیئے۔

حق چاہیئے اپنے جینے کا !

کھڑکی باغ کی طرف میں کھلتی تھی۔وہ عورت گھانس کو تک رہی تھی۔کتنے سال ہو گئے اس نے گھانس پر قدم نہیں رکھا۔اسے محسوس نہیں کیا۔قدم رکھتے ہی ٹھنڈ کی جو لہر بدن میں دوڑتی ہے وہ اب سے بھول چکی تھی۔اس گھانس کا لمس بھی بھول چکی تھی۔سفید جوڑا پہن رکھا تھا اور یہی پہن کر رکھنا تھا۔اس کے پاس تھے بہت جوڑے مگر سارے ہی سفید۔۔۔۔

رسموں سے بغاوت نے اسے زمین پر لا پٹخا تھا۔

--------------------------------------*

"ایک بات پوچھوں وجدان؟"۔

"تمہیں اجازت کی ضرورت کب سے پڑنے لگی؟"۔فائلوں سے سر اٹھا کر اس نے سامنے بیٹھے زید کو دیکھا۔

"میں بہت دنوں سے دیکھ رہا ہوں تمہیں! تم اتنے بجھے بجھے کیوں پھر رہے ہو؟"۔وہ اسے غور سے دیکھا رہا تھا، جیسے گہرائی تک جاننے کی کوشش کر رہا ہو۔

"ہم آفس ٹائم کے بعد بات کریں گے"۔وہ اس کا سوال نظر انداز کر کے پھر سے فائلوں میں جھک گیا۔

"مگر میں ابھی جاننا چاہتا ہوں!"۔

وجدان نے ہارے ہوئے انداز میں اسے دیکھا اور گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"تم کسی چیز سے بے خبر تو نہیں!"۔وجدان نے تھکے تھکے لہجے میں کہتے ہوئے کہنیاں آفس ٹیبل پر ٹکائیں اور سر ہاتھوں میں گرالیا۔

"تم ابھی تک اسے ہی سوچتے ہو؟"۔وہ آنکھیں پھاڑے وجدان کو دیکھ رہا تھا۔

"میں اسے بھولا ہی نہیں زید!"۔

"اور اسے تمہارا نام بھی اب یاد نہیں ہو گا"۔زید نے اسے سمجھانا چاہا۔

"مگر میں نے تو محبت کی ہے"۔وہ ہار ماننے کو تیار ہی نہ تھا۔

"محبت تم نے کی ہے،اس نے نہیں! وہ صرف تمہارے قریب تمہاری۔۔۔۔"

"شٹ اپ زید! خدارا! ایسا کہہ کر کم از کم میرا دل تو نہ دکھاؤ"۔وجدان نے دکھ سے میز پر ہاتھ مارا۔

"جو سچ ہے وہی بتا رہا ہوں وجدان قریشی! تمہاری عقل کا پردہ پھٹ گیا ہے سلوا لو"۔ زید کا لہجہ تلخ ہوا۔

"میری بس ہو گئی ہے۔ میں واقعی تم سے بحث نہیں کر سکتا۔ تم ابھی جاؤ اور مجھے میرا کام کرنے دو! شام میں ہوتی ہے تم سے ملاقات ابھی تھوڑی دیر میں مجھے وجیہہ کو لینے بھی جانا ہے"۔ اس نے فائلیں درست کیں۔

"شام میں ملاقات ہی ہو گی"۔ زید اٹھ کھڑا ہوا۔ "اللہ کرے وہ کبھی تمہارے پاس لوٹ کر نہ آئے" اپنی گاڑی کی چابی اس کی میز سے اٹھاتا ہوا وہ یہ دعا کرنا نہ بھولا تھا۔

وجدان ششدر رہوا۔

"تم مجھے بد دعا دے رہے ہو؟"۔ وہ اس بات کی توقع زید سے قطعی نہیں کر رہا تھا۔

"کیونکہ میں جانتا ہوں وہ کس طرح کی لڑکی ہے۔ اس نے کسی اور کے لئے تمہیں چھوڑ دیا۔ وہ تمہارے قریب بھی صرف اس لئے آئی تھی کہ تم دولتمند ہو اور جب اسے تم سے زیادہ دولتمند شخص مل گیا وہ تیرا کچھ سوچے بغیر اس کی جانب چل دی اور تو

چاہتا ہے وہ پلٹ تیرے پاس آئے؟ جو ایک کا نہ ہو سکا وہ دوبارا کیسے اس کا ہو جائے گا؟ وجدان قریشی آنکھیں کھولو اور دیکھو یہ دنیا صرف محبت سے نہیں چلتی۔ محبت کرو مگر اس کی محبت کے چکر میں اپنی عقل نہ گنوا بیٹھو۔ اس دن میں تمہارے گھر آیا تھا تو دیکھی تھی میں نے سنگھار میز پر اس کی تصویر!"۔

وجدان چونکا۔ ہاں وہ تصویر جو اسے دو تین دنوں سے نہیں مل رہی۔

"وہ کہاں ہے؟ میں اسے دو دنوں سے ڈھونڈ رہا ہوں"۔

"پھینک دی پھاڑ کر تمہارے ہی گھر کے ڈسٹ بن میں"۔ زید کے چہرے پر مکمل سکون طاری تھا۔ وجدان نے پہلے صدمے سے اسے دیکھا اور پھر مٹھیاں بھینچیں۔

"تم یہ کیسے کر سکتے ہو؟"۔ وہ پوری قوت سے چلایا۔

"میں تمہارے لئے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ چلو اچھا ہوا اب اس کی کوئی نشانی نہیں بچی"۔ وہ اب پر سکون تھا اور مسکرا رہا تھا کہ اچانک وجدان مسکرایا۔

"تم نے ایک تصویر پھاڑی ہے۔میرے پاس دس سے زائد تصویریں ہیں اس کی!"۔

مسکراتا ہوا وہ پھر سے اپنی کرسی پر آبیٹھا۔زید کی مسکراہٹ سمٹی۔کیا شخص تھا یہ؟۔

"وہ بھی پھاڑ دوں گا آہستہ آہستہ۔۔۔"وہ کڑھ کر رہ گیا۔

"دیکھتے ہیں!"وجدان مسکرایا۔

"میں ابھی جارہا ہوں وجدان مگر اس بارے میں سوچنا ضرور!تم نے اسے سے محبت کی تھی۔اس سے نکاح کرنا چاہا تھا مگر نکاح سے پہلے ہی اسے تم سے زیادہ اچھا لڑکا مل گیا اور وہ چھوڑ گئی تمہیں!کیوں چھوڑ گئی یہ سوچ لینا صرف۔۔۔باقی باتیں تمہیں خود سمجھ آئیں گی اور جب سب باتیں پتا چل جائیں تو ان تصویروں کو جلا دینا ورنہ میں اس لڑکی کو کسی طرح سے ڈھونڈ کر زندہ جلا دوں گا"۔وہ دانت پیس کر بھڑاس نکال رہا تھا۔

"یہ تمہارا معاملہ نہیں!دور رہو اس سب سے"۔ وجدان نے دوٹوک بات کی۔

"مگر تم میرے دوست ہو۔کیا دنیا میں لڑکیوں کی کمی ہو گئی ہے؟جب کوئی لڑکی تمہیں مخاطب کرتی ہے تو انتہائی سرد لہجے میں تم بات کرتے ہو۔میری بھی شادی ہو جائے گی اگلے مہینے!تم نے تنہا زندگی گزارنے کا فیصلہ تو نہیں کر لیا؟یاد ہے وہ ہماری یونیورسٹی میں بیانام کی لڑکی تھی؟"۔وہ ایک ساتھ سارے سوالات کر رہا تھا۔

"بیا؟"۔وہ نا سمجھی میں بولا۔

"بیا اسے پیار سے کہتے تھے۔اصل نام تو انابیہ تھا۔یاد آیا؟"۔

"ہمم ہاں آگیا یاد"۔وہ فائلز پر اب دستخط کر رہا تھا۔

"وہ تم سے بات کرنا چاہتی ہے"۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کیوں بھئی؟"وہ چونکا۔

"ایک لڑکی بات کرنا چاہ رہی ہے اس کا اور مطلب کیا ہو سکتا ہے"۔

"وہ مجھے اپنا بھائی بنانا چاہتی ہے تو میں ضرور بات کروں گا"۔

زید منہ کھولے اسے دیکھتا رہ گیا۔

'اگر یہی بہن تم نے اس دھوکے باز عورت کو بنائی ہوتی تو آج بہت خوش ہوتے اور شاید ایک بچہ بھی گود میں ہوتا"۔

وجدان ہنس دیا۔اس کے گالوں پر ڈمپل گہرے ہوئے۔

"مجھے لگتا ہے وہ بیا تمہیں پسند کرتی ہے۔اس سے بات تو کرو"۔

"وہ کرتی ہے پسند! مگر میں نہیں!"۔

"اس پاگل عورت سے محبت کر بیٹھا ہے"۔وہ دانت پیس کر بڑبڑایا۔

"کچھ کہا؟"۔وجدان نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔اس کے گھنے بال اس کے سر جھٹکے سے اٹھانے پر ہلے تھے۔

وہ ایک خوبصورت مرد تھا۔

"کچھ نہیں کام کرو اپنا"۔وہ چڑ کر بولا اور چیئر پر پھر سے بیٹھ گیا۔

"تم جا نہیں رہے تھے؟"۔

"جی نہیں ارادہ بدل لیا"۔وہ اس کی باتوں سے اب چڑ چکا تھا اس لئے جواب بھی چڑ کر دے رہا تھا۔

وجدان پھر سے کام کی طرف متوجہ ہو گیا۔زید اس کا جائزہ لینے لگا۔

قد کاٹھ اس کی لمبی تھی۔ جم وہ روز کی بنیاد پر جاتا اس لئے اس کے بھرے بھرے بازو تھے۔ نشیلی آنکھیں اور ہلکی ہلکی مونچھیں پھر گال پر گہرا ڈمپل۔ نقشہ کھڑا تھا! کسی کو بھی وہ پہلی ہی جھلک میں متاثر کر سکتا تھا۔ گھنے کالے بال اور جب وہ سر کو جھکا تا تو بال آنکھوں کو چھپا لیتے۔ اس کی ڈریسنگ بھی کمال تھی۔ عام طور پر وہ جینز پر کالر والی شرٹ پہنتا تھا اور اکثر کف فولڈ ہوتے تھے۔ وہ ہر لڑکی کا آئیڈیل تھا مگر وہ دل کسی ایک کو دے چکا تھا۔ اس لڑکی کو جو ہر کسی کی ہو جاتی تھی۔

---------------------------------------*

"باورچی سے کہہ آؤ کہ مردوں کے زمینوں سے لوٹتے کھانا لگا دیا جائے"۔ سمیعہ تائی نے اپنی دھی ثریا کو حکم دیا۔

"جی اماں"۔ اثبات میں سر ہلاتی وہ چادر لپیٹتی باورچی کو خبر دینے آئی۔

"بی بی مجھے لگتا ہے کہ انہیں زمینوں سے آنے میں تاخیر ہو جائے گی اور دا جی تو ایک بجے کھانے کا حکم دیتے ہیں!"۔

"کیا کر سکتے ہیں! ہو سکتا ہے دا جی کے کھانے وقت سب لوٹ آئیں! آپ تیار رکھیئے گا اور ہاں۔۔وہ۔۔افشاں پھپھو کے لئے کیا بنوا رہے ہے دوسرے باورچیوں سے؟" اسے یک دم یاد آیا تو پوچھ لیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"پرہیزی کھانا ہے جو بن رہا ہے ساتھ ساتھ "۔اس نے چولہے پر چڑھی دوسری دیگچی کی جانب اشارہ کیا۔

"کیاان کے کھانے کی ٹرے ان کے کمرے سے خالی آتی ہے ؟"۔

"جی نہیں ! کھانا جیسا جاتا ہے ویسے ہی آتا ہے ! "۔

ثریا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"مجھے نہیں لگتابی بی کہ وہ کچھ کھاتی ہیں"۔وہ گول چمچ اب تھوڑی تیزی سے دیگچی میں گھمارہاتھا۔

"آپ کو لگتا ہے کہ وہ کھاکر آرام محسوس کرتی ہوں گی ؟"اس نے طزیہ لہجے میں پوچھا۔باورچی کاکام ایسے سوالوں کا جواب دینا نہیں تھا !اس لئے وہ خاموش رہا۔

"جب حلق سے تکلیف کے مارے کھانااترتا ہے تو تکلیف راتوں کی نینداڑادیتی ہے۔وہ عورت کیسے کھائے گی ؟"۔تلخ لہجے میں مسکرا کر کہتے ہوئے وہ باورچی خانے سے باہر نکلی۔زینے چڑھ رہی تھی کہ رک کر نیچے کونے والے عالیشان کمرے کی طرف دیکھا جو داجی کا تھا۔

"سورہے ہیں چین سے حویلی کی لڑکیوں کی نیندیں اڑاکر"۔وہ دل میں کہہ کر نفرت سے سر جھٹکتی اوپر بڑھ گئی۔

------------------------------------*

اس کی آخری امید بھی ختم ہوگئی تھی۔حویلی والوں نے اس کے خوابوں کو آگ لگادی تھی۔

وہ بچپن میں ڈاکٹر بننا چاہتی تھی۔

مگر یوں ہوا کہ بڑھتے ہوئے وقت نے سوچ بدل دی۔

اب اسے استاد بننا تھا۔وہ اسکول میں پڑھانا چاہتی تھی۔

وہ ڈاکٹر ہی بنتی اگر حویلی کی رسموں کو جان نہ لیتی۔

اس نے قرآن پڑھا۔

اس نے اسلام میں عورت کا مقام جانا۔

پہلے پہل جب وہ چھوٹی تھی اور قرآن کا علم نہ تھا تو وہ یہی سمجھتی کہ شاید اسلام نے عورت کا رتبہ یہی رکھا ہے جو حویلی والوں نے اپنی عورتوں کا رکھا ہے۔مگر وہ جب

قرآن سے جڑی تو اس نے جانا کہ عورت کا مقام بہت بلند ہے۔ یہ رسم و رواج کی پابندی نقصان دہ ہے۔ عورت کو اپنی پسند ظاہر کرنے کا پورا پورا حق دیا گیا ہے۔

زیادہ مطالعہ کرنے سے اسے اور بہت سی باتیں معلوم پڑیں۔ جیسے کہ دوسری قوموں کی مشابہت کرنے سے منع کیا گیا۔

اس نے یہ بھی جانا کہ دین میں اضافہ کرنا بدت ہے۔

حویلی والے پیر و فقیروں کے بہت ماننے والے تھے۔ ہفتے میں ایک دن طے تھا جب حویلی کی تمام عورتیں مزاروں پر جاتی تھیں۔

یہ قبروں میں موجود لوگ! جب یہ زندہ تھے تو انہیں رزق دینے والا کون تھا؟ ایک اللہ !

کسی کے وسیلے سے اللہ سے مانگنا غلط ہے۔

جو قبروں میں لیٹے ہیں وہ بے یار و مددگار ہیں! وہ خود اللہ کے سہارے پر ہیں وہ تمہیں کیا دیں گے؟

اس نے حدیثوں کا مطالعہ کیا۔

"محمد (صہ) کی حدیث بھی پڑھی جس میں آپ (صہ) نے فرمایا تھا کہ تم قبروں کو عبادت گاہ مت بنانا، میں (محمد صہ) تمہیں اس سے منع کرتا ہوں"۔

اس نے وہاں جانا ترک کر دیا تھا، مگر پھر حویلی کی عورتیں اس کی ذہنیت سمجھنے کی کوشش کرنے لگیں۔ وہ کھوجنے لگیں کہ کہیں یہ بغاوت پر تو نہیں اتر آئے گی؟ وہ اس کو زبردستی لے کر جانے لگیں مگر وہ وہاں جا کر بس ادھر اُدھر پھرا کرتی۔ نہ کہتی نہ بولتی۔ بس یک ٹک سب کو دیکھتی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸ جسے اس نے زبانی کی ہوئی تھی وہ پڑھتی۔

صم بکم عمی فھم لا یرجعون•

(یہ) بہرے اور گونگے ہیں اور اندھے ہیں کہ (کسی طرح سیدھے رستے کی طرف لوٹ ہی نہیں سکتے۔

اس کی باتوں اور نظروں کے ارتکاز نے ان سب کو خبردار کر دیا۔ ثریا جان گئی تھی کہ کبھی نہ کبھی صالحہ بغاوت ضرور کرے گی۔

ثریا اسے سراہتی اگر اسے یہ خوف نہ ہوتا کہ حویلی والے اگر یہ سب جان گئے تو صالحہ کو قتل کر دیں گے یا رسموں کی بھینٹ چڑھا دیں گے!

اس نے آس پاس جب اتنی جہالت کو عروج پر پہنچتے دیکھا تب اس نے اپنا خواب بدل لیا۔

اب وہ ایک استاد بننا چاہتی۔ وہ اس دور سے جہالت ختم کرنا چاہتی تھی مگر جب بڑی ہوئی تو یہ بات سہنا بھی آسان نہیں تھا کہ حویلی کی عورت بلا ضرورت باہر نہیں جاتیں اور جب جاتی ہیں تو ٹولی بنا کر جاتی ہیں مگر علیحدہ علیحدہ نہیں!

اس نے ہمت نہیں چھوڑی۔

اس نے بارھویں مکمل کر کے شہر یونیورسٹی جانے کا سوچا ہوا تھا کہ وہاں اسکول میں پڑھا سکے۔ اس طرح حویلی والوں کو بھی خبر نہ ہو گی۔

اس رات وہ تنہا کمرے میں بہت روئی۔ اس لئے نہیں کہ داجی نے اسے بارھویں سے آگے پڑھنے کی اجازت نہیں دی! بلکہ اس لئے کہ وہ استاد نہیں بن پائے گی۔ ارحم نے

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بھی اس کے جذبات نہیں سمجھے تھے۔وہ ہمیشہ سے اسے دوسرے مردوں سے مختلف پائی تھی مگر یہ خوش فہمی بھی جلد ختم ہو گئی تھی۔آج کل وہ بس قرآن کا مطالعہ اور اپنے رزلٹ کی فکر کر رہی تھی۔وہ بہت چھوٹی تھی جب فضیلہ باجی کے ساتھ ہوتا ظلم نے اسے سہما دیا تھا اور افشاں پھپھو پر ہوئے ظلم پر اس نے سختی آنکھیں میچ لی تھیں۔ حویلی افشان پھوپھو کی چیخوں سے گونجتی تھیں۔لگ بھگ صالحہ اس وقت پانچ چھ سال کی تھی۔

حویلی میں لڑکیوں کی تعداد بہت کم تھی۔

ایک یہ خود۔ایک ثریا جو سمیعہ تائی کی دھی تھی اور، شجر،اور روبی جو شمیلہ چچی کی دھی تھیں اور فضیلہ باجی تھیں جو صندل چچی کی بیٹی تھی۔صندل چچی تو فضیلہ باجی کی پیدائش پر ہی اللہ کو پیاری ہو چکی تھیں۔

البتہ لڑکوں کی تعداد زیادہ تھی۔

"سنا ہے زمینوں پر آج کل بہت جھگڑے ہو رہے ہیں!دوپہر کے کھانے کے دوران حویلی کے مرد بتا رہے تھے"۔ثریا نے مونگ پھلی کا دانہ اچھال کر منہ میں ڈالا۔

صالحہ جو قلم کتاب پر رگڑ رہی تھی،اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

"کیوں؟"۔

"یہ نہیں معلوم مگر سنا ہے کہ آج کل لڑائیاں چل رہی ہیں! دعا کرو کوئی قتل نہ ہو ورنہ کوئی لڑکی خون بہا میں جائے گی یا آئے گی ونی بن کر"۔

صالحہ کا دماغ سن ہو گیا۔

"یہ مردوں کے چکر میں بھی عورتیں ہی ان کے حصے کی سزا بھگتی ہیں۔جاہل لوگ"۔اس نے سر جھٹکا۔

"مگر کیا کر سکتے ہیں اب صالحہ؟یہ ساری رواج ورسمیں ہماری حویلی میں ہمیشہ سے ہیں"۔

"مگر ان کا خاتمہ کر سکتے ہیں"۔

ثریا ہنس دی۔

"ان کا خاتمہ ممکن نہیں صالحہ!بغاوت مت کرنا کبھی۔اس لئے کیونکہ میں تمہیں یہاں کی رسموں کی بھینٹ نہیں چڑھتے دیکھ سکتی"۔

"میں تمہارے ویر کی منگیتر ہوں ثریا! داجی کے اصولوں کے مطابق ہی سب ہو رہا ہے"۔وہ پھر سے ڈائری میں جھکی۔ثریا سوچ میں پڑ گئی۔

"صالحہ"۔اس نے دھیمی آواز میں اسے پکارا۔

"جی"۔۔

"مجھے لگتا ہے تمہارے حیدر ویراں شاید مجھ سے شادی کے بعد خوش نہ رہیں"۔ لفظوں میں دکھ واضح تھا۔

صالحہ نے چونک کر سر اٹھایا۔

"کیوں؟"۔

"مجھے لگتا ہے وہ اس رشتے سے خوش نہیں"۔اس نے دکھ کے ساتھ لب بھینچے۔

صالحہ نے گہری سانس لی۔اگر ویر کی ثریا سے شادی نہ ہوئی تو ارحم سے صالحہ کی شادی بھی ممکن نہیں! وہ خاموش رہی۔

"تم نے اس کی ہی زوجہ بننا ہے جس کو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہے۔اس لئے غمزدہ نہ ہو!"۔اس کی باتیں دل موہ لینے والی تھیں اس لئے ثریا اس سے بات کرنا زیادہ پسند کرتی تھی۔

"تم اتنے یقین سے کیسے کہہ لیتی ہو صالحہ؟"۔وہ اس کا چہرہ کھوجتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"کیا تم نے قرآن ترجمہ کے ساتھ پڑھا ہے ثریا؟"۔

ثریا نے اس کی بات پر غور کیا اور پھر سر جھٹک کر ہنس دی۔

"میں نے صرف عربی پڑھی ہے"۔

"ترجمہ بھی پڑھا کرو۔ تمہیں پتا چلے گا کہ اللہ کتنا بڑا مہربان ہے اور یہ بھی کہ اسلام میں عورت کا کیا مقام ہے!جب تم قرآن کو اپنے دل میں اتار لو گی تو تمہیں آس پاس جو جہالت نظر آئے گی،دیکھ کر تمہارا دل چاہے گا یہ سب ختم کر دو۔قرآن کو پڑھنا اور سمجھنا ضرور!"۔

وہ اسے نصیحت کر رہی تھی۔

"میں ضرور پڑھوں گی صالحہ! مجھے تم جیسا یقین چاہیئے، حوصلہ چاہیئے"۔وہ جذب سے بولی۔

صالحہ مسکرادی۔

"بہت دیر ہو گئی ہے! مجھے جانا ہے"۔صالحہ نے اٹھ کر ڈائری میز پر رکھی اور چادر نما ڈوپٹہ پورے وجود پر لپیٹ کر کمرے سے باہر نکلنے لگی۔

"کہاں جا رہی ہو صالحہ ؟"۔ثریا نے گھڑی دیکھی جو دو بجا رہی تھی۔

"افشاں پھپھو کے پاس۔وہ یقیناً میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔میں نے انہیں امید دلائی تھی"۔

ثریا کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوئیں۔

"کوئی دیکھ لے گا صالحہ"۔اس نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔

"کوئی نہیں دیکھے گا۔سب سو رہے ہیں"۔وہ بے پرواہی سے بولی۔

"کوئی گرم چیز پہن جاؤ صالحہ۔ٹھنڈ بڑھ رہی ہے"۔اس نے برابر رکھا صالحہ کا سوئیٹر اسے اچھال کر دیا۔اچھے سے پہن کر اس نے خود کو گرم محسوس کیا اور پلٹ گئی۔

--------------------------------------*

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

رات کی چاندنی میں وہ اپنے کمرے کی کھڑکی سے باہر جھانکتا کسی کو سوچنے میں محو تھا۔

"دل ہے یہی کہ مڑ جاؤ صنم تم "!

یہ جملا اس نے کتنے سال پہلے اپنی کتاب میں لکھا تھا اس لڑکی کو سوچ کر۔

"ان چار سالوں میں میری محبت میں صرف اضافہ ہی ہوا ہے در شہوار"۔

سالوں پہلے وجدان نے ایک بار پھر اپنی محبت کا اظہار کیا تھا۔

وہ سن رہی تھی مگر لہجے میں اب وہ جذبات نہیں تھے۔ وہ اس سے اپنے اظہار کے جواب میں ہمیشہ کی طرح محبت کے اظہار ملنے کا انتظار کرتا تھا، مگر اس کی طرف سے سوائے "اچھا" کے کوئی جواب نہ آیا۔ وہ پہلی بار حیران ہوا۔

"کیا تم اپنی طرف سے اظہارِ محبت نہیں کرو گی؟" وہ شکوہ کن لہجے میں بول رہا تھا۔

"تھک گئی ہوں میں بار بار اظہار کر کے۔ ضروری نہیں کہ ہر دفعہ اظہار ہی کیا جائے"۔ وہ جنجھلا اٹھی۔

وہ متحیر ہوا۔ اس کا دل گویا کسی نے اپنی مٹھی میں لے لیا۔

اسے یاد آیا جب وہ یونیورسٹی کے آخری سال میں تھا اور اپنے دوستوں کے ساتھ عمارت کے باہر گارڈن کی گھانس پر بیٹھا باتیں کر رہا تھا تو وہی لڑکی اس کی طرف آئی تھی۔

"کیا ہم بات کر سکتے ہیں؟"۔

اور وہ ہمیشہ کی طرح جھنجھلا گیا تھا۔

"معاف کیجیئے گا مگر نہیں"۔اس نے منہ پھیر کر سرد لہجے میں جواب دیا۔

"مگر۔۔۔"وہ ممنائی۔

"میں نے آپ سے کہا تھا در شہوار علی کہ میں آپ کو پسند نہیں کرتا"۔اس نے تیز نظروں سے اس بھورے بالوں والی لڑکی کو دیکھا۔

"مگر میں پسند کرتی ہوں آپ کو"۔

زید اس سب میں صرف اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو اپنی منوانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"تو۔۔۔؟"وجدان نے بھنویں اچکائیں۔

وہ لڑکی اداس نظروں سے دیکھتے ہوئے پلٹ گئی۔

زید کو ایک دم ہمدردی ہوئی۔

وہ غصے سے وجدان کو گھورتے ہوئے اٹھا اور اس لڑکی کے پیچھے بھاگا۔

"ہیلو"۔اس نے مسکرا کر اسے پکارا۔

وہ رک گئی۔

"ہیلو" وہ پھیکا سا مسکرائی۔

"میں وجدان کی طرف سے معذرت کرتا ہوں"۔چہرے پر شرمندگی واضح تھی۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔وہ شاید ابھی بات نہیں کرنا چاہتے"۔

"وہ آپ سے بات ہی نہیں کرنا چاہتا"۔اس نے کہہ کر زبان دانتوں میں دبائی۔

"پتا نہیں ایسا کیوں ہے؟ حالانکہ میں انہیں بہت پسند کرتی ہو"۔

"میں اس سے بات کروں گا آپ کے بارے میں"۔

درشہوار نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔آنکھوں میں امید کی کرنیں نمودار ہوئیں۔

"ہاں۔آپ اس سے دوستی کرنے کی کوشش کیجیئے گا" وہ اسے امید دلا رہا تھا کہ وہ سب ٹھیک کر دے گا اور پھر اس نے ایسا ہی کیا تھا۔ایک ہفتہ۔۔۔پورا ایک ہفتہ اس نے وجدان کو سمجھانے اور اس کی سوچ بدلنے میں لگائے تھے۔

"میں اس سے محبت نہیں کرتا زید"۔وہ جھلا کر بولا تھا۔

"تم اس سے دوستی تو کر کے دیکھو۔وہ واقعی اچھی لڑکی ہے"۔ایک ہفتے کی جدوجہد کے بعد وہ ان کی بات کروانے میں کامیاب ہو ہی گیا تھا۔

شروع کے دنوں میں وجدان ہمیشہ چڑا کرتا۔پھر وقت گزرا تو سب اچھا لگنے لگا۔وہ اچھی لگنے لگی،اس سے بات کرنا اچھا لگنے لگا۔وہ اس کی طرف ڈھلتا گیا۔ایسے میں زید درشہوار کو نوٹس کرنے لگا۔وہ دیکھنے لگا کہ درشہوار کی ڈیمانڈز دن بہ دن بڑھ رہی ہیں۔وہ تقریباً روز ہی وجدان سے کسی نہ کسی چیز مطالبہ کرتی۔زید صرف سنتا،دیکھتا، مگر خاموش رہتا۔ایک سال میں اتنا کچھ بدل گیا تھا۔وہ جو اس سے ہمیشہ چڑتا آیا تھا اب اس پر دل ہار بیٹھا تھا۔یونیورسٹی ختم ہونے کو تھی۔یونیورسٹی کے آخری دن چل رہے تھے۔زید یونہی ایک کمرے کے باہر گزر رہا تھا۔اندر کچھ لڑکیاں آپس میں گفتگو کر رہی تھیں۔وجدان کے نام پر وہ ٹھٹھکا اور وہیں کھڑا ہو کر باتیں سننے لگا۔

"کیسی گزر رہی ہے زندگی وجدان کے ساتھ۔ سبحان تمہاری تلاش میں ہے۔اس کی کل کال آئی تھی۔وہ تم سے بات کرنا چاہتا ہے درشہوار۔ تمہیں اسے نہیں چھوڑنا چاہئے تھا"۔اس کی دوست افسوس سے نفی میں سر ہلارہی تھی۔

"میں اسے چھوڑ چکی ہوں۔اس بات کو بھی اب ڈیرھ سال گزر گیا ہے"۔لہجے میں بےپراوہی واضح تھی۔

"اگر ایسا تھا تو اسے محبت کا جھانسا کیوں دیا تم نے؟"۔

"وہ قابل نہیں تھا میرے۔وہ میرے خواہشات کا احترام نہیں کر سکتا تھا"۔

"اس نے ہر ممکنہ کوشش کی ہے کہ تمہارے سوچوں کے معیار تک اترے"۔

"وجدان اس سے بہتر ہے"۔ نظریں پھیر کر جواب دیا۔

"کیونکہ وہ دولتمند ہے؟"۔

"بلکل!"۔وہ مسکرائی۔ زید کے قدموں تلے زمین نکل گئی۔

"اور اگر تمہیں اس سے زیادہ اچھا لڑکا مل گیا تو وجدان کو بھی چھوڑ دو گی؟"۔وہ لڑکی حیران تھی۔

"بلکل"۔لپ اسٹک لبوں پر لگاتے ہوئے اس نے آپس میں ہونٹ ملا کر پھیلائی۔

"اور محبت؟"۔

"محبت کے لئے اپنی خواہشات کو مار دوں؟ایسا کبھی نہیں ہو سکتا"۔

زید کا سر چکرانے لگا تھا۔وجدان محبت کی انتہا پر تھا اور ایسے میں اسے روکنا اس کی بربادی سے کم نہ تھا۔

اس نے اسے سمجھانا چاہا مگر وہ سمجھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔چار سال ایسے ہی گزر گئے۔اس لڑکی کے لئے محبت اس کے اندر بڑھتی گئی۔زید اس وقت کو کوستا رہا جب اس نے اس کی بات وجدان سے کروائی تھی۔

چار سال گزر گئے۔وہ وجیہہ سے دن رات درشہوار کی باتیں کیا کرتا۔وجیہہ اسے نام سے نہیں بلکہ بھابھی ہی کہہ کر پکارنے لگی۔

پھر یوں ہوا کہ ایک دن جب وجدان نے نکاح کی بات چھیڑی تو گڑ بڑا گئی۔اس سے لڑنے لگی اور آج تک وجدان اس کے لڑنے کی وجہ ڈھونڈتا رہتا ہے۔وہ اب منہ پھیر کر بات کیا کرتی تھی۔وہ حیران رہ جاتا۔وہ جب پکارتا،وہ سرد لہجے میں جواب دیتی۔ وہ

ٹھٹھک جاتا۔ایک دن اسے پکڑ کر جنجھوڑ ہی ڈالااور پوچھ ہی لیا کہ وہ آخر چاہتی کیا ہے۔ایک لفظ نکلا تھا سرد لہجے میں۔جسے وجدان کو سمجھنے میں تاخیر لگی۔

"جدائی"۔وہ ساکت رہ گیا۔

"میں کسی اور کو پسند کرتی ہوں وجدان۔میں اب تمہارے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔معذرت"۔وہ کہہ کر چلی گئی، مگر وہ وہیں رہ گیا۔زید نے اسے اس سب سے نکالنے کی کوشش کی مگر وہ باہر نکلنا ہی نہیں چاہتا تھا۔اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ یا تو وہ اس کا انتظار کرے گا یا شادی ہی نہیں کرے گا۔ایک ایکسیڈنٹ میں ماں باپ گزر گئے تھے۔وہ کالج میں تھا جب ماں باپ گزر گئے۔باپ کا بزنس سنبھالتے ہوئے کئی سال گزر گئے۔وہ اس سال انتیس کا ہونے والا تھا۔اگلے ماہ زید کی شادی تھی اور وہ چاہتا تھا کہ اب وجدان بھی شادی کر لے۔کچھ سالوں میں وجیہہ کی بھی شادی ہو جائے گی۔وہ کب تک یونہی تنہا زندگی گزارے گا؟درشہوار کو بھی اس کی زندگی سے گئے کافی سال گزر گئے تھے۔

اس نے مڑ کر گھڑی دیکھی۔

رات کے تین بج رہے تھے۔اس کی سوچوں میں وہ اب تک قبضہ کئے بیٹھی تھی۔گہری سانس لیتے ہوئے اس نے سگریٹ کا دھواں ہوا میں چھوڑا۔

اسے خود نہیں معلوم تھا کہ وہ کب تک یوں تنہا زندگی گزارنے والا تھا۔وہ کبھی جو شوخ چنچل ہوا کرتا تھا اب مکمل خاموش ہو گیا تھا۔ماں باپ کی موت کے بعد اس نے ہر کسی سے بات چیت کم کردی تھی۔وہ ٹوٹ گیا تھا اور پھر کچھ سالوں بعد ایک لڑکی اسے مکمل توڑ گئی۔

اس نے تصویر پر نگاہ ڈالی۔وہ گلابی رنگ کا کام کا سوٹ پہنی،اونچی پونی بنائے ہوئے، اسے اپنی طرف دیکھتے ہوئے محسوس ہو رہی تھی۔وہ تصویر کو غور سے دیکھنے لگا۔ہاتھ میں پہنی اس کی ڈائمنڈ رنگ وجدان کی ہی دی ہوئی تھی جواب بھی در شہوار کے ہی پاس تھی۔اس انگھوٹی کی فرمائش بھی در شہوار نے ہی کی تھی۔وہ سانس بھرتا ہوا اپنی قسمت کو ہی کوسنے لگا، مگر اسے امید تھی۔اسے امید تھی کہ وہ لوٹ کر ضرور آئے گی۔وہ کیا کرے۔زید کی آتی کال نے اسے ایک بار پھر گھڑی کی طرف مبذول کیا۔ فون اٹھا کر اسے کان سے لگایا۔یہ رات گزرنے کا پتا بھی نہیں چلے گا۔کیونکہ زید کال پر تھا۔

-----------------------------------*

"پھپھو۔زمینوں پر جھگڑے ہو رہے ہیں کہیں کوئی مرد قتل نہ ہو جائے"۔اس نے سہم کر افشاں کا ہاتھ تھاما۔

اس ٹھہرے وجود کا چہرہ سفید لٹھے کی مانند ہوا۔

"اگر مقابل حویلی والوں میں سے کوئی مرد قتل ہوا تو میں نہیں جاؤں گی پھپھو ونی بن کر۔میں نہیں جاؤں گی۔میں اڑ جاؤں گی"۔صالحہ ان کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑے سر کو دائیں بائیں نفی میں تیزی سے ہلانے لگی۔

افشاں پھپھو نے اس کا ہاتھ پکڑ کر سہلایا اور تیزی سے اثبات میں سر ہلایا۔وہ پھپھو کو انہماک سے دیکھنے لگی۔

وہ عورت سفید دودھیا رنگت کی حامل تھی۔کنچی آنکھیں۔صالحہ بنی بنائی افشاں تھی۔ آنکھوں سے لے کر چہرے کی رنگت تک وہ افشاں پر گئی تھی۔بڑی بڑی آنکھیں اور آنکھوں پر گھنی پلکوں کی باڑ تھی۔وہ بہت زیادہ خوبصورت نہیں مگر کسی کو متاثر کرنے کی قابل ضرور تھی۔اس نے سارا حسن اپنی پھپھو سے چرایا تھا ماں باپ کی تو صرف بیٹی تھی۔بولنے کا طریقہ ہو یا سوچنے کا نظریہ۔وہ بنی بنائی افشاں تھی،بلکہ وہ افشاں ہی تھی۔پینتس سال کی وہ عورت اب بھی حسن کا کرشمہ تھی،مگر وقت اس کا حسن اس سے چھیننے کی کوشش کر رہا تھا۔

"اگر میرے ساتھ زبردستی کی گئی تو؟اگر میری رضامندی شامل نہ ہوئی تو؟"۔

اس کے سوالات پر عورت تیزی سے سر نفی میں ہلانے لگی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس کی آنکھیں خوف سے پھٹ گئیں اور اس کے نفی میں سر ہلانے میں تیزی آئی۔

"آپ فکر نہ کریں۔ میں منع کر دوں گی"۔ وہ زیر لب مسکرائی۔

وہ عورت پر سکون ہوئی۔ رات ڈھلنے لگی۔ صالحہ نے افشاں کی گھنٹی اٹھا کر اس کی سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور اپنا چہرہ اس عورت کی گود میں رکھ کر آنکھیں موند لیں۔ نیند اس پر جلد ہی حاوی ہو گئی تھی۔ افشاں اس کے بالوں پر انگلیاں پھیرتے ہوئے باہر کی جانب دیکھنے لگی۔

"بس کسی پر برا وقت نہ آئے"۔ دل میں کہتے ہوئے وہ گود میں سر رکھی صالحہ کے لئے دعائیں مانگتی رہی، اور ساتھ حویلی کی تمام لڑکیوں کے لئے۔۔۔

-------------------------------------*

اس عورت نے اسے جنجھوڑ کر اٹھایا تھا۔ صالحہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

"کیا ہوا پھپھو؟"۔

اس نے گھڑی کی جانب اشارہ کیا جو صبح کے گیارہ بجا رہی تھی۔ صالحہ حیران و پریشان زمین پر کھڑی ہوئی۔

"ہائے اللہ! کہیں سب کو معلوم نہ پڑ گیا ہو کہ میں آپ کے پاس تھی ورنہ پتا نہیں کیا ہو گا میرا"۔ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے وہ نیچے بھاگی۔

نیچے پہنچی تو ایک عجیب سی ہڑ بڑی مچی تھی۔ہر ایک کے حواس بوکھلائے ہوئے تھے۔

ثریا تخت بیٹھی بے چارگی سے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔وہ ٹھٹھک گئی۔ثریا نے صالحہ کر دیکھا جو ساکت نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کک۔کیا ہوا ہے ثریا؟"۔کچھ دور کھڑی وہ زرد پڑتے چہرے کے ساتھ اس سے پوچھ رہی تھی۔

ثریا بوکھلاتے حواسوں کو بمشکل قابو کرتے ہوئے اسے کچھ بہت غلط ہونے کا اشارہ کرنے لگی۔

صالحہ کے لب کانپنے لگے۔

"ونی"۔ثریا کے لبوں سے ایک کانپتا لفظ آزاد ہوا۔

صالحہ کا دل زور دھڑکنے لگا۔سنسنی سی لہر پورے وجود میں پھیلی۔

"آئے گی یا۔۔۔۔ج۔جائے گی؟"وہ ہکلا کر بولی۔

"آئے گی"۔ثریا کے جواب پر اس نے درد سے آنکھیں میچیں۔

------------------------------------*

"کون قتل ہوا ہے ثریا؟"۔اس نے دھڑکتے دل اور کپکپاتے لبوں سے ساکت ہو کر پوچھا۔

"کوئی نہیں بتا رہا ہے ہمیں صالحہ۔ابھی مرد نہیں آئے حویلی۔ابھی صرف مشیروں سے خبر پہنچی ہے"۔وہ ہاتھوں میں سر دیتے ہوئے بولی۔

صالحہ نے تھوک نگلا۔کہیں حیدر ویر تو۔۔۔۔؟سب سے پہلے زمینوں پر کون گیا تھا؟۔اس کا دل سکڑنے لگا۔وہ ماں کے پاس بھاگی۔

کچن سے اماں کی آتی آوازیں سن کر وہ کچن کی طرف بڑھی۔

وہ باورچیوں سے کھانا پکوا رہی تھیں۔باورچیوں کے ہاتھ پتیلیوں میں چمچہ گھماتے ہوئے تیزی سے چل رہے تھے۔وہ حیران ہوئی کہ ابھی مرنے کی خبر آئی ہے اور اماں اتنا اطمینان سے کھانا پکوا رہی ہیں۔

"اماں وہ۔۔۔"باقی الفاظ منہ میں رہ گئے۔کہے تو کیا کہے کہ اماں مرا کون ہے یا میت کب گھر آئے گی؟یا یہ کہے کہ ونی کا استقبال کیسے ہو گا؟۔

"ہاں دھی جلدی بول وقت کم ہے"۔وہ ہاتھ میں پہنے سونے کی کڑے اتارنے لگیں۔

"کڑے کیوں اتار رہی ہو اماں ؟"۔وہ عجیب سی نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگی۔اماں نے اس کی باتوں پر دھیان نہ دیا اور دھیرے دھیرے چل کر باہر آ گئیں۔ان کڑوں کو اتار کر ایک چھوٹے کپڑے میں رکھا اور جھمکے سمیت تمام زیور اتارنے لگیں۔صالحہ انہیں دیکھتی رہی۔اس کپڑے میں تمام زیور ڈال کر اسے پوٹلا بنا کر گرڑھا لگائی اور اسے پکڑا دیا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"جا میری دھی اسے میرے کمرے میں رکھ آ"۔انہوں نے چھوٹی سی پوٹلی اس کی ہتھیلی میں دبا کر اس کی ہتھیلی بند کی۔

"اماں مگر ایک دم سب ساتھ میں کیوں اتار دیا؟۔مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا اماں"۔

وہ اپنی ماں کا چہرہ بہت غور دے دیکھ رہی تھی جہاں کوئی غم کے آثار نہ تھے۔

"کیا تجھے علم نہیں کہ حویلی میں کسی مرد کا قتل ہو گیا ہے؟"۔وہ الٹا اسے حیرانی سے دیکھنے لگیں۔

"اماں مجھے علم ہے، مگر آپ یوں اچانک سے سارا زیور اتار کر دے رہی ہیں؟"۔

اماں نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"سوگ ہے صالحہ۔ موت پر اس حویلی کی عورتیں اپنا تمام زیور اتار دیتی ہیں اور صرف غم منایا کرتی ہیں"۔

صالحہ کا دماغ چکرانے کے قریب تھا۔اس نے سر جھٹکا۔

"اماں قتل کس کا ہوا ہے؟"۔

"مرد آئیں گے تو ہی پتا چلے گا یا کسی ملازم کو بجھوانا پڑے گا"۔ان کا لہجہ بے حد عام تھا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اماں مجھے ڈر لگ رہا ہے۔حیدر ویراں کہاں ہے؟ کہیں انہیں ت۔۔۔"وہ گبھراتے ہوئے ابھی اپنا خدشہ ظاہر کر ہی رہی تھی کہ اماں نے ڈپٹ کر خاموش کروایا۔

"اے ہے رب اسے لمبی زندگی دے۔وہ یہاں نہیں ہے!۔شہر جا چکا ہے۔اسی لیے میں اتنی مطمئن بیٹھی ہوں"۔وہ کہتے ہوئے کچن میں چلی گئیں۔

صالحہ کو اطمینان ہوا، مگر دکھ بہت ہوا اپنی ماں کی سوچ پر کہ اگر اپنا بیٹا ہوتا تو ایک واویلا مچا دیتیں۔ خیر یہ اس حویلی کی ہر عورت کا معاملہ تھا۔ وہ کپڑے کا پوٹلہ اماں کے کمرے میں رکھ آئی۔ لگتا تھا میت کے ساتھ ونی بھی آنے والی تھی۔ دو مردے اس گھر میں آنے والے تھے۔ اسے دو باتیں جاننے کا بہت تجسس پیدا ہوا۔ ایک یہ کہ موت کس کی ہوئی ہے؟ اور دوسرا یہ کہ ونی کو کس کے نکاح میں دیا گیا ہے۔ گھر میں سوگ کی کیفیت تھی۔ جن عورتوں کے بیٹے زمینوں پر تھے ان ماؤں کا دل حلق میں آ چکا تھا!۔ وہ سہمی ہوئی تھیں کہ کہیں ان کا بیٹا تو نہیں مارا گیا؟۔ ثریا بولائے بولائے حویلی میں پھر رہی تھی۔

صالحہ ارحم کے کمرے کے سامنے سے گزری تو اسے یاد آیا کہ وہ بھی تو صبح سے زمینوں پر تھا۔ یہ خیال آنا تھا کہ وہ سہمتے ہوئے نیچے بھاگی۔ اس کی سانسیں بری طرح پھولنے لگیں۔ نیچے اتری تو ایک ملازم کھڑا تھا جو شاید باہر سے ہی آیا تھا۔ سامنے سے ثریا بھی اسے دیکھ کر اپنی جگہ پر ہی رک گئی تھی۔

"ارحم صاحب ٹھیک ہیں رشید بابا؟"۔ اس نے پھولی سانسوں سے جلدی سے پوچھا۔ پیچھے کھڑی ثریا کا بھی دل زور سے دھڑکنے لگا۔ اسے بھی یہی خدشہ لاحق تھا کہ کہیں اس کا بھائی تو قربان نہیں ہوا۔

"نہیں بی بی! شرجیل صاحب کا قتل ہوا ہے اور ارحم صاحب کا قاتل کی بہن سے نکاح!"۔رشید صاحب نے زمینوں کا حال سنایا اور جھک کر آگے بڑھ گئے۔صالحہ جو کچھ اور ہی سمجھ بیٹھی تھی،اس کا چہرہ سفید لٹھے کی مانند ہوا۔وہ ساکت رہ گئی۔ثریا نے نے آنکھیں پھاڑ کر حیرت سے منہ پر ہاتھ رکھا۔یہ کیسے ہو سکتا ہے؟داجی ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟۔حویلی میں ایک کہرام مچ گیا۔زاہدہ چچی اپنے بیٹے کے موت کا سن کر چیخنے لگیں۔وہ زمین پر سر پکڑ کر بیٹھتی چلی گئی۔سمیعہ تائی حیران تھیں، مگر دل ہی دل میں شکر ادا کر رہی تھیں کہ ان کا بیٹا موت کے منہ میں جانے سے بچ گیا۔صالحہ نے دونوں ہاتھ چہرے پر رگڑے۔اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا یہ کیا ہو رہا ہے۔ڈوپٹہ سر سے ڈھلک کر کندھوں پر آگیا۔ اب کیا ہو گا؟داجی بھلا ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟۔وہ اس کا منگیتر تھا!۔کیا زمینوں پر اور حویلی کے لڑکے نہیں تھے جو یوں ارحم کا نکاح پڑھا دیا؟۔ اس کے گال آنسوؤں سے تر ہو چکے تھے۔وہ چیخ کر اوپر کی جانب بھاگی۔ایسا کیسے ہو سکتا ہے بھلا؟۔وہ اتنی تیزی سے کمرے کی جانب بھاگ رہی تھی کہ اس کا ڈوپٹہ صرف ایک کندھے پر لٹکا تھا۔ثریا کے دل پر ٹیس پڑی۔اس کا دل چاہا کہ صالحہ کے پیچھے جائے، مگر یہ سوچ کے نہ گئی کہ اسے ابھی اکیلا چھوڑ دینے میں ہی عافیت تھی۔حویلی

میں عورتوں کی رونے کی آوازیں بلند ہورہی تھیں۔وہ کمرے میں پہنچی اور زور سے دروازہ بند کیا۔آنکھیں مکمل بھیگی ہوئی تھیں۔ارحم ایسا کیسے کر سکتا تھا؟۔کیا اس نے منع نہیں کیا دا جی کو ایسا کرنے سے؟۔اس نے اپنی سائیڈ میز کی دراز کھولی اور اس میں موجود ارحم کی تصویریں نکالیں۔ایک ایک نظر ان پر ڈال کر سب کو باری باری پھاڑ کر تصویریں دراز میں ڈال دیں۔اسے غصہ آنے لگا۔آنسوؤں میں اور تیزی آگئی۔وہ جانتی تھی کہ وہ حق کی بات پر بھی آواز نہیں اٹھا سکتی کیونکہ وہ عورت ہے۔اس کی ہمت ٹوٹنے لگی۔کیا ارحم نے اس کے بارے میں ایک بار بھی نہ سوچا؟۔کیا اس کی محبت اس حد تک کمزور تھی؟۔روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔پاس رکھا موبائل اٹھایا اور حیدر کو کال ملانے لگی۔وہ اپنا غم صرف اپنے ویر کو سنانا چاہتی تھی۔ڈوپٹہ ایک طرف کو پڑا تھا اور بال مکمل پونی سے الگ ہو چکے تھے۔کثرت سے دل کر رہا تھا کہ ویر فون اٹھالے۔ایک ایک لمحہ اس پر بھاری پڑ رہا تھا۔

----------------------*

"جیا سمجھنے کی کوشش کرو یار"۔

وہ دونوں ہی کینٹین میں بیٹھے تھے۔

"کیا سمجھنے کی کوشش کروں حیدر؟۔ تم اصل بات بتا کیوں نہیں دیتے کہ تم رشتہ لانا ہی نہیں چاہتے؟"۔ وہ اسے سے خفا تھی۔

"جیا میں ابھی کچھ نہیں کر سکتا"۔ وہ ہمت ہارنے لگا تھا۔ ایک دم اس کے موبائل پر بیل بجی تھی جو اس نے جھنجھلا کر بغیر نام پڑھے ہی کاٹ دی تھی۔

"تم نے اپنے حویلی والوں کو میرے بارے میں ابھی تک بتایا بھی نہیں؟۔ کیا تمہارا ارادہ بھی ہے رشتہ لانے کا یا یونہی ٹرخاتے رہو گے؟"۔ اس نے سامنے رکھے جوس کے گلاس کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔

"اتنا آسان نہیں ہے انہیں بتانا!۔ میں تمہیں کیسے بتاؤں کہ حویلی والے۔۔۔۔" وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"حویلی والے۔۔۔ کیا؟"۔ وہ چونکی۔ اس کی زبان کو تالا پڑ گیا۔ وہ یہ بات کہنے سے ہمیشہ سے ڈرتا آیا تھا۔ وہ اس کو یک ٹک ساکت نظروں سے دیکھ رہا تھا اور وجیہہ اس کے جواب کا انتظار کر رہی تھی۔

"تم نے بتایا نہیں حیدر؟"۔ وہ اپنے ماتھے پر بل ڈال کر بلند آواز میں بولی۔ حیدر نے تھوک نگلا۔ وہ اب بھی چپ ہی رہا۔

"کیا تم بتاؤ گے حیدر یا میں جاؤں؟"۔اس بار آواز پہلے سے زیادہ اونچی تھی۔

"حویلی والے وٹہ سٹہ کے بغیر شادی نہیں کرتے"۔وہ جنجھلا کر جلدی سے بولا اور نظریں پھیر لیں۔حیدر اس کے چہرے کے تاثرات نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔وجیہہ کے چہرے نے رنگت بدلی۔دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

"کیا مطلب اس بات کا؟"۔وہ ناسمجھی میں بولی۔

"مطلب یہ کہ ہماری شادی اس صورت میں ہی ممکن ہے اگر میری بہن تمہارے بھائی کے ساتھ بیاہ دی جائے۔حویلی والے بغیر وٹہ سٹہ کے شادی نہیں کرتے ہیں وجیہہ"۔وہ تھک چکا تھا یہ باتیں اپنے اندر رکھ کر۔اس لئے آج دل ہلکا کر ڈالا۔

"یعنی کک۔کہ"۔ وہ ہکلائی۔

"بلکل! اگر وجدان بھائی کی شادی صالحہ سے ہو گی تو ہی ہم دونوں شادی کر پائیں گے!"۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟۔وہ نہیں مانیں گے!"۔وجیہہ نے پریشانی سے ہاتھوں میں سر گرا لیا۔

"کوشش کرو! وہ تمہاری بات کبھی بھی نہیں ٹالیں گے!" اس نے وجیہہ کی ہمت بندھانی چاہی۔

"مگر۔۔۔" وہ اپنا کوئی جملہ مکمل نہیں کر پا رہی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیسے ہو گا۔

"وہ تمہاری کوئی خواہش نہیں ٹالتے جیا۔۔۔ دیکھنا وہ مان جائیں گے"۔

وجیہہ کے ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے۔ اس نے سانس ہوا میں چھوڑی۔

"یہ کوئی چھوٹی موٹی چیز نہیں ہے حیدر۔ میں کیسے کہوں گی انہیں؟"۔ وہ پریشانی سے دونوں ہاتھوں سے ماتھے سے بالوں تک سختی سے ہاتھ پھیر کر بولی۔

"وہ مان جائیں گے"۔ وہ ایک ہی بات دہرا رہا تھا۔

"یہ شادی کا فیصلہ ہے حیدر!۔ کوئی چھوٹی موٹی چیز نہیں جس کے لئے میں رو رو کر مانگ لوں۔ وہ خود بھی ایک لڑکی کو بہت چاہتے تھے۔ وہ دل توڑ گئی ہے ان کا۔ بھائی پہلے ہی اتنا ٹوٹے ہوئے ہیں۔ وہ اس لڑکی کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کریں گے"۔ وجیہہ کبھی بھی رو دینے کو تھی۔

"دیکھو میں بھی تو اس سب میں اپنی بہن قربان کر رہا ہوں؟۔جبکہ میں یہ جانتا ہوں کہ وہ میری تائی کے بیٹے کی منگیتر ہے۔اگر میں اپنی بہن تمہارے لیے قربان کر سکتا ہوں تو تم کیوں نہیں؟۔دیکھو جیا!۔ہم اگر ایک ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں ایسا ہی کرنا ہوگا۔میں حویلی نہیں چھوڑ سکتا۔اگر میں نے حویلی چھوڑ بھی دی تو میں کیا کروں گا؟۔اگر میں سب سے ہٹ کر چلا تو ہو سکتا ہے کہ جائیدادوں سے وہ مجھے عاق بھی کر دیں جو کہ میں قطعی نہیں چاہتا۔ہماری گاؤں میں لاتعداد زمینیں ہیں جیا۔وہ ہمارے لیے ہی تو ہیں۔ میں انہیں اپنے ہاتھ سے نکلتا نہیں دیکھ سکتا۔مجھے تم سے شادی کے لئے اپنی بہن کو بھی زبردستی دینا ہوگا جبکہ میں یہ اچھی طرح جانتا ہوں وہ دل میں ارحم بٹ کو بہت چاہتی ہے۔میں بھی تو اپنے دل کے لئے اپنی بہن کو قربان کر رہا ہوں؟۔تم بھی اپنے بھائی کو منا لو"۔وہ اسے سمجھا رہا تھا اور وہ سر ہاتھوں میں گرائے اسے سن رہی تھی۔

"اگر بھائی نہیں مانے تو؟"۔اس نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔

"میں زمینیں نہیں چھوڑ سکتا جیا۔اگر میں نے وٹہ سٹہ کے بغیر حویلی والوں کے خلاف جا کر شادی کی تو وہ مجھے اپنی جائیداد سے عاق کر دیں گے۔مجھے حویلی سے نکال دیں گے۔میں اپنی جائیداد نہیں چھوڑنا چاہتا۔وہ زمینیں ہمارے مستقبل کے لیے کافی ہیں۔

میں دوٹوک لہجے میں بات کرتا ہوں تم سے کہ میں حویلی کی دولت نہیں چھوڑ سکتا۔ مجھے اپنا مستقبل محفوظ کرنا ہے"۔

وہ اپنی لالچ کو مستقبل کی حفاظت کا نام دے رہا تھا۔ وجیہہ سمجھ نہ پائی بلکہ وہ یہ سوچ کر سہم گئی کہ کہیں وہ اسے نہ چھوڑ دے۔

"اور ہم دونوں کا کیا؟"۔

"میں تمہیں نہیں چھوڑنا چاہتا جیا"۔ وہ قدرے جذب سے بولا تھا۔

"تم اپنی زمینیں مت چھوڑنا حاد۔ بھائی کو ماننا ہوگا میری خوشی کے خاطر!۔ ہمیں اپنا مستقبل محفوظ بھی کرنا ہے۔ میں بھائی کو بتاؤں گی آج کل میں!۔ تمہارے بارے میں بھی اور تمہاری حویلی کی رسموں کے بارے میں بھی۔ وہ مان جائیں گے"۔

وجیہہ کے منہ سے یہ سب سنتے ہوئے اس کی باچھیں کھل اٹھیں۔

"تم سچ کہہ رہی ہو؟"۔ اسے قطعی امید نہیں تھی کہ وہ اتنی جلدی مان جائے گی۔

"بلکل!"۔ وہ مسکرائی۔ وہ اسے کھونا نہیں چاہتی تھی بلکل ایسے جیسے وہ اسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔ ہاں وہ ایک دوسرے سے دل محبت کر سکتے تھے۔ چار سال کی محبت قطعی جھوٹی نہیں ہو سکتی۔

اسی وقت موبائل پر پھر بیل بجی تو اس نے نام پڑھا۔"صالحہ"نام جگمگا رہا تھا۔صالحہ کے پاس کوئی بڑا موبائل نہیں تھا بلکہ ایک چھوٹا بٹن والا موبائل تھا۔یہ سب چیزیں حویلی والوں سے دور تھیں۔وہ ایک دفع حیدر کے ساتھ شہر آئی تھی تو حیدر نے اسے چھپکے سے یہ موبائل دلایا تھا۔حالانکہ اس موبائل پر وہ میسج کے سوا کچھ نہیں کر سکتی تھی، مگر یہ بھی صالحہ کے لیے بہت خاص تھا کیونکہ یہ اس کے ویرنے دلایا تھا یہ کہہ کر کہ حویلی میں کسی کو مت بتانا ورنہ اس بات پر بھی قیامت برپا ہو جائے گی۔اس کا نام دیکھ کر ہی اسے اپنی بہن کی بری قسمت کا خیال آیا۔اس نے کال اٹھا کر کان سے فون لگایا۔

"ہیلو"۔اس نے آغاز کیا۔دوسری طرف سے جو روتے ہوئے ہچکیوں کے ساتھ بتایا گیا تھا اسے سن کر اس کی آنکھیں پھٹتی چلی گئیں۔

"کیا؟شرجیل کا قتل؟ارحم؟نکاح؟"۔وہ ہکلاتے ہوئے لفظ ادا کر رہا تھا۔وجیہہ کے ماتھے پر بل پڑے۔وہ یک دم پریشان ہوئی۔

"ہاں!میں تھوڑی دیر میں نکلتا ہوں گاؤں کے لیے تم رومت!"۔اسے تنبیہہ کرتے ہوئے کال کاٹی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"حویلی کے حالات ٹھیک نہیں ہیں جیا۔مجھے جانا ہوگا۔شرجیل کا قتل ہو گیا ہے اور ارحم کا ونی سے نکاح۔مجھے جانا ہے ابھی"۔وہ ہڑبڑاتے ہوئے اٹھ کھڑ

وجیہہ نے تیزی سے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں حالات کو وہاں پہنچ کر آگاہ کروں گا"۔

"ٹھیک ہے حاد۔ تم کب آؤ گے اب؟"۔وہ پریشان ہو گئی تھی۔وہ شہر آیا بھی تو کتنے دنوں بعد تھا اور اب اتنی جلدی چلا جائے گا۔

"جلدی واپسی ممکن نظر نہیں آ رہی!۔میں کوشش کروں گا جیا۔تم اپنے بھائی سے بات کر لینا"۔وہ کہہ کر رکا نہیں تھا۔"خدا حافظ "کہتا اداس نظروں سے آگے بڑھ گیا تھا۔وجیہہ نے ہاتھ میں پہنی گھڑی کی طرف نگاہ ڈالی۔وجدان آنے والا تھا۔اسے جاننا صرف اتنا تھا کہ ان کی زندگی کی کہانی رخ کس طرف موڑتی ہے۔

-----------------------*

"اتنی چپ چپ کیوں ہو وجیہہ؟"۔بلیک پینٹ کوٹ پر کالی ٹائی، آنکھوں پر حیرت لیے اس سے سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔وجیہہ کا دل گویا حلق میں آیا۔

"نہیں وہ بس۔۔۔۔کچھ نہیں میں۔۔وہ۔۔"اسے اتنی جلدی کوئی بہانہ نہ مل پایا۔

"کیا ہوا؟۔کوئی بات ہے؟ کیا تمہیں کچھ چاہیئے؟"۔وہ چونکا۔

دل چاہا بول دے کہ "آپ کی قربانی"۔

اسے خود پر افسوس ہوا کہ وہ کیسی بہن ہے جو اپنے بھائی کی محبت کا فائدہ اٹھانے لگی ہے۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے بھائی، مگر ابھی نہیں"۔وہ بول پڑی کہ کبھی نہ کبھی تو کہنا ہی تھا۔دل نے منع کیا، مگر دل کو تھپک دیا۔وہ چار سال کی محبت کے لیے اپنے بھائی کی بائیس سال کی محبت اور شفقت بھلا رہی تھی۔

"کیا کوئی خاص بات ہے گڑیا؟"۔اس کے یوں گڑیا بولنے پر وجیہہ کو رونا سا آنے لگا۔ اسے لگا وہ اس لقب کے قابل نہیں ہے۔

"ہاں بھائی۔ہم اس موضوع پر رات میں بات کریں گے"۔اس کے لب کپکپانے لگے تو اس نے پہلو بدلا تا کہ اپنا آپ ریلیکس کر سکے۔

------------------------*

مغرب تک میت کو حویلی لے آیا گیا تھا۔دا جی نے دھاڑ کر عورتوں کو خاموش کروایا۔ زاہدہ چچی تڑپ کر رہ گئیں۔دل چاہا کہ چیخیں چلائیں کہ کیا وہ اپنے بیٹے کی موت کا غم بھی نہیں منا سکتیں۔وہ بھاگتی ہوئی میت کی طرف آئی تھیں۔باقی سب عورتیں بھی آس پاس ہی کھڑی تھیں۔ سب افسوس کر رہے تھے۔وہ اپنے بیٹے کا چہرہ آخری بار دیکھنے کے لئے اس کے قریب آ کھڑی ہوئیں۔اس کے چہرے سے چادر اٹھاتے ہوئے ہاتھ مسلسل کانپ رہے تھے۔صالحہ زینے اتر کر نیچے آئی تھی اور اب دیوار پکڑے

کھڑی تھیں۔آنسو مسلسل بہے جا رہے تھے۔زاہدہ چچی نے چادر اٹھائی۔آنکھیں حیرت سے پھٹیں اور وہ چیختے ہوئے پیچھے ہٹیں۔پیچھے سے شرجیل دروازے سے اندر داخل ہوا۔سمیعہ تائی جو اپنے بیٹے کا نکاح کا سن کر تھوڑی مطمئن بیٹھی تھیں،چیختے ہوئے میت کی جانب بڑھیں۔

"ہمارا بیٹا مر گیا سمیعہ"۔شبیر بٹ صدمے کی حالت میں بولے۔

"ارحم"۔چادر میں لپٹا ان کا جوان بیٹا خون میں لت پت تھا۔وہ چیختے ہوئے اس کی جانب بڑھیں۔صالحہ فق ہوئی رنگت کے ساتھ سارا تماشہ دیکھ رہی تھی۔وجود ڈھیلا پڑ رہا تھا۔وہ جو سر پر ڈوپٹہ ڈالنے لگی تھی،ہاتھ ڈھیلے ہوگئے اور ڈوپٹہ زمین پر گر گیا۔ شرجیل ساکت سی نظریں ارحم کے بے جان ہوئے وجود پر ڈالے ہوا تھا۔اس بھرے مجمع میں پیچھے دروازے سے حیدر نے قدم رکھا۔بندوق کی گولیاں ارحم کے سینے میں پیوست تھیں اور رنگت سفید لٹھے کی مانند ہو رہی تھی۔صالحہ کی آنکھ سے ایک آنسو ٹپکا اور وہ زمین پر اوندھا منہ گر گئی۔حیدر نے اس مرے ہوئے شخص کو دیکھا اور سہم کر پیچھے ہٹا۔وہ خبر غلط تھی جو ان تک پہنچی تھی۔شرجیل کا نکاح ہوا تھا اور ارحم کا قتل۔۔۔۔

----------------------*

اس کی آنکھ کھلی تو وہ ایک بند کمرے میں تھی۔اس کے سر پر کوئی پٹیاں رکھ رہا تھا۔اس نے سر اوپر کر کے دیکھنا چاہا، مگر کمزوری اتنی کہ ایک انچ نہ ہل پائی۔کیا ہوا تھا؟وہ یہاں کیوں ہے اور کب سے ہے؟وہ ماضی کو یاد کرنے لگی۔سانسیں گہری ہو رہی تھیں۔سر پر ایک اور پٹی رکھی گئی۔اس نے بولنے کی کوشش کی، مگر بول نہ پائی۔ایک لالٹین اس کے سامنے میز پر رکھی تھی جس کی مدھم روشنی کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔اس نے ایک بار پھر کوشش کی بولنے کی، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ہمت ہارے بغیر وہ پھر سے کوشش کرنے لگی۔لب کپکپائے اور لرزتے ہوئے ایک الفاظ لبوں سے آزاد ہوا۔

"ک۔کون؟"۔وہ بس اتنا ہی کہہ پائی۔

"تمہاری چچی"۔اس کے پیچھے بیٹھی عورت دھیرے سے بولی اور ایک پٹی پھر اس کے ماتھے پر رکھی۔

"شمیلہ؟"۔ادھ کھلی آنکھوں سے سامنے دیکھتے ہوئے پھر سے پوچھا۔

"ہاں میری دھی"۔وہ پیار سے ہاتھ اس کے ماتھے پر ہاتھ پھیر کر بولیں۔صالحہ نے پوری آنکھیں کھولیں۔ایک دم ذہن میں جھماکا ہوا۔وہ سفید کپڑے میں لپٹا وجود،

خون اور چیخنے چلانے کی آوازیں اور اس کا بے ہوش ہونا۔ہاں اسے سب یاد تھا۔اسے وہ لمحات یاد آئے تو سانسیں پھولنے لگیں۔دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔وہ ساری طاقت جمع کرتی ہوئی اٹھ بیٹھی۔"چچی ارحم صاحب؟؟"شمیلہ چچی نے اسے دیکھا، مگر کچھ کہا نہیں۔اب بھلا وہ اس تلخ حقیقت کو ایک بار پھر دہراتیں کہ وہ اب نہیں رہا؟۔ انہوں نے نظریں پھیر لیں۔وہ ان کے جواب کا انتظار کرتی رہی۔

"ٹھیک ہے میں خود ہی پتا کر لیتی ہوں"۔وہ ڈوپٹہ اٹھاتی ہوئی خود ہی دروازے کی جانب بڑھی۔کمزوری کے باعث چال میں لڑکھراہٹ جاری تھی۔

"اس کو مرے ہوئے دو دن ہو چکے ہیں صالحہ !"۔انہوں نے بھاگتی ہوئی صالحہ کو اطلاع دی۔وہ بول نہیں رہی تھی بلکہ زنجیر سے اس کے پاؤں لپیٹ رہی تھیں۔وہ الفاظ نہیں تھے، وہ خنجر تھے اور اس درد کی تکلیف ایسی تھی جیسے ایک زخم پر بار بار وار کیا جائے۔اس نے تیزی سے پلٹ کر انہیں دیکھا۔

"آپ جھوٹ کیوں بول رہی ہیں؟ آپ اس لیے یہ سب کہہ رہی ہیں تاکہ میں باہر نہ جاؤں؟"۔وہ اب بھی یقین کرنے کو تیار نہ تھی۔وہ کہہ کر پھر سے پلٹنے لگی۔

"اگر ایسا ہے تو اپنے کمرے کو ہی دیکھ لو صالحہ جو دو دن میں اتنا تبدیل ہو چکا ہے۔ وہ تصویریں جو شاید تم نے پھاڑی تھیں، وہ میں نے تمہاری دراز میں ڈال دی ہیں تا کہ کسی کی نظروں میں نہ آئیں۔ ہوش میں آؤ صالحہ"۔

وہ ٹھٹھکی۔ اس نے نگاہیں پورے کمرے میں دوڑائیں۔ کمرہ دھول اور مٹی میں اٹا ہوا تھا۔ صاف لگ رہا تھا کہ صفائی نہیں ہوئی ہے۔ چونکہ اس کے کمرے کی کھڑکی سے جنگل نظر آتا تھا اور ہواؤں کا رخ بھی اس جانب کو ہوتا تو کمرہ بہت جلدی ہی گندہ ہو جایا کرتا تھا۔ وہ اکثر کھڑکی بند رکھتی تھی۔ اس کمرے کو واقعی دو دن سے صاف نہیں کیا گیا تھا۔ وہ سہمی۔ نگاہیں کھڑکی کی جانب اٹھیں اور وہ مرے مرے قدموں سے کھڑکی کی طرف بڑھی۔ کھڑکی پر بھاری پردے لگے تھے۔ اس نے کونے سے ذرا سا ہٹا کر نیچے جھانکنے کی کوشش کی۔ ہر طرف اندھیرا تھا۔ سامنے جنگل تھا اور نیچے ان کا باغ۔ رات بہت تھی جس کی وجہ سے حویلی کی لائٹیں بھی بند تھیں۔ لگتا تھا سب سو گئے تھے۔ اسے باغ میں چھوٹا سا آگ کا شعلہ سا محسوس ہوا تو وہ رک اسے بغور دیکھنے لگی۔ وہ دا.جی تھے جو اپنے مخصوص سگار پی رہے تھے۔ اس نے جلدی سے کھڑکی کھولی۔ کھڑکی کھلتے ہی سرد ہوا کی لہر اندر داخل ہوئی جس نے اسے کانپنے پر مجبور کر دیا تھا۔ پیچھے مسہری سے کمر ٹکائے بیٹھیں شمیلہ چچی نے شال اوڑھ لی۔ وہ اسے روکنا نہیں چاہتی تھیں۔

صالحہ نے ہواؤں کو نظر انداز کرتے ہوئے نیچے دیکھا۔داجی شال اوڑھے آرام دہ کرسی پر بیٹھے تھے۔لالٹین ان کے سامنے پلاسٹک کی میز پر رکھی تھی۔وہ اتنے مطمئن بیٹھے تھے،اسے یقین نہ آیا۔وہ پلٹی اور اپنے کمرے کی دیوار پر لگے کیلنڈر دیکھنے لگی۔بلآخر اسے یقین ہو ہی گیا۔ہاں وہ ٹھیک کہہ رہی تھیں۔کیلنڈر میں آج کے دن پر مارک لگا ہوا تھا۔اس کا دل پھٹنے کے قریب تھا۔ایک عجیب سی خاموشی چھا گئی۔

"آج اس کا سوئم تھا صالحہ"۔ایک اور انکشاف۔صالحہ ساکت رہ گئی۔اس کا دل بے تحاشہ دھڑکنے لگا۔اس نے دیوار کی طرف پیٹھ کی اور اس کے سہارے بیٹھتی چلی گئی۔اس کے ہونٹ لرزنے لگے۔

"چچی۔۔۔"وہ اس نے لرزتے ہوئے گردن موڑ کر برابر بستر پر بیٹھی چچی کو دیکھا۔ چچی تڑپ اٹھیں۔

"ہاں میری دھی"۔

"میرے دل کی تکلیف بڑھ رہی ہے چچی"۔وہ رو نہیں رہی تھی۔وہ صرف بے جان ہوئے وجود کے ساتھ انہیں اپنے دل کا حال بتا رہی تھی۔وہ چپ رہیں۔کہتیں بھی تو کیا کہتیں؟۔وہ یہ باتیں محدود لوگوں سے ہی کر سکتی تھی۔شمیلہ چچی ان محدود لوگوں میں سے ایک تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میں کیا کروں اب چچی؟"۔وہ پوچھ رہی تھی۔کوئی تو حل ہو گا اس درد کا؟ جیسے ہر بیماری کی دوا ہوتی ہے، جیسے ہر سوال کا جواب ہوتا ہے۔یقیناً اس کا بھی کوئی حل ہو گا۔

ایک آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ کر گالوں تک آیا تھا۔

ہاں اس کا بھی ایک جواب تھا!۔

"صبر! صبر کر میری دھی"۔

صالحہ نے سر اٹھایا۔

"مگر اس کا زخم بہت گہرا ہے اور تکلیف بے پناہ ہے چچی۔کیسے صبر کروں؟"۔وہ تڑپتے ہوئے بولی۔

"صبر سے بہترین کوئی حل نہیں صالحہ"۔وہ اٹھ کر شال ارد گرد لپیٹتے ہوئے کھڑکی کی جانب آئیں۔

"صالحہ کیا تجھے نہیں معلوم کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے؟"۔

صالحہ نے بے ساختہ انہیں دیکھا۔

"یاتو نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۳ نہیں پڑھی؟"۔ چچی لالٹین اٹھا کر اس کی طرف مڑیں۔

اسے یقین نہ آیا۔ چچی اور اللہ کی باتیں؟ اللہ کا کلام؟۔

"یہ کلام؟"۔ صالحہ کے لہجے میں حیرت واضح تھی۔

"اس حویلی کے مرد اور عورتیں اتنا گم ہیں اپنے آپ میں کہ اللہ سے دوری اختیار کر لی ہے۔ یہ رسوم ورواج جن کی زد میں یہ حویلی ہے، کیوں ہے؟۔ یہ فضول رسم ورواج اللہ سے دوری کا ہی تو نتیجہ ہے۔ تمہیں حیرت ہو رہی ہے ہو گی کہ میں قرآن اور اللہ کی باتیں کر رہی ہوں۔ میں تم سے یہ باتیں کبھی نہ کرتی اگر تم صالحہ نہ ہوتی۔ میں بہت عرصے سے جانتی ہوں کہ تم قرآن کا مطالعہ کرتی ہو۔ میں بھی کر رہی ہوں مطالعہ اور بہت کچھ بدلا ہے میں نے اپنے اندر!۔ کافی مہینے ہو گئے ہیں مجھے مطالعہ کرتے ہوئے"۔

یہ بات صالحہ کے لیے واقعی ناقابل یقین تھی۔

"اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے صالحہ!۔ صبر کرو"۔ انہوں نے کھڑکی بند کر کے پردے لگا دیئے۔ صالحہ ان کو سنتی رہی۔ وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی۔ اس کے آنکھیں

بہنے لگیں۔ارحم کی یاد شدت اختیار کر رہی تھی۔اسے یک دم ثریا کا خیال آیا۔اگر صالحہ نے اپنا منگیتر کھویا تھا تو صالحہ نے اپنا بھائی!۔

"ثریا کیسی ہے چچی؟"۔

"اس نے تو بھائی کھویا ہے اپنا۔وہ صرف روتی رہی تھی۔تم اس سے ملنے جاؤ صالحہ۔اس سے باتیں کرو وہ بہل جائے گی"۔چچی نے اسے ہاتھ بڑھایا جسے تھام کر وہ کھڑی ہو گئی۔

"وہ کہاں ہے؟"۔وہ دم بخود ہو کر بولی۔

"اسے کہاں ہونا چاہیئے؟"۔انہوں نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"میں اس سے ملنے جا رہی ہوں"۔وہ کچھ سوچے بغیر اپنا فیصلہ سناتی باہر نکلنے لگی۔

"تم ٹھیک نہیں ہوں صالحہ۔تم بیمار ہو میری دھی"۔انہوں نے پیچھے سے اسے پکارنا چاہا۔

"میں اس سے ملنا چاہتی ہوں چچی"۔وہ اپنی چادر سنبھالتی دروازہ کھولنے لگی۔ابھی باہر نکلی ہی تھی کہ کسی نے اسے مضبوطی سے پکڑ کر اندر دھکیلا۔اندھیرے کے باعث وہ اس کا چہرہ نہ دیکھ پائی۔

"صالحہ کہاں جارہی ہو"۔وہ حیدر تھا جو اسے باہر جانے سے روک رہا تھا۔اس کی آواز پہچانتے ہی صالحہ کے آنسو آنکھوں سے نکل کر گالوں سے ٹپکنے لگے۔وہ اس کے گلے لگ گئی۔ہاں اسے صرف اپنے ویر کی ہی ضرورت تھی۔وہ اس کے گلے لگتے ہی روتی چلی گئی۔آنسو تیزی سے بہتے رہے اور حیدر کی شرٹ کو بھگوتے رہے۔حیدر ساکت رہ گیا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ صالحہ اس کے گلے لگی ہو۔اسے اپنی بہن پر بے تحاشہ ترس آیا۔وہ روتی جارہی تھی اور حیدر میں اتنی ہمت بھی نہ تھی کہ اسے بہلائے۔وہ ویسے ہی ساکت کھڑا رہا۔اسے ارحم کی موت کا دکھ تھا، مگر اس کی موت سے اسے یہ آسانی ہو گئی تھی کہ اب صالحہ کو قربان کرنا آسان ہو گیا تھا۔اس نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا اور بال سہلانے لگا۔نظریں سامنے کی طرف مرکوز تھیں جہاں دیوار تھی۔شمیلہ چچی صرف اس کی حرکت نوٹ کر رہی تھیں۔حیدر کے ماتھے پر سوچوں کی لکیریں عیاں ہوئی۔اس کا ایک ہاتھ مسلسل اس کے بالوں سہلا رہا تھا۔وہ اسے تسلی نہیں دے رہا تھا، بلکہ یہ سوچ رہا تھا کہ صالحہ ابھی تو قربان بھی ہونا ہے۔ابھی تو اور ٹوٹنا ہے۔میں جانتا ہوں صالحہ کبھی اپنے بھائی کو "نا" نہیں کہے گی۔ابھی تو بہت کچھ ہونا باقی ہے۔ ذہن منصوبہ بنا رہا تھا کہ اب کیا کیا جائے۔وہ اس قدر ہچکیوں سے رونے لگی تھی کہ

حیدر کو لگا وہ یہ سب نہیں کر پائے گا۔اس کی محبت حاوی ہونے لگی۔دماغ اور دل لڑ رہے تھے۔اور پھر یوں ہوا کہ۔۔۔

"جاؤ بستر پر سونے لیٹ جاؤ۔ابھی باہر کہیں نہیں جاؤ۔دیکھو تم نے میری شرٹ بھی بھگو دی۔تم دو دن بعد ہوش میں آئی ہو صالحہ !۔ تمہیں بخار ہے آرام کرو"۔یہ کہتے ساتھ وہ اسے خود سے جدا کرتا بستر تک لے آیا اور بٹھا دیا۔وہ بھائی کو دیکھتی رہ گئی۔ اسے اپنا ویر تھوڑا بدلا ہوا محسوس ہوا۔

"چچی مجھے تھوڑا کام ہے تو آپ اسے دیکھ لیں۔میں باہر سے ہو آتا ہوں"۔وہ تھوک نگلتا صالحہ کو دیکھنے سے گریز کر رہا تھا۔شمیلہ چچی نے کوئی جواب نہ دیا،البتہ وہ اسے غور سے دیکھ ضرور رہی تھیں۔وہ نظر انداز کرتا باہر نکل گیا۔

---**---

رات کا پتا نہیں کونسا پہر تھا جب وہ گھر میں داخل ہوا۔دروازے کو کس کر لاک لگا کر چابی کوٹ کی جیب میں رکھی اور پارک ہوئی گاڑی پر نظر ڈالتا آگے بڑھ گیا۔پورا دن مصروفیت میں گزرا تھا جس کے باعث وہ تھک چکا تھا۔اسے پوری امید تھی کہ پچھلے دو تین دن کی طرح وہ آج بھی اس کا انتظار کرتی سو چکی ہو گی۔سردنوں کی رات تھی۔

پورا اسلام آباد دھند میں ڈوبا ہوا تھا۔وہ دبے پاؤں چلتا لاؤنج میں داخل ہوا۔کپکپاتے ہوئے اس نے لاؤنج کا دروازہ بند کیا۔پورا گھر اندھیرے میں ڈوبا تھا۔لیپ ٹاپ بیگ کندھے پر ٹکا تا دونوں ہاتھ آپس میں رگڑتا ہوا وہ جلد از جلد کمرے میں پہنچنا چاہتا تھا۔ زینے چڑھتا ہوا پہلی منزل پر پہنچا۔اس کے کمرے کے بازو والا کمرہ جیا کا تھا۔وہ یقیناً اس سے ناراض ہو گی۔اپنے کمرے کا ہینڈل ابھی گھمایا ہی تھا کہ پیچھے سے یک دم کسی نے لائٹ جلائی۔وہ وہیں ٹھٹھک گیا بلکہ سہم گیا۔وہ سمجھ گیا تھا کہ اب وہ پکڑا گیا۔ مجرموں کی طرح پیچھے پلٹا اور سامنے کھڑی اس لڑکی کو ندامت سے دیکھنے لگا جو دونوں ہاتھ سینے پر باندھے اسے خونخوار نظروں سے گھور رہی تھی۔کچھ لمحوں کی خاموشی چھا گئی۔

"معافی؟"۔وہ سر جھکا کر ایک آنکھ چھوٹی کرتے ہوئے ندامت سے پوچھنے لگا۔

جیا نے نفی میں سر ہلایا۔

"گنجائش بھی نہیں؟"۔

"بلکل بھی نہیں"۔

اوہ تو کسی قیمت بھی رعایت نہیں بخشی جائے گی۔وجدان نے گہری سانس لی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میں جلدی آنا چاہتا تھا مگر۔۔۔۔آئم سوری جیا بھائی کی جان! ایک ہفتے سے بہت بوجھ ہے کام کا۔میں تقریباً ایک ہفتے سے روز ہی تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جلدی آؤں گا رات کو، مگر اتنا بوجھ ہوتا ہے کام کا کہ تم سے کیا ہوا وعدہ توڑنے پر مجبور ہو جاتا ہوں"۔ وہ شرمندہ تھا۔جیا نے اسے گھورا جو بہت معصومیت سے بتا رہا تھا۔اسے یک دم اپنے بھائی پر پیار آیا۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔آپ کپڑے تبدیل کر کے میرے کمرے کے ٹیرس پر آجائیں"۔وہ خفگی سے رخ موڑتی اپنے کمرے میں چلی گئی۔وجدان نے کھلی کھڑکی کو دیکھا جہاں سے کھلا آسمان نظر آرہا تھا۔

"اتنی رات ہو رہی ہے۔کیا بات اتنی ضروری ہے۔کہیں اس کو کوئی پریشان تو نہیں کر رہا؟"۔وہ سوچتا ہوا کپڑے تبدیل کرنے اندر بڑھا۔کپڑے نکال کر پانچ منٹ میں باہر آیا۔جیا نے اس سے اہم بات کرنی تھی اور یہ بات اسے اور ستا رہی تھی۔اس نے افراتفری میں کپڑے تبدیل کیے۔کالی فل سلیو شرٹ پر بلیک ٹراؤزر اور کالی شال سے خود کو ڈھانپ کر وہ کمرہ بند کرتا باہر نکل آیا۔دونوں ہاتھ آپس میں رگڑے تاکہ گرماہٹ پیدا ہو۔اسے بہت بھوک لگی تھی۔دل نے کافی پینے کی تمنا کی۔وہ جیا کا دروازہ ہلکا سا ناک کر کے اندر داخل ہوا۔وہ ٹیرس میں لگے جھولے پر بیٹھی تھی۔جیا کی

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وجدان کی طرف پیٹھ تھی۔اس نے مڑ کر وجدان کو دیکھا اور چہرہ آگے کی طرف کر لیا۔وجدان کو لگا وہ اب تک ناراض ہے، مگر ایسا نہ تھا۔وہ اس کے کمرے سے چلتا ہوا اس کی طرف آیا اور اس کے برابر جھولے پر بیٹھ گیا۔وہ پہلے جھولے اپنے پاؤں سے ہلکا ہلکا جھلا رہی تھی، مگر اب وجدان بھی اس شامل ہو گیا تھا۔اندھیری رات تھی اور بس ایک مدھم سا بلب کمرے میں چل رہا تھا۔اب وہ آسمان کو تکنے میں اکیلی نہیں تھی، وجدان اس کے ساتھ تھا۔کیا نظارہ تھا جو وجدان کا دل لوٹ کر لے گیا تھا۔اسلام آباد کی خوبصورتی اسے پگھلا رہی تھی۔چار سو دھند چھائی ہوئی تھی۔دور دور چھوٹی چھوٹی جگمگاتی لائٹیں تھیں۔دھند کی وجہ سے دور پہاڑ بہت مشکل سے نظر آ رہے تھے۔کالا آسمان ایسا لگ رہا تھا جیسے کالے کپڑے پر موتی ٹانک دیئے ہوں۔اسلام آباد ہو اور خوبصورت نہ ہو، یہ ناممکن تھا۔وہ دونوں آسمان کو دیکھ رہے تھے۔وجدان نے گہری سانس ہوا میں چھوڑی تو دھواں نکلتا محسوس ہوا۔کیا نظارہ تھا سامنے کا!۔وہ دونوں اس میں محو سے محو تر ہوتے جا رہے تھے۔تھوڑی دیر بعد جیا ہڑ بڑائی۔وہ بھول گئی تھی اسے گفتگو کرنی ہے۔اس نے گردن موڑ کر بھائی کو دیکھا۔رنگت بدلنے میں لمحہ نہیں لگا۔وہ کیسے کہے گی وہ بات ؟۔کیا بولے ؟اور شروعات ؟وہ کیسے کرے گی ؟اس کی پلکیں کانپنے لگی۔وجدان اسے دیکھ نہیں رہا تھا، مگر اس کے تاثرات کو محسوس کر سکتا

تھا۔وہ بظاہر سامنے دیکھ رہا تھا۔وجدان نے گردن موڑ کر اسے دیکھا تو جیا نے چہرہ آگے کر لیا۔

"جیا گڑیا۔تمہیں کچھ بتانا تھا۔دیکھو اب میں ہوں تمہارے پاس۔کہو"۔مدھم آواز میں وہ اسے بہت پیار سے دیکھ رہا تھا۔جیا نے بے اختیار لب بھینچے۔وجدان کے کندھے تھکن کی وجہ سے دکھنے لگے تو وہ اپنے سے دبانے لگا۔وہ تھکا ہوا تھا، مگر پھر بھی اس کے ساتھ بیٹھا تھا۔

"بھائی وہ۔۔۔۔"اس کے ہونٹ یک دم کپکپانے لگے۔

"کیا جیا۔۔ایسے ادھوری بات نہ کرو۔مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔کیا پریشانی ہے بتاؤ"۔

"بھائی وہ۔۔۔آپ۔۔۔میں۔۔۔۔"وہ ہکلانے لگی۔وہ کہنا چاہتی تھی، مگر کہہ نہیں پا رہی تھی۔"بھائی۔۔وہ۔۔۔کہہ رہی تھی۔۔۔کہ آپ میرے لیے کیا کر سکتے ہیں؟"۔وہ بس اتنا ہی کہہ پائی۔

وجدان نے اسے بغور دیکھا۔

"تم جانتی ہو نا میں کتنا پیار کرتا ہوں؟۔جان تک قربان کر سکتا ہوں میں اپنی! صرف تمہارے لیے۔میرا تمہارے سوا ہے ہی کون اس دنیا میں؟۔تمہارے لیے تو کچھ بھی کر سکتا ہوں"۔وہ اسے سن رہی تھی۔

"کیا کر سکتے ہیں؟"وہ ساکت ہوئی اس سے پوچھ رہی تھی۔

"جان قربان کر سکتا ہوں گڑیا"۔وہ مسکرایا۔

"جان کی قربانی نہیں چاہیئے"۔وہ اٹکتے ہوئے بولی۔

"تو؟"۔وہ سمجھا نہیں۔

"وہ رشتہ لانا چاہتا ہے بھائی"۔وہ بالآخر بول پڑی۔

وجدان حیران ہوا۔

"کون؟"۔

"وہ جو میرے ساتھ یونیورسٹی کے چار سالوں سے ساتھ ہے۔حیدر!"۔اس کہہ کر آنکھیں میچیں۔

پھر یوں ہوا کہ کچھ وقت خاموشی چھا گئی۔اس نے جیا کو سر تا پیر دیکھا۔اسے پتا ہی نہ چلا کہ وہ اتنی بڑی ہو گئی ہے۔

"تم۔۔ تم اسے۔۔۔ پسند کرتی ہو؟"۔ وہ اس حیدر نامی شخص سے ملا بھی نہیں تھا، مگر اس کی رضا چاہنا چاہتا تھا۔

جیا نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا۔

"تو کیا اب۔۔۔ مطلب اب؟"۔ وجدان کو کچھ سوجھ نہیں رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔

"وہ گاؤں میں رہتا ہے"۔

اس کی آواز وجدان کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی اور اس نے آنکھیں پھاڑ کر جیا کو دیکھا تھا۔ وہ لمحہ بھر کر شاک رہ گیا۔

"کیا کہا؟ گاؤں؟ میں تمہیں گاؤں نہیں بجھواؤں گا۔ اسی شہر میں رہو گی تم۔ میں خود سے دور کیسے کر سکتا ہوں؟"۔

"اوہو بھائی خدارا۔ بچی نہیں ہوں میں اب! ۔ یونیورسٹی کا آخری سال چل رہا ہے۔ اپنا فیصلہ میں خود کر سکتی ہوں! ۔ مجھے مشوروں کی نہیں مدد کی ضرورت ہے۔ کہ اگر میں آپ دل کے قریب ہوں تو آپ کو میری مدد کرنی ہو گی"۔

وجدان کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔ وہ کیسے لمحوں میں اسے جھڑک گئی تھی۔ وجدان کو اس وقت وہ چھوٹی بچی نہیں لگی تھی جس کے لیے وہ ہمیشہ حساس رہتا آیا تھا۔

"کیسی مدد؟"۔

"ان کی حویلی میں ایک رواج ہے کہ وہ وٹہ سٹہ کے بغیر شادی نہیں کرتے"۔

"کیا؟ کیا مطلب ہے اس بات کا؟"۔ وجدان نے حیرانی سے پوچھا۔ جیا کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔

"اس کی بب۔ بہن کی شادی جب تک آپ سے نہیں ہو گی۔ ہماری شادی بھی نن۔ نہیں ہو سکے گی"۔ وہ ہکلانے لگی۔

"تو؟"۔ اس کے کان سائیں سائیں کرنے لگے۔

"میں اس کے بغیر مر جاؤں گی بھائی۔ اگر وہ مجھے نہ ملا تو میں نہیں رہ پاؤں گی۔ آپ اس کی بہن سے شادی کر لیں۔ آپ نے کہا تھا کہ آپ مجھ سے پیار کرتے ہیں وجدان بھائی۔ پھر اپنی گڑیا کے لیے یہ بات مان لیں"۔

وہ کہتے ساتھ روتی جا رہی تھی اور وجدان اسے ہونقوں کی طرح تکا جا رہا تھا۔ یہ بات جیا اچھے طریقے سے جانتی تھی کہ اس کے دل میں صرف درشہوار ہے۔ وہ اسے بھول نہیں سکتا، مگر پھر بھی؟۔ وہ اس کے دل کا گلا گھونٹنے کو کہہ رہی تھی۔ ہاں! وہ اسے قربان ہونے کا کہہ رہی تھی۔ یہ ناقابلِ یقین تھا۔ بے یقینی کا آنکھوں پر ٹھہرا تھا۔ چار

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsanay|Articles|Books|Poetry|Interviews

سال کی محبت کے لیے وہ اپنے بھائی کا دل ٹکڑے ٹکڑے کر رہی تھی۔ وجدان کو محسوس ہوا اب وہ اس کی گڑیا نہیں رہی ہے۔ اب وہ بچی نہیں رہی وہ ساکت رہ گیا۔ اتنی سرد مہری اپنے بھائی کے لیے جس نے اپنی محبت کو اس پر تمام کر دیا۔ وہ کرب سے آنکھیں میچ گیا۔ اس کا دل چاہا صاف منع کر دے۔ وہ فیصلہ کر چکا تھا۔

وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ جیا نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ وجدان جانے لگا۔

"آپ جواب دیے بغیر نہیں جا سکتے بھائی"۔ جیا پیچھے سے بولی تو وہ تھم گیا۔

"مجھے منظور ہے وجیہہ۔ اس سے کہنا مجھ سے ملاقات کرے"۔ سرد بظاہر ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہتا ہوا وہ آگے بڑھ گیا۔ جیا نے تھوک نگلا۔ آج شاید پہلی بار وجدان نے سرد مہری سے اس کا پورا نام لیا تھا۔ نہ اسے گڑیا کہا، نہ جیا۔ سکوت کا عالم چھا گیا۔ کمرہ کھلنے کی اور پھر بند ہونے کی آواز آئی۔ وہ جا چکا تھا۔

___**___

وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا اور جھٹ سے فون جیب سے نکال کر جیا کو کال ملانے لگا۔

"ہیلو جیا؟"۔

"ہاں حاد"۔

"تم نے بات کی؟"۔

"ہاں ہو گئی ہے بھائی سے بات۔ انہوں نے کہا وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں"۔

یہ بات حیدر کے دل کو تسکین پہنچا گئی۔

"میں پرسوں آؤں گا جیا اور ہاں! میرے پاس موقع ہے صالحہ کو لانے کا!۔ میں اسے بہانے سے لا سکتا ہوں اور ویسے بھی وہ ارحم کی موت کی وجہ سے بہت ڈسٹرب ہے! وہ بھی صالحہ کو دیکھ کر تسلی کر لے گے۔ میں اسے پرسوں ساتھ لے آؤں گا۔ ملاقات کا وقت ان سے پوچھ کر بتا دینا"۔

"یہ بہتر ہو گا حیدر۔ تم اسے لے آنا۔ میں انہیں کل بتا دوں گی"۔

"کیا وہ واقعی آسانی سے مان گئے؟"۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

"ہاں حیدر۔ مگر وہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئے تھے۔ ان کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ میں ایسی کوئی خواہش کا اظہار کروں گی۔ وہ بہت تکلیف میں گئے ہیں حیدر۔ میں نے تو یہ بھی نہ سوچا کہ وہ کسی سے محبت کرتے تھے۔ حیرت ہے انہوں نے میری محبت کا احترام کیا"۔ اب یہ سب ہی ہونا تھا۔ وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ وہ واقعی تکلیف میں تھا۔

وہ اپنے بھائی کا دل پیروں تلے روند گئی تھی۔اپنے لہجے اور فیصلے سے۔وہ اس سب کی توقع اس سے نہیں کرتا تھا۔اب بھی اپنے کمرے میں بستر پر اوندھا لیٹا جیا کی باتوں کو ہی سوچ رہا تھا۔بھوک کا یہ عالم تھا کہ اب پیٹ میں درد ہو رہا تھا اور تھکن سے آنکھیں بند ہو رہی تھیں، مگر وہ سوچ رہا تھا کہ کہاں اس سے کوتاہی ہوئی۔آج اس نے در شہوار کی تصویر بھی نہ دیکھی اور نہ اسے سوچا۔نینداس پر حاوی ہونے لگی۔وہ سو گیا اور مکمل خاموشی کا راج چھا گیا۔

---**---

دوپہر کے دو بجے تھے۔حویلی میں خاموشی کا راج تھا۔نہ تو دا جی کی دھاڑ نہ کچن سے آتی کھٹ پٹ۔

"اماں میں چاہتا ہوں صالحہ کو دو دن کے لیے شہر لے جاؤں تا کہ وہ سنبھل بھی جائے اور بہل بھی جائے"۔اس نے اماں سے اجازت مانگی۔

اماں کی ایک دم سے آنکھیں چمکیں۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے حیدر۔۔۔تو اسے لے جا۔صالحہ کی کیفیت دیکھ کر دا جی بھی انکار نہیں کریں گے۔تو دا جی کو بتا دے کہ تو اسے شہر دکھانے جا رہا ہے"۔

"تو پھر میں کل چلا جاؤں؟"۔

"ہاں اور اسے بتا بھی دے تاکہ وہ خوش ہو جائے۔وہ بہت اداس ہے حیدر۔بہل جائے گی"۔ان کا چہرہ یہ کہتے ہوئے مرجھا سا گیا۔

حیدر نے اثبات میں سر ہلایا اور وہاں سے چلا گیا۔وہ ان کا سامنا دیر تک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ارحم کی موت اس کے لیے فائدہ ثابت ہوئی تھی۔لبوں پر شیطانی مسکراہٹ عیاں ہوئی اور اسے محسوس ہوا کہ اسے جلد کامیابی حاصل ہونے والی ہے۔

---**---

اس کی آنکھ کھلی تو اس وقت تین بج رہے تھے۔اسے حیرت ہوئی کہ وہ اتنی دیر کیسے سو گئی تھی۔کل رات کا واقعہ یاد آیا تو دل بوجھل ہو گیا۔شمیلہ چچی کمرے میں داخل ہوئیں تو اسے بستر پر بیٹھا دیکھ کر اس کے قریب آئیں۔

"اٹھ جاؤ صالحہ۔کیسی طبیعت ہے اب؟۔چلو آؤ دیکھو کتنا پیارا موسم ہو رہا ہے۔تھوڑی دھوپ سینک لو باغ میں جا کر۔جا میری دھی"۔

صالحہ نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا اور واش روم چلی گئی۔ وہ جب تک باہر آئی شمیلہ چچی اس کا کمبل اٹھا چکی تھیں۔ اس نے تولیہ سے منہ رگڑا اور سنگھار میز کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ بال الجھے ہوئے تھے۔ تین دن سے ان بالوں پر کنگھا نہیں پھیرا گیا تھا۔ ایک ہاتھ سے اس کی چادر ٹھیک کرتیں چچی کی نظریں اس کے بالوں پر پڑیں۔

"آ صالحہ تجھے تیل لگا دوں۔ پھر بال بھی سلجھا دوں گی۔ یہ دیکھ رہی ہے تیری کھڑکی سے بھی کتنی دھوپ اندر آ رہی ہے۔ تھوڑی دیر میں یہ بھی نہیں رہے گی اس لیے جلدی آ جا"۔ انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور وہیں سنگھار میز سے کنگھا اٹھا کر اسے زمین پر بٹھا دیا جہاں دھوپ زیادہ تھی۔ صالحہ نے سوئٹر پہن رکھا تھا جس پر پھولوں والی کڑاہی تھی۔ وہ تیل لے کر آئیں اور کرسی لگا کر اس کے پیچھے بیٹھ گئیں۔ وہ خاموش ہی رہی جیسے پہلے تھی۔ وہ اسے اب تیل لگا رہی تھیں۔

"چچی"۔ اس کے لبوں سے الفاظ آزاد ہوئے۔

"ہاں دھی"۔ وہ اب اس کے سر پر کنگھا کر رہی تھیں۔

"ثریا؟"۔

"مجھے علم نہیں صالحہ!۔ میں نے اسے صبح سے نہیں دیکھا"۔

"میں اس سے ملنے جاؤں گی"۔

"بال بن جائیں پھر چلی جانا"۔

"کیا کہوں گی میں اسے ؟"۔

وہ ان سے پوچھ رہی تھی۔

"اللہ کا کلام سنانا۔اسے صبر کا مفہوم بتانا۔اس سے کہنا اس کی مغفرت کی دعا کرے۔وہ اللہ کی ہی چیز تھی وہ اللہ کے پاس چلی گئی"۔یہ بات صالحہ کے دل سکون اتار گئی۔

"اور؟"۔اسے شمیلہ چچی کو سننا اچھا لگنے لگا۔

"وَاصْ بِرْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْ عُ اَجْ رَالْ مُحْ سِنِیْ نَ ۝

ترجمہ:

اور صبر کر،اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتا"

"چچی۔رات والی آیت بھی؟"

"ہاں میری دھی"۔وہ اب اسکی چٹیاں بنا رہی تھی۔

"اور؟"۔

"اس کو بول اللہ کا کلام پڑھ"۔

"اور"۔

وہ اس کے بال بنا چکی تھیں۔

"اور یہ کہ ثریا کو دیکھنے کے بعد اپنی افشاں پھپھی کو بھی دیکھ آ۔ تجھے اسے دیکھے آج تیسرا دن ہے"۔

صالحہ نے تیزی سے گردن موڑ کر انہیں دیکھا۔ انہیں کیسے معلوم کہ وہ افشاں پھپھی کو دیکھنے جاتی ہے؟۔ مگر وہ اسے راز افشاں ہونے والی مسکراہٹ سے دیکھ رہی تھیں۔

"ارے اب ایسے مت دیکھ!۔ میں جانتی ہوں تو اس سے ملنے جاتی ہے رات کو"۔

صالحہ مسکرا دی، مگر جلد ہی مسکراہٹ سمٹ گئی۔

"انہیں ان دو دنوں سے کھانا کون دینے جاتا رہا ہے چچی؟"۔ وہ پریشانی سے پوچھ رہی تھی۔

"میں دینے جا رہی تھی صالحہ۔ اور تجھے معلوم ہے کیا؟ وہ ہر بار میرے کمرے میں داخل ہونے پر تیرا انتظار کرتی تھی۔ میں جیسے ہی کنڈی کھٹکھٹاتی اسے لگتا صالحہ آئی ہے اور وہ مچلتی ہوئی دروازہ کھولتی، مگر مجھے دیکھ مرجھاتی"۔

صالحہ ان کو بہت غور سے سن رہی تھی۔

"پھر چچی؟"۔

"پھر؟ پھر یوں ہوا کہ میں نے اس سے وعدہ کیا کہ آج صالحہ کو ضرور بھیجوں گی۔ اس کی پریشانی کی ایک اور وجہ تمہاری بیماری بھی تھی۔ حالانکہ میں نے اسے آگاہ نہیں کیا

تھا کہ تم بیمار ہو۔ مگر تمہاری غیر موجودگی اسے بس یہی سمجھاتی رہی کہ کچھ برا ہوا ہے تمہارے ساتھ۔ وہ اشاروں سے پوچھتی کہ ارحم کی موت پر صالحہ کو گہرا صدمہ تو نہیں لگا نا! ۔ وہ پورا پورا وقت تمہارے بارے میں پوچھتی رہی۔ پورے دو دن سے وہ گھنٹیاں بجائی جا رہی ہے، مگر اس کی گھنٹی کی آواز سننے والا کوئی نہیں۔ بے زبان ہے تو اس لیے گھنٹی بجاتے بجاتے ہاتھ دکھ گئے، مگر اس کی صالحہ نے دو دن سے اس کے کمرے میں جھانکا نہیں۔ اس کی اب یہ حالت ہے کہ اگر اب ایک دن اور اسے تیرا چہرہ نظر نہ آیا تو وہ مر جائے گی صالحہ! اسے یہ دوسرا گہرا صدمہ لگے گا!"۔ وہ کہتے کہتے آبدیدہ ہو گئیں۔

"پہلا ؟"۔

"تجھے سب خبر ہے صالحہ۔ تو پھر تو کیوں پوچھ کر جی جلا رہی ہے میرا ؟"۔ وہ نڈھال ہو گئی تھیں۔

"مجھے دھندلا سا یاد ہے چچی! ۔ علیحدہ سے کسی نے نہیں بتایا"۔

"میں جا رہی ہوں"۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"وہ پہلا کون سا صدمہ تھا چچی ؟"۔ وہ پھر سے پلٹ کو بولی۔ وہ ٹھہر گئیں۔

"جب افشاں کو بے زبان کر دیا تھا اور جب اس کی خوشی کو افشاں سے ہی دور کر دیا تھا۔

افشاں کی خوشی! یعنی وہ شخص!"۔وہ کہتی ساتھ چادر سے خود کو ڈھانپتیں تیزی سے باہر نکلیں۔صالحہ سناٹے میں آگئی۔ایک شخص؟ یہ کوئی پہیلی نہیں تھی جسے وہ سمجھنے میں دیر لگاتی۔حویلی میں ایک غیر شخص کی بات ہو رہی تھی اس کا مطلب بہت کچھ تھا۔افشاں پھپھو کے ذکر میں ایک مرد کا ذکر آیا تھا۔اسے تجسس پیدا ہوا۔دا.جی کے بے رخی اور افشاں پھپھو سے دوری! وہ تو ان کی بیٹی تھیں نا!۔تو پھر کیوں۔۔۔اس نے یک دم سوچا۔

اوہ۔۔۔بیٹی تھیں تبھی تو یہ سب ہوا۔وہ لڑکی تھیں۔

وہ تلخی سے مسکراتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

---**---

"ثریا تم یوں اندھیرے میں کیوں بیٹھی ہو؟"۔وہ کمرے میں داخل ہوئی جہاں ثریا بیٹھی تھی۔

کسی کی موجودگی پا کر ثریا نے سرعت سے کچھ الماری میں رکھا۔صالحہ نے تجسس سے اسے دیکھا۔وہ اب گہری سانس ہوا میں چھوڑ کر صالحہ کو دیکھ رہی تھی۔

"مجھے لگا کوئی اور آیا ہے جبھی اللہ کی کتاب چھپا دی۔ورنہ یہ لوگ مجھے پاگل سمجھتے!"۔

اس نے کتاب الماری سے نکال کر میز پر رکھی اور کرسی پر بیٹھ گئی۔

"مگر کیوں؟"۔اسے حیرت ہوئی۔

"ایک لڑکی جس نے اپنی بھائی کی موت تک صرف ایک یا دو دفع قرآن کو ہاتھ لگایا ہو!
اور اس کے بعد اپنے بھائی کی موت پر قرآن کھولا ہو، مگر اب کثرت سے پڑھنا چاہتی ہو
تو اسے کہا جائے گا کہ یہ اپنے بھائی کی موت کی وجہ سے صدمہ میں پڑھ رہی ہے۔
ہو سکتا ہے حویلی والوں کو ڈر ہو کہ میں اس کلام کو پڑھ کر بغاوت نہ کر جاؤں؟۔خیر یہ
بات بھی سچ ہے کہ بھائی کی موت نے ہی مجھے اللہ کے قریب کیا ہے"۔اس نے ڈوپٹہ
اوڑھا اور نرمی سے قرآن کے صفحے پلٹنے لگی۔صالحہ حیران رہ گئی۔

"مجھے بہت خوشی ہے ثریا کہ تم نے خود کو اللہ کے قریب کر لیا۔تم ٹھیک ہو نا ثریا؟"۔

"میں نے قبول کر لیا ہے اپنے بھائی کی موت کو۔موت برحق ہے جو سب کو آنی ہے۔
ہاں اس کی تدفین والے دن میں بہت روئی تھی، مگر میں نے سنبھال لیا خود کو صالحہ۔کیا
تم ٹھیک ہو؟"۔اس نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا جو اسے تکنے میں محو تھی۔صالحہ کے
دل میں ایک دم تکلیف اٹھی۔

"میں صبر کرنے کی بہت کوشش کر رہی ہوں ثریا۔امید ہے سب ٹھیک ہو جائے گا،
مگر میرا دل کسی اور کی طرف مائل نہیں ہو گا ثریا۔محبت بار بار نہیں ہوتی"۔اس کی
آنکھوں کے کنارے گیلے ہو گئے۔وہ بس اب تھک چکی تھی روتے روتے۔محبت کا

خاتمہ ہو چکا تھا۔اس کا دل کسی نے زور سے بھینچا۔

ثریا رونا نہیں چاہتی تھی، مگر اس کی گفتگو سے وہ اپنے بھائی کے لیے ایک بار پھر آنسو بہا بیٹھی۔ یہ اب ساری زندگی کا دکھ تھا۔ ثریا نے خود پر قابو کرنا چاہا۔وہ آخری دم تک ضبط کر رہی تھی۔لب بھینچ لیے اور ہاتھ جو قرآن کے صفحے پلٹ رہے تھے، یک دم رک گئے۔ نظر قرآن کے صفحے پر پڑھی تو ساکت رہ گئیں۔

"وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۚ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝

ترجمہ:

اور اگر تم لوگ بدلہ لو تو بس اسی قدر لے لو جس قدر تم پر زیادتی کی گئی ہو لیکن اگر تم صبر کرو تو یقیناً یہ صبر کرنے والوں ہی کے حق میں بہتر ہے"۔

اس نے سورل نحل کی ۱۲۶ آیت پڑھی اور ساکت رہ گئی۔

اللہ نے اس کے سامنے سب کھول کر رکھ دیا۔ صالحہ اسے بے حس و حرکت دیکھ رہی تھی۔ ثریا یک دم مسکرادی۔اس نے نظریں اٹھا کر اس کنچی آنکھوں والی لڑکی کو دیکھا اور پھر سے مسکرادی۔

"یہ دیکھو صالحہ۔اللہ نے مجھے کیا دکھایا"۔اس نے قرآن صالحہ کے آگے کیا۔

صالحہ نے اسے دیکھا۔

"اب معلوم ہوا کہ اللہ کیسے دکھاتا ہے"۔وہ مسکرائی تھی۔ثریا نے قرآن چوم کر رکھ دیا اور اٹھ کر بستر پر آبیٹھی۔اسے یوں مطمئن دیکھ کر صالحہ کے دل کو سکون پہنچا۔

"میں افشاں پھپھو کو دیکھ کر آتی ہوں ثریا"۔وہ دل پر بوجھ رکھتی باہر نکلنے لگی۔

"ذرا اس عورت کو بھی دیکھ آؤ جو برتن مانجھ مانجھ کر تھک گئی ہے۔جس کے ہاتھوں میں چھالے اور زخم بڑھ گئے ہیں۔اس کو مرہم کون لگائے گا؟"۔وہ پانی کا گھونٹ گھونٹ بھرتی اسے بتا رہی تھی۔

صالحہ شاک ہو گئی۔اس کے ذہن میں جھماکہ ہوا۔وہ یہ کیسے بھول سکتی تھی اس حویلی میں اب ونی بھی ہے۔لمحہ بھر حیران ہونے کے بعد اب وہ خاموش تھی۔وہ ارحم کے خون کے بدلے میں آئی تھی۔تھوڑی دیر کے لیے اس کے دل میں اس لڑکی کے لیے رقابت پیدا ہو گئی۔مگر جب اس بارے میں غور سے سوچا تو اپنا خیال جھٹک دیا۔وہ زینے اترتی نیچے آئی۔اماں صوفے پر بیٹھی کچھ بن رہی تھیں۔

"تو اٹھ گئی صالحہ؟"۔وہ چمک کر بولیں۔

"ہاں"۔وہ پھیکا سا مسکرائی۔آنکھیں کسی کو تلاشنے لگیں۔اسے ارحم کی یاد بھی شدت سے آئی۔ایک شخص کی کمی اس حویلی میں اسے بہت زیادہ محسوس ہوئی۔اس کا دل اجڑ

چکا تھا۔اب کوئی مستقبل بھی نہیں تھا۔وہ صبر کر رہی تھی کیونکہ اس کے پاس یہی ایک راستہ تھا۔آنکھیں اب تک نم تھیں اور لہجہ گیلا۔

"تو رو رہی ہے؟ حیدر تجھے کل شہر لے کر جانے والا ہے۔تیاری کر لے"۔

"میں تھک گئی ہوں اماں"۔وہ تھکے انداز میں کہتی ان کے برابر میں بیٹھ گئی۔شہر جانے کی خوشی بھی نہ ہوئی۔یہ جگہ وہی تھی جہاں ارحم کی میت کو رکھا گیا تھا۔وہ ایک کرب سے گزر رہی تھی۔اس کے سر میں درد ہونے لگا،اس لیے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"اب کہاں جا رہی ہے تو؟ کچھ کھایا تو نے؟ حیدر کہاں ہے؟"اماں نے سوالوں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔

صالحہ کو کوفت محسوس ہوئی۔

"اماں اوپر جا رہی ہوں اور کچھ بھی نہیں کھایا میں نے۔میرا دل نہیں"۔ابھی وہ زینے چڑھتی کہ کسی نسوانی چیخ پر بوکھلا گئی۔

"تو نے اب تک برتن نہیں مانجھے؟"۔

آواز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ کچن میں سمیعہ تائی ہیں۔وہ کسی پر چلا رہی تھیں۔

زوردار تھپڑ پڑنے کی آواز آئی اور ایک لڑکی باہر منہ کے بل گری۔وہ ششدر رہ گئی۔

وہ سالہا،سترہ سال کی ایک معصوم سی لڑکی تھی جس کا چہرہ اب تھپڑ سے لال ہو چکا تھا۔

اس نے بڑھ کر اسے اٹھانا چاہا، مگر پاؤں میں گویا زنجیر بندھ گئی۔

"اوہ تو یہ ہے ونی"۔اس نے بے اختیار سوچا۔دل میں ایک بار پھر رقابت پیدا ہوئی۔ اس نے قدم بھی اس چھوٹی سی لڑکی کی طرف نہ بڑھایا جو زمین پر گری تڑپ رہی تھی۔وہ اسے ارحم کی یاد ایک بار پھر دلا گئی تھی۔وہ اوروں کی طرح یہی سوچنے لگی کہ یہ لڑکی ارحم کے خون کے بدلے آئی ہے!۔اس سے بڑا بھی اس لڑکی کا کوئی اور جرم ہو سکتا تھا کہ وہ ارحم کے قاتل کی بہن ہے؟۔اتنے میں کچن سے سمیعہ تائی آئیں اور اسے بالوں سے پکڑ کر اٹھایا۔صالحہ کا دل برا ہوا۔

"میرا بیٹا مارا گیا ہے تیرے ویر کے ہاتھوں!۔میں تجھے نہیں چھوڑوں گی". انہوں نے اسے بال سے پکڑ کر کچن کے اندر دھکا دیا۔

"دس منٹ کے اندر دوپہر کے برتن نہیں دھلے تو اب تو تجھے اندازہ ہو گیا ہو گا کہ میں کیا کروں گی"۔وہ اب کچن میں تھی اس لیے اسے دیکھ نہیں پا رہی تھی۔صالحہ نے منہ پھیر کر قدم اوپر کی جانب بڑھا لیے۔دل نے اس لڑکی کو دیکھنے کی خواہش کی، مگر ارحم کی موت کا دکھ تھا اس لیے وہ اس کے قاتل کی بہن کے ساتھ وقت نہیں گزار سکتی تھی۔وہ زینے چڑھتی چلی گئی۔زینے ختم ہوتے ہی ثریا کھڑی تھی۔سر پر چادر اور سینے پر ہاتھ باندھے ہوئے تھی۔

"اگر ایسا کروگی تو کیا فرق رہ جائے گا تم میں اور حویلی والوں میں؟"۔وہ رکی نہیں تھی۔کہتے ساتھ کمرے میں مڑ گئی تھی۔صالحہ نے اس کی بات پر تھوک نگلا۔وہ مرے مرے قدموں سے سب سے اوپری منزل جانے کے لیے چڑھنے لگی۔ثریا ٹھیک کہہ رہی تھی۔اس لڑکی کا اس سب میں بھلا کیا قصور؟اس کے تو وہم و گمان میں نہیں ہوگا کہ اس کے بھائی نے کسی کا قتل کردیا تھا۔ہر مرد کی سزا عورت کیوں بھگتی ہے؟۔

صالحہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔بیوی بھی اس شخص کی بنی ہے جو ان حویلی کے معاملوں میں بہت سخت ہے۔صالحہ نے فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ ظلم نہیں ہونے دے گی۔یہ سوچتے سوچتے اسے یہ بھول گیا تھا کہ وہ اب افشاں کے دروازے کے سامنے کھڑی ہے۔اس منزل پر ہمیشہ سے خاموشی کا راج رہا تھا۔وہی دھول مٹی میں اٹی ہوئی منزل،وہی جالے۔اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔اسے کمرے کے اندر ہلچل محسوس ہوئی۔کوئی تیزی سے دروازہ کھولنے آرہا تھا۔کچھ لمحے اور گزرے اور دروازہ کھل گیا۔وہ اندر داخل ہوئی۔وہ عورت دروازے کا کنڈہ پکڑے کھڑی تھی۔صالحہ نے اسے دیکھ کر مسکرانا چاہا،مگر اس سب سے پہلے ہی اس کے آنسو چھلک گئے۔افشاں نے جھٹ سے اسے گلے سے لگالیا۔

وہ روتی گئی اور وہ بے زبان عورت اس کو تھپتھپاتے رہی۔جانے کتنی رونے اور کہنے

کے بعداب وہ پرسکون افشاں کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔

"میرے اندر رقابت کے جذبات پیدا ہو گئے تھے پھپھو۔میں نے اسے نظرانداز کردیا اور۔۔۔اور اس کو ظلم سے بچایا بھی نہیں پھپھو۔کیا فرق رہ گیا مجھ میں اور حویلی والوں میں؟ثریا ٹھیک کہتی ہے۔پھپھو مجھے کیا ہو گیا ہے؟۔ارحم کی یاد دل میں بڑھتی جارہی ہے"۔

اور اس سب میں افشاں صرف اسے تکتی رہی، تھپھتاتی رہی۔

"میں نے تین دن سے قرآن بھی نہیں پڑھا پھپھو۔میں اچھی نہیں ہوں نا؟"۔وہ روہانسی ہو گئی۔پھپھو نے نفی میں سر ہلایا اور اسے اشاروں میں سمجھانے لگیں کہ "نہیں صالحہ۔۔۔تم بہت اچھی ہو!"۔جب صالحہ زیادہ بے چین ہونے لگی تو پھپھو نے اپنے برابر رکھی میز سے ایک پرچہ نکالا۔وہ خستہ حال صفحہ کا ٹکڑا تھا جسے اس نے صالحہ کو پکڑایا تھا اور صالحہ اس صفحے کو کھولے بغیر ہی سمجھ گئی تھی کہ اس میں کیا لکھا ہے۔وہ ایک دم مسکرا کر پھپھو کو دیکھنے لگی۔اس نے پرچہ کھولا۔

"تم صالحہ ہو!ایک نیک اور صالحہ لڑکی بن جاؤ"۔یہ پڑھ کر ایک پیار بھری نگاہ پھپھو پر ڈالی جواب اس امید پر اسے دیکھ رہی تھیں کہ وہ اب ان کی بات سمجھ گئی ہو گی۔اس نے پرچہ تہہ کر کے ان کی طرف بڑھایا۔

"اگلی بار جب بھی میں بھٹکوں تو مجھے یہی پرچی تھمائے گا پھپھو"۔

صالحہ نے کنچی آنکھوں سے کنچی آنکھوں میں جھانکا۔افشاں نے اس کی آنکھوں میں اپنی جوانی دیکھی۔وہ بنی بنائی افشاں تھی۔

"تم میری جوانی ہو صالحہ"۔اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے دل میں سوچا۔

وہی نین نقش۔وہی ادائیں اور وہی دل موہ لینے والی باتیں۔چھوٹی خواہشیں اور وہی دل میں پنپتی کسی کی محبت۔اسے اپناماضی یاد آنے لگا۔

___**___

حویلی میں لوگوں کی چہل پہل تھی۔

"بھابھی بھابھی"۔وہ شوخ چنچل لڑکی اپنا آنچل لہراتے ہوئے بھاگ رہی تھیں۔

"سمیعہ بھابھی کیا آپ جانتی ہیں شمیلہ بھابھی کہاں ہیں؟"۔وہ بیتاب ہوتی نظروں سے ادھر اُدھر ڈھونڈنے لگی۔آوازاتنی مدھم اور خوبصورت کہ محسوس ہوتا تھا کہ کوئی چھوٹی بچی کی آواز ہے۔

"وہ باہر کچن میں ہے چندا"۔سمیعہ نے مسکرا کر اس شوخ لڑکی کو دیکھا جو یہ سن کر ہی کچن کی جانب بھاگ گئی تھی۔

"بھابھی جلدی چلیں میرے ساتھ"۔وہ شمیلہ کو پکڑ کر کھینچنے لگی۔

"ارے لڑکی دو منٹ رک جاؤ!۔مجھے کھانا پکوا لینے دو باورچیوں سے ورنہ داجی بہت چیخیں گے"۔ان کی کلائی افشاں کے ہاتھوں میں تھی اور وہ مسلسل انہیں کھینچ کر زبردستی کہیں لے کر جا رہی تھی۔

"آپ ابھی چلیں"۔وہ معصوم سے ضدی لہجے میں بولی۔

"مگر تم یہ تو بتاؤ ہوا کیا ہے افشاں بچے؟"۔وہ اس کے ساتھ پیچھے پیچھے آنے لگی۔

"ملاقات کرنی ہے کیونکہ اسے کوئی اہم کرنی ہے مجھ سے بھابھی"۔

"اہم بات؟"۔ان کا دل دھڑکا۔

"ہاں بھابھی۔"اس کی آنکھیں چمکیں۔

"کیسی اہم بات؟"۔

"ہو سکتا ہے وہ اپنے والدین کو حویلی لانا چاہتا ہو میرے حوالے سے؟"۔وہ امید سے بولی۔

شمیلہ دھک سے رہ گئیں۔

"کیا ہوا بھابھی؟"۔وہ ان کی حالت سمجھ نہ پائی۔

"داجی نہیں مانیں افشاں۔۔۔کوئی نہیں مانے گا!۔بشارت حسین کے بارے میں کسی مرد کو نہیں معلوم!"۔

افشاں کا چہرہ مرجھایا۔

"بھابھی یہ محبت بہت انمول ہے میرے لیے۔میں داجی سے بات کروں گی بھابھی۔ میں چپ نہیں رہوں گی۔میں اپنے ساتھ غلط نہیں ہونے دوں گی"۔

شمیلہ کی سانسیں گہری ہونے لگیں۔اس کے ارادے صحیح نہیں تھے۔

"تم کیا کروگی افشاں؟"۔انہوں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"میں کیا کروں گی بھابھی؟میں داجی سے کہوں گی کہ میں اپنی پسند سے شادی کرنا چاہتی ہوں!۔میں اپنےاوپر زبردستی نہیں چاہتی!۔میں کہہ دوں گی"۔دھوپ اس کی آنکھوں پر پڑی تو کنچی آنکھیں چمکنے لگیں۔چمکنے کی وجہ آنکھوں سے نکلنے والا پانی بھی تھا۔اس کی آنکھیں کب گیلی ہوئیں اسے علم نہ ہوا۔

"آپ بس ہماری ملاقات کروادیں آخری بار۔یہ خط و کتابت اب مجھ سے نہیں کی جاتی بھابھی۔وہ شخص میرے رگ رگ بسا ہوا ہے"۔وہ قدرے جذب سے انہیں بتا رہی تھی۔

شمیلہ بھابھی جانتی تھیں کہ اس حویلی کی عورتیں خواب بہت بنتی ہیں، مگر وہ خواب پورا نہیں ہوتا۔

"شام میں سب مزار جائیں گے۔ملازم سے کہو بشارت حسین سے کہے پرانی والی جگہ

ملنے آئے"۔

افشاں کی باچھیں کھل گئیں۔اس نے ملازم کو خبر دی اور کمرے کی طرف جانے لگی۔

چادر سے سر مکمل ڈھانپا ہوا تھا۔وہ چلتے چلتے ایک دم کسی سے ٹکرا گئی۔

"آئے پھپھو مجھے لگ گئی"۔وہ ننھا وجود توتلی زبان میں بولا۔

"ارے پھپھو کی جان۔۔۔کمرے میں آجاؤ پھپھو کے"۔اس کو گود میں اٹھا کر وہ اپنے کمرے میں لے آئی۔وہ اس کو گود میں لیے زینے چڑھتی چلی گئی۔اوپر منزل میں داخل ہوئی جو بہت خوبصورت تھی۔جہاں ہر رنگ سے دیواروں کو سجایا ہوا تھا۔دا.جی نے اپنی بیٹی کے لیے اس منزل کو خوب سجایا تھا۔افشاں نے کمرے کا دروازہ کھولا اور اسے گود میں لیے اندر داخل ہوئی۔حویلی کے تمام کمروں میں سب سے خوبصورت کمرہ صرف اس کا تھا۔ایک بڑا آئینہ جو دیوار پر لگا تھا۔رنگوں سے بھرپور کمرہ۔

"صالحہ نے وہ آیت سیکھی؟"۔افشاں نے بچی کو میز پر بٹھایا۔

"جی پھپھو"۔اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی؟"۔

اس بچی نے پھر اثبات میں سر ہلایا۔

"کیا مانگی صالحہ نے دعا؟"۔وہ اس بچی کو غور سے دیکھنے لگی۔اسے لگا وہ اپنے بچپن کو دیکھ

رہی ہے۔

"اللہ میاں صالحہ ٹو(کو) صالحہ بناڈے(بنادے)"۔وہ کھلکھلا کر بولی تو افشاں بھی مسکرادی۔

"اللہ کریں صالحہ بڑی ہو کر نیک اور صالحہ لڑکی بنے۔پھر وہ اللہ تعالیٰ کے اور قریب ہوتی جائے گی۔چلو صالحہ۔اب یہ اپنی چھوٹی سی چادر اوڑھو!اب ہمارا قرآن پڑھنے کا وقت ہے۔ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اب ترجمہ بھی سمجھیں گے"۔وہ اسے گود میں اٹھاتی اس کے سفید گالوں کو چومتی الماری کھولنے لگی۔

"کونسا والا اسکارف پہنے گی پھپھو کی گڑیا"۔اس نے محبت سے صالحہ سے پوچھا۔صالحہ کی آنکھیں چمکیں۔وہ اس کے گلے سے لگی ایک گلابی اسکارف کی جانب اشارہ کرنے لگی۔

"اوہ یہ تو میرا اسکارف ہے جو کہ آپ کی پھپھو کو بہت پسند ہے"۔وہ منہ بسور کر اسے دیکھ کر بولی۔صالحہ نے اداسی سے اسے دیکھا۔

"مگر مجھے۔۔۔۔ٹو(تو)۔۔۔یہی والا چاہیئے نا"۔اس نے منہ بسور لیا۔افشاں نے اس کے ننھے سے ہاتھ پکڑ کے باری باری چومے۔

"مجھے یہ والا اسکارف پسند ہے لیکن مجھے تو صالحہ بھی بہت پسند ہے۔چلو یہ اسکارف

صالحہ پہنے گی"۔اس نے اسکارف نکال کر اسے پہنایا اور قرآن نکالنے لگی۔

"میں کرچی (کرسی) پر بیٹھ جاؤں؟"وہ معصومیت سے پوچھنے لگی تو افشاں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"یہ رہا قرآن یعنی اللہ میاں کا کلام"۔یہ کہتے ہوئے اس نے میز پر قرآن رکھا۔صالحہ کرسی پر کھڑی ہو گئی۔

"اور صالحہ کا قاعدہ کہاں ہے پھپھو؟"۔اس سے پہلے صالحہ پھر ناراض ہوتی افشاں جلدی سے اس کا قاعدہ لے آئی۔

"یہ رہا"۔اس کو محبت سے قاعدہ آگے بڑھایا۔

"کتنا سارا پڑھائیں گی؟"۔اس نے چمک پوچھا۔

"جتنا سارا آپ کو یاد ہو گا۔صالحہ تو اچھی بچی ہے نا؟"۔افشاں نے گھنی پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"ہاں پھپھو"۔وہ اب کرسی پر بیٹھ کر قاعدہ کھولنے لگی۔

"ہم اس لے (کے) بعد کیا کریں گے پھپھو؟"۔

"اس کے بعد پھپھو آپ کو کہانیاں سنائیں گی۔اللہ تعالیٰ کی باتیں بھی بتائیں گی"۔اس نے اسکارف پہنا۔

"اماں لوگ جائیں گے آج بھی۔آپ ٹو(تو)آج بھی نہیں جائیں گی نا؟"۔اس کا اشارہ مزار کی طرف ہے۔

"میرا دل نہیں چاہتا وہاں جانے کا صالحہ۔اس لیے میں مزار نہیں جاتی نا۔ہم تو اللہ کے بندے ہیں اس لیے صرف اللہ سے مانگتے ہیں۔لیکن آج آپ کی پھپھو کو کام ہے!۔وہ آج جائیں گی"۔وہ اس شخص کو یاد کر کے مسکرائی۔

"آپ بھی دعا مانگیں گی؟"۔وہ چہک کر بولی۔وہ چھوٹی بچی تھی اس لیے اسے ابھی خبر نہ تھی۔

"میں سیدھا اللہ سے دعا مانگوں گی صالحہ۔کسی کے وسیلے سے نہیں"۔وہ مبہم سا مسکرائی۔

"وسیلہ کیا ہوتا ہے؟"۔

پھپھو نے اسے محبت سے دیکھا۔

"آپ کو پتا چل جائے گا صالحہ،مگر آپ کسی کو مت بتانا میرے بارے میں۔یہ ایک راز ہے؟"۔اس نے صالحہ سے ہاتھ ملایا۔

"راز؟میں کسی کو نہیں بتاؤں گی؟"۔وہ بہت آہستہ آواز میں حیران ہو کر بولی۔

"بلکل۔آپ تو پھپھو کی جان ہیں نا"۔

"سب کہتے ہیں پھپھو صالحہ جیسی دکھتی ہیں"۔ صالحہ ایسے بولی جیسے کوئی راز کی بات بتا رہی ہو۔

افشاں ہنس دی۔

" بلکل ٹھیک کہتے ہیں۔ میں بلکل تم پر گئی ہوں"۔ وہ ہنس کر بولی۔

"اور ہماری آٹھوں (آنکھوں) کا رنگ بھی نا؟"۔ وہ اب پوچھ رہی تھی۔

"ہاں وہ بھی ملتا ہے صالحہ۔ ہم دونوں ایک جیسے ہیں"۔ وہ اس کا گال چومنے لگی۔

"صالحہ افشاں ہے اور افشاں صالحہ "۔ وہ خوشی سے تالیاں بجانے لگی۔

صالحہ افشاں کی دوائی تھی اور افشاں؟ افشاں صالحہ کا مرہم!

___**___

اس نے گاڑی کا ہارن بجا کر جیا کو اپنی جانب متوجہ کیا۔ وہ دوستوں سے ہاتھ ملاتی خدا حافظ کہتی گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی۔

اس نے گردن موڑ کر وجدان کو دیکھا جو سنجیدگی سے آگے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ انتظار کرتی رہی کہ وہ اب اسے گڑیا کہہ کر پکارے گا اور اس سے اس کا حال چال پوچھے گا، مگر وہ کچھ نہ بولا۔ وہ تھوڑی دیر خاموش رہی مگر پھر بول پڑی۔

"بھائی؟"۔ اس نے تھوک نگل کر پوچھا۔ وہ اب بھی کچھ نہ بولا۔

"بات سنیں"۔

"ہمم؟"۔اس نے بغیر دیکھے اسے جواب دیا۔

"میری طرف کیوں نہیں دیکھ رہے؟مجھے آپ سے بات کرنی ہے"۔

"آنکھوں سے نہیں کانوں سے سنتا ہوں"۔اس نے دوبدو جواب دیا۔لہجہ قطعی سخت نہ تھا۔

جیا کا دل بھر آیا۔

"حیدر کل آرہا ہے۔آپ اسے اپنی ملاقات کا وقت بتادیں۔وہ کل اپنی بہن کو بھی لائے گا"۔اس نے دھیمی سی کانپتی آواز میں بتایا۔وجدان نے ہنکارا بھرا۔

"اپنی بہن کو کیوں لا رہا ہے؟"۔

"تاکہ۔۔۔۔آپ۔۔۔۔دیکھ سکیں کہ۔۔۔۔۔۔۔"وہ ہکلائی۔

"میری شادی کس سے ہو رہی ہے۔"وجدان نے بات کاٹ کر تلخی سے مسکرا کر جملہ مکمل کیا۔وجیہہ نے تھوک نگلا۔

"کل کا کہہ دوں؟"۔اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"میں نے منع کرنا ہے تو تم نے کون سی سن لینی ہے وجیہہ۔بلا لو کل"۔لہجے میں تلخی واضح تھی۔جیا اسے حیرانی سے دیکھنے لگی۔اس کا ایسا لہجہ جیا نے پہلی بار دیکھا تھا۔

"شام کا وقت دیدو"۔

"جج۔جی"۔اور پھر گہری خاموشی۔ایسی خاموشی جو کل شام تک ان دونوں کے درمیان رہنے والی تھی۔

وجدان نے کھڑکی سے باہر جھانکا۔وہ اسے دیکھنے سے گریز کر رہا تھا۔اسے گاڑی چلاتے ہوئے کوفت ہونے لگی۔وہ کوشش کرنے لگا کہ اپنی حالت سمجھ سکے۔دل ایک دم دنیا سے اچاٹ ہو گیا۔سب اجنبی سا لگنے لگ گیا۔اسے لگا اس دنیا میں کوئی اس کا اپنا نہیں ہے جو اس کا ہمدرد ہو۔جو اس سے محبت کرتا ہو۔وہ کیوں در شہوار کو الزام دے جبکہ اس کی اپنی بہن بھی اس کی محبت داؤ پر لگا رہی تھی۔وجدان اپنی بہن کو اس کی خواہش پر انکار بھی نہیں کر پا رہا تھا۔لگتا تھا محبت حاوی ہو گئی ہو۔اس نے اپنا ذہن دوسری طرف لگانے کے لیے ٹیپ چلا دیا۔ٹیپ میں کوئی شخص غزل پڑھ رہا تھا۔

" جو خیال تھے نہ قیاس تھے وہی لوگ ہم سے بچھڑ گئے
مری زندگی کی جو آس تھے وہی لوگ ہم سے بچھڑ گئے"

(خوبصورت مردانہ گھمبیر آواز میں وہ غزل پڑھی جا رہی تھی۔ماضی کی محبت کا اس کے دل میں اب تک بسیرا تھا۔یہ غزل اس کے دل میں ہول اٹھا رہی تھی۔بھلا سچی محبت کبھی دل سے بھی نکلتی ہے؟)۔

"جنہیں مانتا ہی نہیں یہ دل، وہی لوگ ہیں مرے ہمسفر

مجھے ہر طرح سے جو راس تھے وہی لوگ ہم سے بچھڑ گئے"

"مجھے لمحہ بھر کی رفاقتوں کے عذاب اور ستائیں گے

میری عمر بھر کی جو پیاس تھے، وہی لوگ ہم سے بچھڑ گئے"۔

(وہ اس غزل کو اپنے اوپر محسوس کرنے لگا۔ دل نے شدت سے خواہش ظاہر کی کہ اس غزل کے شاعر کا نام جانا جائے، مگر اسے معلوم نہیں تھا۔ جیا بازو میں بیٹھی اس کی کیفیت کو ماتھے پر بل ڈالے جانچ رہی تھی۔ وجدان کے دل کو اسی وقت ٹھیس پہنچی تھی جب اس کی گڑیا نے کل اس سے بات کرتے ہوئے اسے جھڑکا تھا۔ جیا واقعی یہ تکلیف محسوس نہیں کر سکتی تھی جو وہ ابھی خود کر رہا تھا۔)

"یہ خیال ہیں سارے عارضی، یہ گلاب ہیں سارے کاغزی

گلِ آرزو کی جو باس تھے، وہی لوگ ہم سے بچھڑ گئے"

"جنہیں کر سکا نہ قبول میں، وہی شریک راہ سفر ہوئے

جو میری طلب میری آس تھے وہی لوگ ہم سے بچھڑ گئے"

(وجدان کی آنکھیں حیرت پھٹ گئیں۔ غزل کے لفظ گویا وجدان پر ہی لکھے گئے تھے۔ ہاں وہ اس لڑکی کو قبول نہیں کر پائے گا۔اس صورت میں تو بلکل بھی نہیں کہ وہ کسی کو اپنا دل دے بیٹھا ہے۔ وہ اس سے بچھڑ چکی ہے۔ محبت وجدان کے لیے اس لڑکی کے دل میں ختم ہو چکی تھی)۔

"یہ جو رات دن میرے ساتھ ہیں وہی اجنبی کے ہیں اجنبی

وہ جو دھڑکنوں کی اساس تھے وہی لوگ ہم سے بچھڑ گئے"

وجدان نے تکلیف سے تھوک نگلا اور فوراً سے وہ ٹیپ ریکارڈر بند کر دیا۔ وہ غزل ختم ہو چکی تھی اور یہاں اس کی تکلیف بڑھ چکی تھی۔ گھر بھی آ چکا تھا اور گاڑی بھی رک چکی تھی۔ وجیہہ اس کے تاثرات نوٹ کرنے لگی۔ اس نے ہارن بجایا تو کسی ملازمہ نے دروازہ کھول دیا۔

اس نے تیزی سے گاڑی اندر بڑھائی اور اپنی طرف کا دروازہ کھولتا ہوا، اپنے آنسو ضبط کرتا ہوا اندر کی طرف بھاگ گیا۔ وہ اپنے قابو میں بھی نہیں تھا۔ خود پر اختیار ہی کھو بیٹھا تھا۔ جیا گاڑی میں بیٹھی ہونقوں کی طرح اس کی پشت تکتی رہ گئی۔

---**---

فجر کی آذانیں اس کے کانوں میں داخل ہوئیں اور اس کی آنکھیں جھٹ سے کھلیں۔ وہ اٹھ کر بیٹھی اور سر پر چادر لے لی۔

"حی علی الصلوہ" کی آواز پر وہ آنکھیں پوری کھولتے ہوئے بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وضو کر کے نماز پڑھی اور دعائیں مانگیں۔ اس سب میں اسے ایک گھنٹہ لگا۔ دعائیں مانگنے بیٹھتی تو بھول جاتی کہ کتنا وقت گزرا ہے۔ اکثر اتنا وقت گزرتا کہ کمرہ صبح کی روشنی سے خود بھی روشن ہو جاتا۔ سوئیٹر اور شال سے خود کو لپیٹ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے گھڑی کی طرف نگاہ ڈالی اور خود چادر میں خود کو ڈھانپتی باہر نکل آئی۔

سخت سردی کے باعث باہر دھند چھائی ہوئی تھی۔وہ زینے اتر کر نیچے آنے لگی۔حویلی کے مرد سو رہے تھے اور عورتیں جاگ گئی تھیں۔

"صالحہ تو جا کر تھوڑی دیر بعد چائے بنا دینا ہم عورتوں کے لیے"۔

کچھ عورتیں کرسیوں پر بیٹھی تھیں۔کچھ ادھر ادھر پھر رہی تھیں۔

"اماں کیا باورچی نہیں آئے کیا ابھی؟"۔

"نہیں کوارٹر میں ہی ہیں ابھی۔ان کا وقت سات بجے ہے"۔

"اچھا"۔وہ کچن کی طرف مڑنے لگی کہ سمیعہ تائی نے اسے روکا۔اس نے پیچھے مڑ کر انہیں دیکھا جو ہاتھوں میں تسبیح لیے،اتری صورت اور نڈھال نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"تجھے کام کرنے کی کوئی ضرورت نہیں صالحہ۔جو قاتل کی بہن اندر کھڑی ہے اس سے ہی بنوا لے چائے"۔انہوں نے کچن کی جانب اشارہ کیا۔وہ ماں تھیں۔انہوں نے اپنا بیٹا کھویا تھا۔اس نے ایک نظر انہیں دیکھا اور کچن میں بڑھ گئی۔

وہ لڑکی کچن میں سخت سردی میں دھلے ہوئے برتن پھر دھو رہی تھی۔صالحہ کو عجیب سی حیرت ہوئی۔وہ کوئی سوئیٹر بھی نہیں پہنی ہوئی تھی اور کپکپا رہی تھی۔

"یہ برتن پہلے سے ہی دھلے ہوئے ہیں۔ تم اسے اور کیوں دھو رہی ہو؟"۔اصالحہ کی آواز پر وہ لڑکی جھٹکے سے سہم کر مڑی۔

"مم۔میری نہیں غلطی۔وہ۔۔وہ مجھے کہا گیا کہ میں۔۔۔رات کے دھلے برتن فجر میں دھویا کروں"۔اسے لگ رہا تھا کہ صالحہ بھی اب برا برتاؤ کرے گی۔

"چھوڑدو برتن کو"۔وہ نرمی سے کہتے ہوئے اسے پیچھے کرنے لگی۔

"مم۔میں کرلوں گی پکا!۔بس دس منٹ دے دیں اور خدارا"۔وہ رونے لگی۔صالحہ نے اسے دیکھا اور گہری سانس ہوا میں چھوڑی۔

"تمہیں کوئی کچھ نہیں کہہ رہا ہے لڑکی۔تم یہیں میرے برابر کھڑی ہو جاؤ"۔یہ کہتے ہوئے صالحہ برتن دھونے لگی۔

"آپ کیا کر رہی ہیں"۔وہ ڈررے ڈرتے پوچھنے لگی۔

اس کی آواز نہایت باریک تھی اور آواز سے ہی ظاہر ہوتا تھا کہ کوئی چھوٹی بچی بات کر رہی ہے۔

"میں تمہارے حصے کے برتن دھو رہی ہوں۔ باہر جاکر کہہ دینا کہ سارے برتن تم نے دھوئے ہیں۔ ٹھیک ہے؟"۔اس کی طرف صالحہ نے مسکرا کر دیکھا تو وہ لڑکی اسے منہ کھولے حیرت سے دیکھنے لگی۔ نلکے سے ٹھنڈا پانی صالحہ کے ہاتھ پر پڑا تو صالحہ کو لگا اس کا خون جم جائے گا۔اسے برابر میں کھڑی لڑکی پر ترس آیا کہ وہ لڑکی پتا نہیں کتنے دنوں سے یہ کام کر رہی ہے۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"۔ صالحہ نے نہایت نرمی سے پوچھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ اس کے لہجے پر حیران رہ گئی۔

"رفاہ فاطمہ"۔اس نے سردی سے کپکپاتے ہوئے بتایا۔

صالحہ نے اسے کپکپاتے دیکھا تو اپنی موٹی شال اتار کر اسے دے دی۔

"مجھے ضرورت نہیں ہے"۔وہ جھجھکنے سے زیادہ ڈری ہوئی تھی۔

"پہن لو رفاہ۔ میں جانتی ہوں تمہارے پاس کچھ نہیں"۔ باورچی خانے میں زیادہ روشنی نہیں تھی جس کے باعث وہ اس کا چہرہ غور سے نہیں دیکھ پا رہی تھی۔

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"آپ مجھے ماریں گی نہیں؟"۔اس نے آنسو پونچھتے ہوئے پوچھا۔

"ہائے میں کیوں اتنی پیاری سی لڑکی کو ماروں گی؟"۔اسے حیرانی ہوئی اورافسوس بھی!

"جن کا قتل ہوا وہ آپ کے منگیتر تھے"۔

صالحہ کے دل پر ٹیس پڑی۔

"ہاں تو؟"۔وہ عام سے لہجے میں بولی۔

"تو آپ مجھے نہیں ماریں گی؟"۔

"تم نے قتل کیا تھا؟"۔اس نے پلیٹیں سلیپ پر سجائیں۔

"ہاں"۔لڑکی نے لب بھینچے۔

صالحہ کے حواس جنجھنائے۔

"پھر سے کہو؟"۔وہ ششدر رہو کر بولی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میرے بھائی نے کیا یا میں نے! بات تو ایک ہی ہے نا۔ سزا تو مجھے ہی ملنی تھی۔ بھائیوں کے ہر گناہ کی سزا بہن کے سر اور بہن کے گناہ کی سزا پر بہن ہی خود ذمہ دار ہوتی ہے"۔ وہ دھیمی آواز میں بولی۔

صالحہ خاموش ہو گئی۔

"میں نہیں ماروں گی تمہیں رفاہ۔ جس میں تمہاری غلطی ہی نہیں اس میں تمہارا کیا قصور؟۔ میں کوشش کروں گی کہ تمہیں اس ظلم سے بچاؤں۔ اچھا ایک بات تو بتاؤ تمہارا شوہر کہاں ہے؟"۔ وہ جاننا چاہتی تھی کہ یہ کہاں رہ رہی ہے۔

"میرا شوہر؟"۔ اس نے الجھ کر پوچھا۔

"لڑکی جس سے نکاح ہوا ہے تمہارا"۔

"میں نے انہیں دیکھا ہی نہیں کہ کس سے نکاح ہوا ہے میرا"۔ وہ نگاہیں جھکا کر بولی۔

صالحہ حیران ہوئی۔

"نکاح ہوا بھی ہے کہ نہیں؟"۔ اسے تھوڑا عجیب محسوس ہوا۔

"نکاح میں مولوی صاحب نے شرجیل بٹ کا نام لیا تھا"۔

صالحہ نام سن کر تھوڑا مطمئن ہوئی۔

"دیکھا نہیں اب تک انہیں؟"۔صالحہ کے سوال پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"ہمم دکھادوں گی"۔اس نے چولہا جلا کر چائے کا پتیلا چڑھایا۔

وہ چپ رہی۔

"کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ میں عام زندگی نہیں جی سکتی۔میں تو ونی ہوں نا؟ مجھ سے زبردستی سب کام کروائے ہیں"۔اس کے اس طرح کہنے پر صالحہ کا دل حلق میں آگیا۔اس کی باتیں اس کی صورت کی طرح معصوم تھیں۔

"اللہ پر یقین رکھو۔ہم لوگوں کے خیالات کو بدل لیں گے"۔

اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

"آپ اس حویلی میں سب اچھی ہیں"۔اس نے بچوں کی طرح اپنی ناک رگڑی۔

"یہاں اور بھی لوگ ہیں اچھے۔تمہیں باری باری بتاؤں گی"۔محبت سے کہتے ہوئے اس کا ماتھا چوما۔روشنی سے باورچی خانہ روشن ہو چکا تھا۔اس نے بتی بھی جلائی۔اچانک گھنٹیوں کی مدھم آوازیں گونجنے لگی۔صالحہ کی آنکھیں روشن ہوئیں اور وہ بغیر کسی ارادے کے باہر جانے لگی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"سب سے کہہ دینا کہ یہ چائے تم نے بنائی ہے اور برتن بھی تم نے دھوئے ہیں۔ وہ میرا پوچھیں تو کہہ دینا ایک لڑکی اپنا آپ کسی کی آنکھوں میں دیکھنے گئی ہے". یہ کہتے ساتھ وہ باہر نکل گئی۔ پیچھے کھڑی رفاہ حیران ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔ ہاں وہ سب سے منفرد تھی۔ وہ حویلی کے باقی لوگوں جیسی نہیں تھی۔ رفاہ کو وہ بہت اچھی لگی۔ اس کا دل صالحہ سے ایک اور ملاقات چاہ رہا تھا! بار بار ملاقات چاہ رہا تھا۔ وہ اسے جاتے ہوئے دیکھنے لگی۔

"چائے بنی یا میں آؤں ادھر؟"۔ باہر سے سیمعہ تائی کی آتی آواز اسے اندر تک لرزا گئی۔

"بب۔ بن گئی"۔ یہ کہتے ساتھ وہ چائے کو چھاننے لگی۔

---**---

"میں آگئی پھپھو"۔ وہ نماز کی طرح ڈوپٹہ لیتے ہوئے ان کے کمرے میں داخل ہوئی۔

ڈھلتے وجود نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا اور مسکرا دیں۔

واقعی سب ڈھل جاتا ہے!۔

چاہے حسن ہی کیوں نہ ہو۔

مجبوریاں، حد سے زیادہ سختیاں، رویے سب بدل دیتے ہیں۔

"تھوڑی دیر میں باورچی آپ کا ناشتہ بنا دیں گے"۔وہ کنگھا لے کر بستر پر ان کے پیچھے بیٹھیں۔

افشاں نے گردن موڑ کر اس کو بال بنانے سے روکنا چاہا، مگر صالحہ خفا خفا سی نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگی۔اس کے تاثرات بلکل بچوں جیسے تھے۔کچھ لمحے اس کو دیکھنے کے بعد وہ کچھ اشارہ کیے بغیر رخ آگے موڑ گئیں۔وہ اس کو منع بھی نہیں کر سکتی تھیں۔ان کے بس میں یہ بھی نہیں تھا۔

"پھپھو! ویر مجھ کو شہر بھی لے کر جا رہا ہے"۔اس نے مسکراتے ہوئے بتایا۔افشاں کے چہرے نے رنگ بدلا۔

اس نے پیچھے مڑ کر صالحہ کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔صالحہ پریشان ہوئی۔

"آپ ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں پھپھو؟۔وہ تو بس مجھے گھمانے لے کر جا رہا ہے۔آپ اس لیے پریشان ہو رہی ہیں نا کہ میں آپ سے دور ہو جاؤں گی؟"۔افشاں نے کچھ اشارہ دیے بغیر رخ موڑ لیا۔وہ اب سامنے دیکھ رہی تھی۔

"آپ کو مجھ سے کوئی دور نہیں کر سکتا اور نہ مجھے آپ سے!۔میں دو دنوں میں آ جاؤں گی پھپھو۔ویر کو کتنا خیال ہے نا میرا؟۔واقعی اس جیسا بھائی میرے لیے خوش نصیبی ہے"۔وہ بڑے مان سے بتا رہی تھی۔افشاں ساکت ہوئی بیٹھی اس کے مان پر گھبرا رہی تھی۔اسے آنے والا وقت اور زیادہ ڈرا رہا تھا۔ایک نئے خوف نے دل میں جنم لیا۔بغیر مطلب کے کام کبھی حویلی کے مرد نہیں کیا کرتے تھے۔اور ان سے بڑھ کر یہ بات اور کون جان سکتا تھا۔

---**---

وہ مزار کے گیٹ سے چھپ کر نکلتی ہوئیں وہاں سے دور جانے لگیں۔

"کیا جانا ٹھیک ہوگا بھابھی؟"۔وہ ڈر رہی تھی۔

"اب کی بار مل کر تمام باتیں بتا دینا اسے افشاں۔اور یہ بھی کہ تمہارا اس سے آئندہ ملنا ناممکن ہے"۔وہ اس کا ہاتھ پکڑے تیزی سے چل رہی تھیں۔

وہ دریا کنارے کھڑا تھا۔اس کو دیکھ کر افشاں کی دل کی دھڑکن بڑھ گئی۔ان دونوں کی طرف اس شخص کی پشت تھی۔اچانک سے وہ گھوما تو وہ سامنے سے آ رہی تھیں۔اس کی نظریں بے اختیار جھک گئیں۔

شمیلہ نے قریب آ کر افشاں کا ہاتھ چھوڑ دیا۔دونوں نے چادر سے منہ ڈھانپا ہوا تھا۔وہ شخص سوائے افشاں کی آنکھوں کے کچھ دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اسلام علیکم"۔اس نے جھک کر سلام کیا اور زمین کو تکنے لگا۔

سفید شلوار قمیض پر کالی دھاریوں والی شال پہنے وہ لمبا چوڑا شخص نظریں جھکائے اس سے گفتگو کر رہا تھا۔

"وعلیکم سلام"۔افشاں کی رنگت سفید لٹھے کی مانند ہو گئی۔اسے ڈر تھا کہ اب وہ کیا بات کرے گا۔۔

"کیسی ہیں آپ؟"۔بشارت حسین کے یوں پوچھنے پر شمیلہ بھابھی کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔جس قدر احترام و عزت اس کی باتوں میں تھیں بلکل اسی طرح اس کی آنکھوں میں بھی تھی۔اس نے ایک بار بھی نظریں اٹھا کر افشاں کو نہیں دیکھا۔

"میں ٹھیک ہوں"۔افشاں نے دھیمی آواز سے کہا۔سر سے پیر تک ڈھنپی ہوئی صالحہ جس کی صرف آنکھیں دکھ سکتی تھیں اس نے بھی نظریں اٹھا کر اپنے سامنے کھڑی وجاہت سے بھرپور شخص کو نہیں دیکھا۔

"آپ سے ایک بات پوچھوں؟"۔گھمبیر آواز میں وہ قدرے ادب سے بولا۔افشاں کا دل حلق میں آگیا۔وہ اس سے کیا پوچھنے والا تھا۔شمیلہ بھابھی بس اس شخص کی شخصیت دیکھنے میں مصروف تھیں۔جس کی آواز افشاں کے لیے بے حد نرم تھی۔جو اتنی عزت دیتا تھا کہ بات کرنے سے پہلے بھی اجازت مانگتا تھا۔وہ حیران تھیں۔حویلی کے مردوں کا اس سے مقابلہ ناممکن تھا۔جو اس سے اتنی محبت کرتا تھا کہ اس کو نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔افشاں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"کیا آپ مجھ سے شادی کریں گی؟"۔لہجہ عام سا تھا یا التجائی وہ جان نہ پائیں۔

افشاں کی سانسیں بے ربط چلنے لگیں۔اس کا دل گویا کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔وہ کیا کہے؟ہاں یا۔۔۔۔ناں؟۔اس کی ہونٹ کپکپانے لگے۔چند لمحے لگے تھے اسے دا جی اور

ان کا رویہ یاد آنے میں۔ کتنے برسوں کی محبت تھی!۔وہ سفرِ محبت میں ہار جائے گی وہ جانتی تھی، مگر ہمت نہیں ہارے گی۔ جیتنے کی ہر ممکنہ کوشش کرے گی، مگر وہ یوں چپ نہیں رہے گی۔وہ کوشش اس لیے بھی کرے گی تاکہ بعد میں دکھ نہ رہے کہ کوشش نہیں کی! اگر ہار جائے گی تو یہ تسلی پھر بھی رہے گی کہ کوشش تو کی!۔

اس کی حیا سے نظریں جھک گئیں۔رخسار ایک دم گلابی ہو گئے۔

" مجھے قبول ہے بشارت، مگر۔۔۔"وہ جملہ مکمل کر نہ پائی اور اداس ہو گئی۔بشارت نے تیزی سے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔اس کی چادر اس کے چہرے سے سرک چکی تھی۔ نظر پڑتے ہی بشارت نے جھٹکے سے چہرہ پھر نیچے جھکا لیا۔افشاں نے تیزی سے اپنی چادر درست کی۔

" مگر کیا؟"۔بشارت حسین کے دل میں ہول اٹھنے لگا۔

افشاں نے لب بھینچ لیے۔اس کے ہونٹ کپکپانے لگے تھے۔وہ انتظار کرتا رہ گیا، مگر افشاں کے لبوں سے ایک الفاظ نہیں نکل پایا۔اس کی ہمت نہ ہوئی تو اس نے شمیلہ بھابھی کو نظریں اٹھا کر دیکھا۔

" چلیں بھابھی"۔آواز رندھی ہوئی تھی۔

بشارت کبھی سر نہ اٹھاتا اگر اس کی رندھی آواز اور اس کی بات نہ سن لیتا۔

افشاں نے شمیلہ کا ہاتھ تھاما اور مڑنے لگی۔ اس منزلِ لاحاصل کو پانے کی چاہت کا ختم ہونا ناممکن تھا۔ شمیلہ بھابھی دکھ سے اس کے ساتھ چل پڑیں۔

"آپ نے اپنا جملہ مکمل نہیں کیا۔ محبوب کبھی بھی ادھوری بات نہیں کرتے افشاں جی"۔ وہ تک زمین کو رہا تھا، مگر مخاطب اس لڑکی سے تھا جو اس کی راتوں کی نیند بھی چرانے میں ماہر تھی۔ افشاں کے بڑھتے قدم رک گئے۔ وہ ابھی بھی نہیں رکنا چاہتی تھی، مگر اس کے الفاظ افشاں کے پاؤں پر زنجیر باندھ گئے تھے اور وہ دو قدم بھی آگے چلنے سے قاصر ہو گئی تھی۔

"ایک بے یار و مددگار شخص کی محبت بھی آپ کو نہیں روک پا رہی افشاں جی"۔ وہ تڑپ کر نظریں اٹھا کر بولا۔ شمیلہ نے اس کو بشارت کی طرف پلٹانا چاہا، مگر اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"پلٹنے سے امید بندھ جاتی بھابھی"۔ ایک دم مرجھایا ہوا چہرہ اور مرجھا گیا۔

"کیا میں قبول نہیں؟"۔ بشارت نے پیچھے سے آواز دی۔

یہ وہ سوال تھا جس پر وہ سرعت سے مڑی تھی۔ نگاہیں اس سے جا ملیں اور کنچی آنکھوں کو دیکھ کر ہی نگاہیں پھر سے جھکا دی گئیں۔

"محبت کا چرچا میں سرِ بازار کرنے کے قائل نہیں بشارت حسین۔ اگر قائل ہوتی نا تو پورا گاؤں ہمارا نام ایک ساتھ پکارتا"۔ اس کی اب بھی آواز رندھی ہوئی تھی۔

"تو پھر کیا روک رہا ہے آپ کو افشاں جی؟ حویلی والے مان جائیں گے"۔ وہ جان گیا تھا اسے کیا خوف ہے۔ افشاں کا رنگ بدلا۔

"اگر حویلی والے مان جاتے تو شمیلہ بھابھی بھی یہاں نہیں ہوتیں ابھی بشارت حسین۔ میری زبان کاٹ دی جائے گی۔۔۔ مجھے لہولہان کر دیا جائے گا، مگر اس شخص سے شادی نہیں کی جائے گی جو میری محبت ہو۔ یہ ظالموں کی بستی ہے"۔ اس کے آنسو رخسار پر بہنے لگے۔ بشارت کا دل چاہا یہی خود کو زمین پر گاڑ لے۔

"مگر ہار نہیں ماننی چاہیئے افشاں جی۔ محبت میں تو بلکل نہیں۔ یہی وقت ہوتا ہے جب دو لوگ اپنی محبت کا ثبوت دیتے ہیں"۔

"میں جانتی ہوں ہار ہی ملے گی، مگر مجھے اس رب پر یقین ہے۔ میں ہمت نہیں ہاروں گی۔ ہماری آئندہ ملاقات آخری ملاقات ہوگی بشارت حسین!" یہ بات اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہی تھی۔ بشارت ساکت ہو گیا۔

"کک۔ کیوں؟"۔

"اگلی بار آؤں گی تو زندگی کا فیصلہ ہاتھ میں ہوگا۔ وہ پرچہ آگے بڑھاؤں گی اور اگر اس میں لکھا ہوگا کہ دیا جلتا رہے گا تو اس کا مطلب ہوگا افشاں کو اپنے سامنے کھڑے شخص سے کوئی دور نہیں کر سکتا"۔ اس کی پلکیں جھکیں۔ اس شخص نے مسکراتے ہوئے لب بھینچ لیے۔ شمیلہ بھابھی کے دل سے دعا نکلی تھی کہ ان دونوں کے لبوں پر یوں ہی مسکراہٹ رہے۔

"کیا میں کچھ کہوں؟"۔ بشارت نے اجازت مانگی۔

"جی کہیے"۔

"میں اس کہانی کا دوسرا رخ نہیں دیکھنا چاہتا۔ میں چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ میں چاہتا۔۔۔ ہوں۔۔۔ کہ دیا یوں ہی جلے رہے"۔

"کون ظالم نہیں چاہتا یہ بشارت صاحب"۔وہ مسکراتے ہوئے پلٹ گئی۔وہ تب تک یوں ہی کھڑا رہا جب تک وہ دونوں اس کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہو گئیں۔وہ دعا کرنے لگا کہ افشاں کو بشارت حسین کا کر دیا جائے۔

---**---

"صالحہ ؟"۔حیدر کی نیچے سے آواز آنے پر وہ سرپٹ نیچے دوڑی۔

"میں جا رہا ہوں شہر۔سامان تو باندھ لیا ہو گا تم نے جاؤ لے آؤ۔ تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گا"۔وہ نظریں چراتا ہوا بولا۔

"کب ؟"۔اس کا چہرہ کھل اٹھا۔

"ابھی فوراً جانا ہے۔جلدی آ جاؤ جب تک میں دا جی کے علم میں لے آؤں یہ بات"۔وہ مڑنے لگا۔

"کیا تھوڑی اور دیر نہیں رک سکتے؟ میں ثریا سے مل کر جانا چاہتی ہوں"۔دل تھا کہ بول دے "افشاں پھپھو سے بھی"، مگر ہمت نہ ہوئی۔

"نہیں میرے پاس وقت نہیں ہے۔ جلدی آجاؤ نیچے" وہ مڑے بغیر بولا اور قدم بڑھا لیے۔ وہ گہری اداس بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے سانسیں بھر کر زینے چڑھتی چلتی چلی گئی۔ کمرے میں پہنچ کر کچھ ضروری سامان باندھا اور نیچے اتر آئی۔

"کیا میں پھپھو کو اپنے جانے کا بھی نہیں بتا سکتی؟"۔ وہ دکھ سے سب سے اوپری منزل کو دیکھ کر سوچنے لگی۔

"تم آگئی؟"۔ وہ دا جی کے کمرے سے باہر نکلا تھا۔

"ہاں"۔ صالحہ دھیمی آواز میں بولی۔

"چلو باہر آجاؤ"۔ اس کو اشارہ کرتے ہوئے اس نے گاڑی کی چابی اٹھائی اور باہر نکل گیا۔ مرے مرے قدموں سے اس کے پیچھے چلتے ہوئے صالحہ نے ایک بار پھر اوپری منزل کو دیکھا تھا۔

"صالحہ اگر نظارہ ہو گیا ہو تو گاڑی میں بیٹھ جاؤ! مجھے شام سے پہلے پہلے کہیں پہنچنا ہے"۔ وہ معنی خیز لہجے میں کہتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|...|Interview

"آ گئی ویر"۔اس نے قریب آ کر گاڑی میں اپنا چھوٹا سا بیگ رکھا اور آگے آ کر بیٹھ گئی۔

"اللہ حافظ صالحہ۔اللہ تجھے اپنی امان میں رکھے۔خوب مزے کرنا"۔اوپر سے آتی آواز پر اس نے نگاہیں اٹھائیں۔اماں اسے پہلی منزل سے ہاتھ ہلا رہی تھیں۔اس کے لبوں پر مسکراہٹ تک نہ آئی۔وہ نگاہیں نیچے کر لیتی اگر اسے اپنی اماں کی منزل کی اوپر والی منزل پر ایک عورت جھانکتی نہ ملتی۔جو اسے مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلا رہی تھی۔صالحہ نے مسکرا کر ہاتھ ہلایا۔

"اللہ حافظ"۔وہ اب اور تیزی سے ہاتھ ہلا رہی تھی۔اماں کو کچھ دیر بعد احساس ہوا کہ وہ اسے ہاتھ نہیں ہلا رہی۔انہوں نے اس کی نظروں کا تعاقب کرتے ہوئے اوپر مڑ کر سر اٹھا کر دیکھا۔وہ انہیں نہیں! اپنی پھپھو کو ہاتھ ہلا رہی تھی۔ہاں! اسے اپنی ماں سے اتنی انسیت نہیں تھی جتنی اپنی پھپھو سے تھی۔گاڑی دھواں اڑاتی آگے بڑھ چکی تھی اور وہ ایک نظر اس عورت کو دیکھ کر گاڑی کو دیکھ رہی تھیں۔

---**---

وہ نہا کر واشروم سے نکلی اور بالوں کو تولیہ میں لپیٹنے لگی۔وہ کوئی گھنٹے پہلے ہی سو کر اٹھی تھی۔یونیورسٹی سے چھٹی کی تھی کہ آج حیدر سے ملاقات طے پائی تھی۔ڈھیلے

ڈھالے سے ٹراؤزر پر ڈھیلی سی ٹی شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ گھڑی پر نظر ڈالتی وہ تولیہ لپیٹتی کمرے سے باہر نکلی۔ باہر نکل کر اس نے سب سے پہلے تمام لائیٹس جلائیں۔ اسے لگا کہ وجدان دفتر میں ہے اس لیے کھٹکھٹائے بغیر اندر داخل ہو گئی۔ بستر پر لیٹا وجدان گہری نیند میں تھا۔ وہ حیران ہوئی۔ ایک دفع پھر گھڑی دیکھ کر اس نے اس کے کمرے کی لائیٹ جلائی۔ منہ پر روشنی پڑی تو وہ کسمساتا ہوا کروٹ لے گیا اور کمبل سر تک اوڑھ لیا بلکل ایک چھوٹے سے بچے کی طرح۔ وجیہہ تھوک نگلتے ہوئے اس کے قریب آئی اور مسہری کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

"آپ کو آفس نہیں جانا؟"۔ آواز قدرے دھیمی تھی۔ اس سوتے وجود میں ذرا بھی ہلچل نہیں ہوئی۔ اس نے ایک بار پھر اسے آواز دی، مگر پھر بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ ایک دم اس کے خراٹے گونجنے لگے۔ جیا کا دل چاہا دل کھول کر ہنس دے۔ اس نے محبت سے ہاتھ آگے بڑھایا اور اس کے بازو پر ہاتھ رکھا۔ وہ ہاف سلیوز شرٹ پہنا ہوا تھا۔ ایک دم ٹھنڈا ہاتھ خود پر محسوس کیا تو تڑپ کر اٹھ بیٹھا۔ جیا بھی ٹھٹھک گئی۔ سر اٹھا کر دیکھا تو وجیہہ بیٹھی تھی۔ کچھ لمحے اسے یوں ہی دیکھ کر وہ گہری سانس لیتا ہوا اٹھ بیٹھا اور پیر بستر سے نیچے لٹکا لیے۔ وہ سانس روکے یوں ہی پیچھے بیٹھی تھی۔ وجدان کی اس کی طرف پیٹھ تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"آپ۔۔۔آفس۔۔نہیں گئے؟"۔اس نے نگاہیں جھکا کر پوچھا۔

"چھٹی لی ہے تمہاری وجہ سے"۔دونوں ہاتھوں سے بالوں کو سختی سے پیچھے کر کے سر تھاما۔

"ملاقات کی جگہ؟"۔اس نے تھوک نگل کر آنکھیں جھپک کر پوچھا۔

"یہ بھی تم بتادو!چلے جاؤں گا تمہارے ساتھ"۔کہتا ساتھ ایک نظر اسے دیکھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔وارڈروب سے کپڑے نکالے اور واش روم کی طرف مڑنے لگا۔

"کچھ گرم پہن لو۔ٹھنڈ ہو رہی ہے بیمار پر جاؤ گی"۔سادے سے لہجے میں کہتے ہوئے وہ واش روم کا دروازہ کھولتا اندر چلا گیا۔

وجیہہ بند دروازے کو تکتی رہ گئی۔چاہے جتنی بھی ناراضگی ہو وہ اس کی پرواہ کرنا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔مرے مرے قدموں سے اپنے کمرے کی جانب مڑ گئی۔

___**___

"اور کتنا وقت ویر؟"۔وہ اب بیٹھے بیٹھے تھک چکی تھی اس لیے منہ بسور کر پوچھنے لگی۔

"بس پہنچنے والے ہیں صالحہ!"۔کالے چشمے کے پیچھے سے دیکھتا ہوا اسے بتانے لگا۔

"ویر تم اپنے والے فلیٹ لے کر جاؤ گے نا؟"۔اس نے قدرے اشتیاق سے پوچھا۔

"ہاں، مگر ابھی نہیں۔ابھی مجھے کسی سے ملاقات کرنے جانا ہے"۔اس نے گاڑی کی رفتار اور بڑھائی۔

"مجھے گھر میں اکیلا چھوڑ کر مت جانا۔میں اکیلے کیا کروں گی؟مجھے تو کچھ معلوم بھی نہیں"۔وہ پریشانی سے بولی۔

"تمہیں ساتھ لے کر جا رہا ہوں۔پہلے میں کسی سے ملاقات کروں گا۔پھر ایک گھنٹے بعد ہم نکل آئیں گے وہاں سے۔۔۔تم رات میں کیا کھاؤ گی صالحہ؟"۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"جو بنے گا کھا لوں گی"۔وہ اپنے ناخن چباتے ہوئے بولی۔

"ناخن مت چباؤ"۔اس نے ایک ہاتھ سے اس کا ہاتھ جھڑکا۔"چلو میں تمہیں شہر کا برگر اور اس جیسی چیزیں کھلاؤں گا"۔اس نے صالحہ کو خوش کرنا چاہا۔

"ہاں اور وہ۔۔وہ بھی۔۔۔وہ کیا تھا؟ارے وہی جو پچھلی بار کھلایا تھا"۔وہ ذہن پر زور دینے لگی۔

"وہ پڑا تھا صالحہ"۔وہ زور سے ہنس دیا۔

"ہاں مجھے وہ کھانا ہے۔۔کھلاؤ گے نا؟"۔بہت ہی معصوم سی صورت بنائے وہ پوچھ رہی تھی۔

"ہاں ہاں ضرور!۔جب تک ہم شہر میں ہیں ہم صرف وہی کھائیں گے جو صالحہ کہے گی"۔حیدر کے یوں کہنے پر کھل اٹھی۔

"ہاں نا وہی تو۔۔۔اب شہر کونسا ہر ہفتے جانا ہوتا ہے میرا"۔ثریا بے چارگی سے بولی۔

"اب تو کچھ دنوں بعد تم ہمیشہ کے لیے یہیں آ جاؤ گی صالحہ"۔وہ منہ سے کہہ نہیں پایا تھا مگر دل میں ضرور دہرایا تھا۔

"ہاں تو چلو بس ایک جگہ جانا ہے پھر۔۔۔"

"کہاں ملاقات کرنی ہے؟مطلب جگہ؟"۔صالحہ نے بات کاٹی۔

"ہاں وہ جس سے ملاقات کرنی ہے اس کا ابھی آئے گا میسج"۔وہ ابھی بتا ہی رہا تھا کہ فون میں بپ ہوئی .

"لگتا ہے آ گیا ہے"۔سرعت سے کہتے ہوئے موصول ہوا میسج دیکھنے لگا۔

"تو پتا چلا کہاں ہے؟"۔اس نے چادر کا پلو دانتوں سے کھینچتے ہوئے پوچھا۔

"ریسٹورنٹ میں"۔وہ میسج دیکھ چکا تھااور اب موبائل جیب میں رکھ رہا تھا۔

"ریسٹورینٹ؟"۔

"ہاں"۔

"جہاں کھانا ملتا ہے؟"۔اس کی آنکھیں چمکیں۔

"ہاں صالحہ۔الحمداللہ بارھویں پاس کرنے والی ہو اور یہ نہیں پڑھا کہ شہروں میں ریسٹورینٹ ہوتے ہیں؟"۔وہ دھیرے سے ہنسا۔

"ہاں تو پڑھا ہے لیکن دیکھا نہیں نا"۔وہ بھی روٹھتے ہوئے بولی۔

"ارے؟پچھلی بار شہر جب لایا تھا تو ریسٹورنٹ لے کر گیا تھا!بھول گئی کیا؟جہاں تمہیں چمچ سے کھانے میں ذراسی پرابلم بھی ہو رہی تھی"۔وہ پھر سے ہنس دیا تھا۔

"اوہ وہ تھا ریسٹورنٹ۔سمجھ گئی ہوں میں ویر۔اب ہم شہر آہی گئے ہیں تو تم مجھے اپنی یونیورسٹی دکھاؤگے نا؟۔اور ہاں بہت سارے اسکول بھی دکھانا۔شہر تو بڑے ہوتے ہیں اور یہاں کے اسکول بھی بڑے ہوں گے.مجھے دکھاؤگے نا؟"۔وہ اپنے دل میں جاگتی خواہشوں کو دبا نہیں پائی۔حیدر نے گردن موڑ کر صالحہ کو دیکھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہاں سوچ رہا ہوں تمہاری اس دفع تمام خواشات پوری کر دوں۔ ہو سکتا ہے اس کے بعد تم میرے ساتھ شہر ہی نہ آسکو"۔ اس کی آواز یہ کہتے ہوئے کپکپائی تھی۔

"ہائے تو کیا میرا ویراں مجھے اگلی بار نہیں لے کر آئے گا"۔ وہ گاڑی کی سیٹ پر آلتی پالتی مار کر بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ باتیں حیدر کو اندر سے اور خاموش کر گئی۔

"دیکھو پتا بھی نہیں چلا تمہیں اور ہم شہر میں داخل بھی ہو چکے ہیں!۔ اب تو ملاقات کی جگہ بھی دور نہیں۔ بس پانچ منٹ اور پھر ریسٹورنٹ آجائے گا"۔

حیدر کے منہ سے شہر کا نام سن کر وہ تیزی سے کھڑکی کی طرف رخ کر بیٹھ گئی اور باہر جھانکنے لگی۔ باہر سے آتی ہواؤں سے اس کا ڈوپٹہ اس کے سر سے کھسکنے لگا مگر اس نے مضبوطی سے تھام لیا۔ شہر کی روشنیاں اور سڑکوں پر شور اسے اپنی جانب متوجہ کر رہا تھا۔ حیدر کے دل پر بوجھ پڑا۔ اس نے گاڑی کی رفتار کم کر لی تاکہ صالحہ باہر کا نظارہ سکون اور آرام سے کر سکے۔ صالحہ بہت غور غور سے سب دیکھ رہی تھی جیسے پہلی بار آئی ہو۔ وہ ارحم کا غم بھلا نہیں سکتی، مگر کوشش کر رہی تھی۔ اس کا دل ارحم کی محبت سے بھرا ہوا تھا۔ اس میں کسی تیسرے کی جگہ نہیں تھی۔ وہ مسکرا کر ایک نظر ویر کو دیکھ کر پھر سے باہر دیکھنے لگی۔ آنے والے ہر لمحوں سے بے خبر وہ کنچی آنکھوں والی اپنا اس شہر میں آنا خوش قسمتی سمجھ رہی تھی۔

---**---

"تیار ہو گئی ہو تو باہر آجاؤ۔میں گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں"۔اس کادروازہ ناک کرتے ہوئے اسے بتاتا ہوا وہ نیچے بڑھ گیا. کالے پینٹ کوٹ پر نفاست سے بال بنائے وہ گاڑی کادروازہ کھول کر بیٹھا۔آج کے لیے وہ اپنا دل مردہ کر چکا تھا۔اسے یاد آیا وجیہہ نے کہا تھا وہ اپنی بہن کو ساتھ لائے گا تاکہ وہ اسے دیکھ سکے۔وجدان نے ہنکارا ابھرا .

"کتنا بے غیرت بھائی ہو گا جو اپنی بہن کو ایک اجنبی مرد کے سامنے نمائش کروانے لائے گا"۔وہ کڑوے پن سے مسکرایا۔

"میں آگئی ہوں"۔وہ دروازہ کھولتی اس کے برابر والی سیٹ ہر بیٹھ گئی۔

"کہاں جانا ہے؟"۔اس نے گردن موڑے بغیر پوچھا۔کھڑے نقوش اور ماتھے پر پھیلے بل اسے غصہ والا ثابت کر رہے تھے مگر وہ ایسا نہیں تھا۔وہ اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔یہ واقعی سچ تھا کہ وہ ایک خوبصورت مرد تھا اور اس وقت وہ اسے عام دنوں سے زیادہ اچھا لگ رہا تھا۔جب جواب نہ موصول ہوا تو وجدان نے لب بھینچے جس سے اس کے ڈمپل گہرے ہوئے۔وجیہہ ہڑبڑائی اور اسے ریسٹورنٹ کا نام بتانے لگی۔وہ آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے اسٹیرنگ کو گھورتے ہوئے پتا نوٹ کرنے لگا۔وجیہہ پتا بتا کر کھڑکی سے باہر جھانکنے لگی۔ایک دفع بھی مڑ کر وجیہہ کو دیکھے بغیر اس نے گاڑی

چلادی۔بس دل اب اداس ہو چکا تھا۔ایک اداس دل کے ساتھ ایک اداس شام !۔اس کادل چاہا گاڑی کی رفتار آہستہ کرلے۔بے چینی میں بڑھتی جارہی تھی۔اس نے ٹیپ پر غزل لگائی۔

میں اداس راستہ ہوں شام کا۔

مجھے آہٹوں کی تلاش ہے۔

یہ ستارے سب ہیں بجھے بجھے

مجھے جگنوؤں کی تلاش ہے

یہ خوشی ہے مجھ سے خفا خفا

مجھے زندگی کی تلاش ہے

میری پیاس میں وہ طلب نہیں

مجھے تشنگی کی تلاش ہے

ایک ہجوم سا ہے رواں دواں

مجھے دوستوں کی تلاش ہے

یہ اس کے ساتھ دوسری بار تھا جب اس نے یہ غزل بھی خود پر محسوس کی۔ ایسا لگتا ہے سب اس کے لیے لکھا گیا۔ دل میں اب تکلیف ہو رہی تھی۔ کسی اپنے کی بے رخی جھیلی ہے اس دل نے۔ گاڑی سڑک پر رواں دواں تھی۔ یہ شام بھی شاید اس کی طرح ہی اداس تھی۔ وہ جانتا تھا وجیہہ اس کا کرب محسوس نہیں کر سکتی۔ وہ اس جیسی محبت نہیں کر سکتی۔

---**---

Episode 7

"بس اور نہیں ویر! اب تو میں تھک گئی ہوں۔ کب تک پہنچیں گے؟"۔ وہ اکتا کر پہلو بدل کر بولی۔

حیدر نے گاڑی ایک بڑے ریسٹورینٹ کے سامنے روکی۔

"ہم پہنچ گئے ہیں صالحہ"۔ وہ مسکراتا ہوا بولا۔

صالحہ اور وہ دونوں ساتھ ہی اپنی اپنی سائیڈ سے اترے۔

"کہاں جانا ہے اب؟"۔وہ فکر مندی سے بولی۔حیدر گھومتا ہوا اس کی سمت آیا اور اس کا ہاتھ تھام کر سڑک پار کرنے لگا۔

"مضبوطی سے تھام لو مجھے ویر۔ورنہ میں کسی کی گاڑی کے نیچے آجاؤں گی"۔اس کے ساتھ شانہ بشانہ چلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

حیدر نے اسے اور مضبوطی سے تھام لیا۔

"میرے ساتھ چلو"۔اس کو آگے کرتے ہوئے وہ دونوں اب ساتھ سڑک پار کر رہے تھے۔رش اس سڑک بہت زیادہ تھا۔حیدر نے اس کا ہاتھ ریسٹورینٹ کے باہر چھوڑا تھا۔

"میں اپنی چادر ٹھیک کرلوں پھر اندر چلیں گے"۔اس نے جلدی سے اپنی چادر ٹھیک کی اور ایک ہاتھ سے چادر سے چہرے کو چھپایا۔اب اس کی صرف آنکھیں نظر آرہی تھیں۔حیدر اس دیکھتا ہوا اثبات میں سر ہلاتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔وہ اس کے پیچھے پیچھے آنے لگی۔لوگوں کا ایک ہجوم ریسٹورینٹ میں موجود تھا۔وہ اپنے پردے کی فکر کرتے ہوئے ایک ہاتھ سے چہرہ ڈھانپے جلدی جلدی اس کے پیچھے آرہی تھی۔حیدر

رک کر کسی کو ڈھونڈنے لگا۔ وہ اسے دیکھ نہ پائی اور تیزی سے اس سے ٹکرا گئی۔ حیدر گلاس زا ترتا پیچھے مڑا۔

"ویر مجھے ساتھ لے کر چلو ورنہ میں کھو جاؤں گی"۔ وہ روہانسی ہو گئی۔ حیدر کے دل میں کچھ ہوا اور اس نے تیزی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"میرے ساتھ چلو! آجاؤ"۔ اسے تھامتے ہوئے وہ ہجوم سے نکلتا ہوا اسے ایک میز پر لے آیا جہاں پہلے ہی دو لوگ بیٹھے تھے۔ اس نے صالحہ کا ہاتھ چھوڑا اور سامنے بیٹھے شخص سے ہاتھ ملانے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا۔ سامنے بیٹھے شخص نے بھی بنھویں اچکا کر ہاتھ آگے بڑھایا۔ حیدر چھوٹتے پسینے کے ساتھ کرسی پر بیٹھا۔ صالحہ اس کے پیچھے ہی کھڑی رہی۔

"بیٹھ جاؤ صالحہ"۔ اس نے صالحہ کو کھڑا دیکھا تو اس کے لیے بیٹھے بیٹھے ہی کرسی کھینچی۔ وہ سامنے بیٹھے دو نفوس کو دیکھ کر تھوڑی خوفزدہ اور حیران ہو رہی تھی۔ وجدان نے اسے دیکھنے سے گریز کیا۔ وہ بس حیدر کو سپاٹ لہجے میں تک رہا تھا۔ صالحہ نے کپکپاتے ہاتھوں سے کرسی پکڑی اور اس پر بیٹھتی چلی گئی۔ حیدر کے مقابل بیٹھی وجیہہ نے صالحہ کی طرف خوش اسلوبی سے ہاتھ آگے بڑھایا جسے اس نے کچھ گھبرا کر پکڑا۔

"یہ کون ہیں"۔ اس نے حیرانی اور الجھے لہجے سے برابر بیٹھے حیدر سے پوچھا۔

"یہ وجدان ہیں اور یہ جیا۔۔۔ مطلب۔۔۔ وجیہہ ہیں۔انہیں سے ملاقات کرنی تھی مجھے"۔وہ زبردستی مسکراتا ہوا سپاٹ بیٹھا وجدان کو دیکھ کر بولا۔

"تو کیسے ہیں حیدر بٹ"۔اس نے سر تا پیر اسے دیکھا۔جیا نے بھائی کو ایک نظر دیکھ کر سامنے حیدر کو دیکھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔آپ کیسے ہیں؟"۔اس نے اپنے آپ کو کمزور نہ کرنے کے لیے گلاسز اتار کر سامنے رکھے اور پھیل کر بیٹھ گیا۔

"دو تین دن پہلے تک بہت حد ٹھیک تھا"۔وہ بہت کچھ کہہ گیا تھا۔"خیر ہم باتوں کی طرف آتے ہیں"۔وجدان نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔اتنے میں ویٹر قریب آیا جسے حیدر نے روک دیا اور بعد میں آنے کو کہا۔

"جی بلکل! ہماری ملاقات اس لیے ہی طے پائی تھی"۔اس نے خود کو ریلکس کرتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا وٹہ سٹہ ہی اس مسلہ کا حل ہے؟"۔اس نے بھنویں اچکا کر حیدر سے پوچھا۔

"یہ کوئی مسلہ نہیں ہے! میری خوشی ہے بھائی"۔جیا تڑپ کر بولی۔

"خوشی تمہاری ہے وجیہہ! میرا تو مسلہ ہے۔جب بڑے بات کر رہے ہو تو درمیان میں نہیں بولتے! مجھے بات کرنے دو حیدر سے"۔

حیدر نے لب بھینچے۔

"یہی ایک حل ہے۔حویلی میں بغیر وٹہ سٹہ کی شادی نہیں ہوتی"۔اس نے وجدان کی آنکھوں میں جھانکنا چاہا کہ وہ چاہا کیا ہے۔صالحہ بے چین ہوئی بیٹھی ان کی گفتگو سمجھنے سے قاصر تھی۔۔اس نے اب بھی اپنے چہرے کو مکمل ڈھانپا ہوا تھا۔

کچھ دیر کی خاموشی چھا گئی۔

"تو اور کیا مراحلوں سے مجھے گزرنا پڑے گا؟"۔وہ تھوک نگلتا ہوا کچھ دیر بعد بولا۔

"آپ کو حویلی آنا ہو گا اور۔۔۔۔۔"وہ صالحہ کی موجودگی کی وجہ سے خاموش ہو گیا۔

"ادھوری باتیں کرنے کے بجائے آپ اپنا جملہ مکمل کر لیں"۔وجدان کی بات پر حیدر نے لمبی سانس لی۔

"اور رشتہ مانگنا ہوگا۔جب تک میں حویلی میں اس سب کے متلعق بتادوں گا"۔وہ صالحہ کی طرف دیکھنے سے گریز کرنے لگا۔صالحہ نے حویلی کا نام سنا تو حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔اسے گھبراہٹ ہونے لگی۔

"ویر مجھے یہاں سے جانا ہے"۔وہ منمناتے ہوئے بولی اس کا بازو پکڑتے ہوئے بولی۔ وجدان کی نظریں صالحہ کی طرف اٹھی اور وہ خود کو اسے دیکھنے سے روک نہ پایا۔کنچی آنکھیں اور اس پر گہرا کاجل۔وہ آنکھیں دیکھ کر ہی ساکت ہو گیا تھا مگر جلد ہی خود کا سنبھال بھی لیا۔

"تھوڑی دیر رک جاؤ صالحہ! ہم چلتے ہیں"۔اس نے صالحہ کا ہاتھ سہلایا۔

"مجھے وقت اور دن بتادے گا۔میں آجاؤں گا"۔وجدان نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ صالحہ ہے۔میری بہن"۔اس نے صالحہ کی طرف اشارہ۔

"اور صالحہ یہ وجیہہ ہے۔۔میری یونیورسٹی میں پڑھتی ہے اور یہ اس کا بھائی ہے۔نام وجدان قریشی"۔اور صالحہ حیران ہوتی ان دونوں کو دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ اس کی یونیورسٹی میں پڑھنے والی لڑکی اور اس کے بھائی سے کیوں ملاقات کر رہا ہے اور اسے کیوں تعارف کروا رہا ہے۔

وجدان نے صالحہ کو دیکھا، مگر پھر نظریں چرا گیا۔وہ اب حیدر کو دیکھ رہا تھا۔اس کی مردانگی کو داد دے رہا تھا کہ کیسا بھائی ہے یہ!

"خیر! میں اب اجازت چاہتا ہوں۔مجھے بتا دے گا کہ کب آنا ہے حویلی۔ہو سکتا ہے آپ سوچ رہے ہوں کہ میں نے آپ کے بارے میں کچھ جاننے کی کوشش نہیں کی تو میں بتا دوں اس سب مجھے دلچسپی نہیں۔اور اگر کچھ الٹا سیدھا بھی نکل ہی آتا ہے تو وجیہہ نے کونسی میری سن لینی ہے۔میں نہیں چاہتا کہ میرا دل اب تھوڑا اور بھی دکھے۔فیصلہ تو یہ کر چکی ہے۔میری کوئی بات یا تکلیف اب اس کے آگے معنی نہیں رکھتی۔چلو وجیہہ"۔وہ تلخی سے کہہ رہا تھا یا دکھ سے! وہ سمجھ نہ پایا۔وجیہہ کا دل کٹ کر رہ گیا اور صالحہ تو الجھے ذہن کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔

ایک نظر حیدر کو دیکھ کر وجیہہ اپنا پرس اٹھاتی وجدان کے پیچھے چلی گئی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"۔صالحہ نے اب کی بار اسے مکمل طور پر جنجھوڑ ڈالا۔

"ہ۔ہاں؟ وہ۔۔کچھ نہیں آجاؤ چلو!"وہ گڑبڑاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔وہ تیزی سے اس کے پیچھے پیچھے جا رہی تھی۔ایک بار پھر لوگوں کے ہجوم کو چیرتی ہوئی وہ باہر نکلی تھی۔کھلے آسمان کے نیچے کھڑے ہو کر اس نے لمبی سانس ہوا میں چھوڑی گویا جو وحشت اسے اندر ہو رہی تھی وہ ہوا میں تحلیل ہو گئی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ابھی وہ کچھ کہتی کہ حیدر نے اس کا ہاتھ پکڑااور سڑک پار کرنے لگا۔یہ سب کچھ اچانک ہورہاتھا۔ایسے میں وہ ایک ہاتھ سے اپنا چہرہ چادر سے بمشکل چھپاتی اس کے پیچھے کھنچی چلی جارہی تھی۔حیدر اس کا ہاتھ چھوڑنے پر قطعی رضامند نہ تھا۔صالحہ کا "میں کھو جاؤں گی" والی بات اسے اور سہاگئی تھی۔ ایسے میں سڑک کے اس پار کھڑا وہ شخص جو گاڑی میں بیٹھنے کے لیے دروازہ کھول رہاتھااس کی نگاہ صالحہ کی جانب اٹھی۔ ایک جھٹکے سے صالحہ کی ہاتھوں کی گرفت اپنی چادر پر ڈھیلی ہوئی اور اس کا چہرہ بے پردہ ہو گیا۔یہ وہ لمحہ تھاجب وجدان نے اس کا چہرہ ناچاہتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ایک بار پھر دیکھیں اس نے کنچی آنکھیں اوراوپر سے کاجل۔۔ایک گہرا تل اس کے دائیں گال پر تھا۔وجدان کی دھڑکنیں تیز ہوئیں۔اس نے اپنی نظریں ناچاہتے ہوئے جھکائیں۔

"بھائی؟"۔گاڑی سے وجیہہ کی آواز آئی تو وہ ہڑبڑاتا ہوا جواب دیتا گاڑی میں بیٹھ گیا۔ گاڑی میں چابی گھماتے ہوئے وہ مسلسل سامنے دیکھ رہا تھا جہاں صالحہ نے اپنا چہرہ پھر ڈھانپ لیا تھااور اب گاڑی میں بیٹھ رہا تھا۔

یہ آج تیسرا دن تھا جو وہ در شہوار کی یاد کے بغیر گزار رہا تھا۔

"بھائی کیسا لگا آپ کو حیدر؟"۔وجیہہ کی آواز اس کو واپس کھینچ لائی۔

"ہاں؟کون؟"۔وہ ہڑبڑایا۔

"میں حیدر کی بات کر رہی ہوں"۔اسے تھوڑا عجیب محسوس ہوا۔وہ گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا اور اب گردن موڑے وجیہہ کو دیکھ رہا تھا۔

"جو اپنی بہن کا دیدار کسی غیر مرد کو کروانے لائے اس کے بارے میں کچھ اچھا سننا پسند کرو گی یا برا؟"۔اس کا لہجہ قطعی سخت نہ تھا اور نہ وہ طنز کر رہا تھا۔عام سے لہجے میں ماتھے پر بل ڈالے اب وہ سامنے دیکھ رہا تھا۔وہ وہاں نہیں تھیں اور نہ اس کی گاڑی۔دن ڈھل رہا تھا اور اب اندھیرہ چھا جانے کی دیر تھی۔

"وہ آپ کے لیے ہی لایا تھا اسے اور آپ اسے برا کہہ رہے ہیں"۔وجیہہ نخوت سے بولی۔وجدان کو حیرانی ہوئی۔

"میں بھی تو ایک بہن کا بھائی ہوں۔میں اپنی گردن کٹوا سکتا ہوں مگر اپنی بہن کو کسی غیر محرم کے سامنے نمائش نہیں کروانے لا سکتا۔اس لڑکی کے تاثر اور رویے سے لگ رہا تھا کہ وہ اپنے بھائی کی ان چالوں سے واقف نہیں۔اپنے آپ کو اس کی جگہ رکھ کر سوچو! دل نہ کانپے تو بتانا۔۔۔"منہ پھیر کر آخری جملہ کہتے ہوئے اس نے گاڑی آگے بڑھائی۔وجیہہ خاموش ہو گئی۔وہ غلط نہیں کہہ رہا تھا۔وہ نظریں پل بھر میں جھکا گئی۔

وجدان کا دل چاہا اس خوبصورت موسم میں ایک بار پھر ٹیپ چلا دے مگر اس کے دل میں پہلے ہی ہول اٹھ رہا تھا۔اسے اسے ان کنچی آنکھوں کا خیال بار بار آ رہا تھا۔کالی چادر

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کا چہرے سے سر کنے یاد آیا تو وہ سر جھٹک گیا۔ وہ اپنا چہرہ ڈھانپی ہوئی تھی۔ وجدان کو برا لگ رہا تھا۔ وہ خود کو مکمل ڈھانپے ہوئی تھی اور وجدان نے اسے دیکھ لیا تھا۔ اسے نہیں دیکھنا چاہیئے تھا۔ اگر وہ چادر سے پردہ کر رہی تھی تو اسے نظر کا پردہ کر لینا چاہیے تھا۔

"وہ کب تک ہیں یہاں؟"۔ اس نے وجیہہ سے پوچھنا چاہا۔

"شاید ایک دو دن تک!"۔ وجیہہ جو کھڑکی سے باہر جھانک رہی تھی اس نے سوچ کر جواب دیا۔ وجدان نے اثبات میں سر ہلایا اور سامنے دیکھتے ہوئے گاڑی چلانے لگا۔ دن ڈھل رہا تھا اور ٹھنڈ بڑھ رہی تھی۔ سانس چھوڑتے ہوئے دھوُاں منہ سے نکل رہا تھا۔ اسے اپنا آپ اس بھرے شہر میں تنہا لگنے لگا۔ اسے لگا وہ تنہا سفر کر رہا ہے ایک اجنبی شہر میں! کسی خیال کے تحت اس نے گاڑی چلاتے چلاتے باہر کی جانب دیکھا تو اسے کچھ ایسا دکھا کہ دیکھتا چلا گیا۔ ایک شخص اپنے چھوٹے سے بچے کو سینے سے لگائے جا رہا ہے۔ اس کی کمر پر ساتھ ساتھ تپھک بھی رہا ہے جیسے اسے سلا رہا ہو۔ ساتھ چلتی اس بچے کی ماں نے بے اختیار اپنا ہاتھ اس کے بالوں میں پھیرا۔ وجدان کو لگا جیسے وہ اس بچے کی جگہ ہو اور اس کے ماں باپ اس کو بہلاتے تھپتھپاتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ وہ باہر کا نظارا دیکھنے میں اتنا محو تھا کہ سامنے نہیں دیکھ رہا تھا۔ ان کا ایکسیڈنٹ ہو جاتا اگر وہ اچانک بریک نہ لگاتا۔ گاڑی کو بریک لگاتے ہوئے خیال آیا کہ وجیہہ نے

سیٹ بیلٹ نہیں پہنی ہوئی۔ بریک لگااور وجیہہ کہ ماتھے پر ہاتھ رکھ کر اس کو پیچھے کھینچا۔اس سب میں وہ تو سامنے سے ٹکرا گیا مگر وجیہہ بچ گئی۔وجیہہ کا سر ڈیش بورڈ سے لگتا اگر وجدان اپنا ہاتھ اس کے ماتھے پر نہ رکھتا۔اس سب میں بھی وہ وجیہہ کو نہ بھولا تھا۔وہ جھٹکا اتنا زور کا نہیں تھا مگر جب وجدان کا سر سامنے لگا تو وجیہہ چیخ اٹھی۔

"بھائی"۔اس نے اسے ہلانا چاہا مگر وہ ویسے ہی سامنے کی طرف جھکا ہوا تھا۔اس کے دل میں یکدم خدشہ پھیل گیا۔وہ اٹھ کیوں کہیں رہا تھا۔وجیہہ کو خوف محسوس ہونے لگا۔تنہائی آڑے آگئی۔اسے لگا وہ تنہا ہو گئی ہے۔قریب تھا کہ آنکھوں کے سامنے اندھیرہ چھا جاتا کہ وجدان نے سر اٹھایا اور گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔سر جھکنے کی وجہ سے اس کے بال ماتھے پر آگئے تھے۔وجیہہ کی جان میں جان آئی۔اس نے لپک کر بھائی کو کندھے سے پکڑا اور چہرہ اپنی جانب گھمایا۔ماتھے سے تھوڑا تھوڑا خون بہہ رہا تھا۔لوگ آس پاس دیکھنے کو جمع ہونے لگے۔

"تم ٹھیک ہو؟ کہاں لگی چوٹ؟ ہسپتال جانے کی ضرورت تو نہیں؟"۔وجدان نے الٹا اس پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔

"مجھے کچھ نہیں ہوا، مگر آپ کی بلیڈنگ ہو رہی ہے۔ہسپتال کی طرف موڑلیں گاڑی"۔اس نے پریشانی سے کہا اور اس کے زخم کو دیکھنے لگی۔لوگ جمع ہوتے جا رہے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تھے۔وجدان نے گاڑی سے باہر ہاتھ نکال کر اشارہ دیا کہ سب ٹھیک ہے اور گاڑی آگے بڑھالی۔

"نہیں۔ذیادہ چوٹ نہیں ہے بے حد معمولی سی ہے۔اب ہمیں گھر چلنا چاہئیے"۔اس نے مختصراً بتایا اور گاڑی چلانے لگا۔وجیہہ ششدر رہ گئی۔

"تو پھر اٹھنے میں دیر کیوں لگی؟"۔اس کے دماغ میں کچھ باتیں کھٹکنے لگی۔

"دل نہیں چاہ رہا تھا حقیقت میں واپس آنے کا۔خیر گھر آگیا ہے"۔وہ گاڑی کو بریک لگاتا ہوا بولا۔

وجیہہ نے اسے تکتی رہ گئی۔

---**---

"وہ کون تھے اور تم ان سے کیوں مل رہے تھے"۔وہ اپنا چھوٹا سا بیگ گاڑی کے پیچھے والی سیٹوں سے نکالتی ہوئی پوچھنے لگی۔

حیدر نے گاڑی سے اتر کر گلاسز اتاریں۔

"تم جان جاؤ گی آہستہ آہستہ"۔چلتا ہوا اس کی طرف آیا اور اس کا ہینڈ بیگ کندھے پر ڈالتا اس کا ہاتھ تھامتا اندر بڑھ گیا۔صالحہ کو اس کا یوں ہاتھ تھامنا اچھا لگا تھا۔وہ اس کے

پیچھے ایسے آرہی تھی جیسے کسی بھٹکی ہوئی چھوٹی بچی کو آسرا مل گیا ہو۔وہ ایک بڑے گھر میں اس کا ہاتھ تھامے داخل ہوا۔وہ گھر مکمل طور پر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔

"یہ تمہارے گھر پر تالا کیوں ڈلا ہوا تھا ویر؟"۔وہ اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑاتی لاؤنج کے صوفے پر اپنا چھوٹا بیگ اس کے کندھے سے اتار کر رکھنے بڑھی۔

"گر جاؤ گی صالحہ اندھیرہ ہے! میں چل تو رہا ہوں ساتھ تمہارے! پھر بیگ کیوں اتارا میرے کندھے سے؟"۔وہ ماتھے پر بل ڈال کر گھورتے ہوئے بولا۔

"آپ کے کندھے درد کر جاتے جبھی اتار لیا"۔

اس کے جواب نے حیدر کے قدم جکڑ لیے۔وہ تھوڑی دیر کے لیے وہی کھڑا رہا۔وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اسے وہ بیگ تھامے تو پانچ منٹ بھی نہیں ہوئے تھے۔

"یہ اندھیرا کیوں ہے ویر؟"۔صالحہ کے ماتھے پر الجھی لکیریں نمودار ہوئیں۔

"ہر ابھرتا دن کے اندر خوف ہوتا کہ اسے ڈھلنا بھی ہے۔اندھیرہ پھیلنا بھی"۔اس کا لہجہ کچھ الگ تھا۔وہ پلٹ کر اس کی آنکھوں میں بنا کوئی تاثر دیے تکنے لگی۔حیدر نے اس کی کنچی آنکھوں میں دیکھا۔وہ وہی ساکت کھڑا تھا اور یہاں صالحہ الجھی!۔وہ ابھی کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ حیدر نے ہڑبڑا کر پلکیں جھپکیں۔

www.neweramagazine.com

"اندھیرہ؟اندھیرہ تو ہونا ہی صالحہ ہم نے بتیاں نہیں جلائیں گھر کی۔اور تالا؟تالا اس لیے ڈالا تھا میں نے کیونکہ میں اسے یوں چھوڑ کر گاؤں نہیں آسکتا تھا۔شہر میں چوریوں اور ڈکیتیوں کا بہت زیادہ خدشہ ہوتا ہے"۔وہ اپنے آپ کو ریلیکس کرتا ہوا گھر کی چابیاں جیب میں ڈالتا لاؤنج میں بڑھنے لگا۔مگر صالحہ کی آنکھیں وہیں جمی رہ گئیں جہاں کھڑے ہو کر اس نے وہ بات کی تھی۔حیدر نے لائیٹ جلائی اور گھر کا وہ حصہ روشن ہو گیا۔

"کہاں ہو صالحہ؟پیچھے کہاں رہ گئی؟آؤ دیکھو لاؤنج میں آکر۔جب تم پچھلی بار آئی تھی تو یہ صوفہ دیوار کے ساتھ لگا تھا مگر اس کے بعد میں نے اس کی جگہ تبدیل کر دی تھی۔یہ کالے صوفے تمہیں پسند ہیں نا؟یہ دیکھو"۔وہ لاؤنج میں کھڑا اسے آوز دیتا رہا،مگر جب وہ نہ آئی تو اس کا ہاتھ پکڑتا اندر لے آیا۔وہ بھی اس کے پیچھے چلتی چلی گئی۔

"تمہیں اپنے کمرے کا رستہ یاد ہے نا؟یا پھر وہ بھی بھول گئی"۔وہ مسکراتا ہوا اس سے پوچھ رہا تھا۔

"ہاں مجھے یاد ہے ویر"۔وہ زبردستی مسکرائی۔یہ گھر بھی حویلی والوں نے خرید رکھا تھا۔جب بھی کوئی حویلی کا مرد شہر پڑھنے آتا تو وہ اسی گھر میں رہا کرتا۔جیسے شازل،مگر چونکہ وہ اب تھوڑا کم شہر آتا تھا اس لیے یہ گھر تقریباً حیدر نے ہی سنبھالا ہوا تھا۔

"کیا کھاؤ گی؟"۔اس نے صوفے پر گرنے کے انداز پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ بھی کھالوں گی"۔وہ کھڑی رہی۔

"چلو میں ایسا کرتا ہوں رات کے لیے کچھ ہلکا پھلکا آرڈر کر لیتا ہوں۔ورنہ زیادہ کھانے سے بد ہضمی ہو جائے گی"۔وہ اٹھ کر اس کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔

"ہاں ٹھیک تو کہہ رہے ہیں"۔وہ بیگ کندھے پر ڈالے ساتھ ساتھ چل کر اپنے کمرے میں آگئی۔

"میں نے ملازم سے کہلوا کر تمہارا کمرہ صاف کروادیا تھا۔تم آرام کرو جب تک کھانا نہیں آجاتا۔میں کھانا اپنے ہی کمرے میں کھاؤں گا کیونکہ مجھے کل یونیورسٹی جانا ہے اور اسائمنٹ بھی جمع کروانا ہے"۔وہ مسکراتا ہوا اسے کہتا دروازہ بند کرتا باہر نکل آیا۔یہ کمرہ دوسری منزل پر تعمیر تھا۔

اندر بستر پر بیٹھی صالحہ نے گہری سانس ہوا میں چھوڑ کر بیگ کھولا۔اس کا موڈ یکدم بدل گیا تھا۔اسے اب پھپھو اور ارحم کی یاد آرہی تھی۔اس کے کمرے میں ایک بڑی کھڑکی تھی جسے اس نے بہت مشکل سے کھولا۔کھڑکی کے کھلتے ہی تیز ہوا اس کے جسم کو چھوتی ہوئی آگے بڑھی۔اسے کپکپی چڑھنے لگی تو وہ جلدی سے اپنے ساتھ لائی موٹی

شال اوڑھنے لگی۔ باہر ٹریفک کی وجہ سے بہت شور تھا۔وہ کھڑکی کے پاس آکر دونوں ہاتھوں کی کہنیاں کھڑکی پر ٹکا کر آسمان دیکھنے لگی۔رات بڑھتی جارہی تھی اور دھند میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔اسے افشاں پھپھو کی یاد آنے لگی۔

"انہوں نے کھانا کھایا بھی کہ نہیں؟ کیا کسی نے ان کو پوچھا ہوگا میرے بعد؟۔وہ تو میرے بغیر کھانا بھی نہیں کھاتیں"۔وہ خود سے بڑبڑاتی اور پریشان ہونے لگی۔وہ آج کی رات یونہی کھڑکی کے پاس کھڑے رہ کر گزارنا چاہتی تھی۔۔۔

___**___

گھنے بال چہرے کو ڈھانپے ہوئے تھے۔وہ چنچل لڑکی مسکراتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔اس کے لمبے کمر تک بال ہمیشہ اس کی خوبصورتی کی وجہ رہے تھے۔اس نے وہ تصویر میز پر رکھی اور دوسری اٹھائی۔وہ دوسری تصویر میں عام سا پیلا جوڑا پہنی ہوئی تھی۔لمبی گھنی پلکیں نیچے کو جھکی ہوئی تھی اور رخسار ہلکے گلابی ہورہے تھے۔

"تم پیلے جوڑے میں بہت خوبصورت لگتی ہو"۔وہ دل کی بات اسے بتا رہا تھا۔

"اس بات کا علم مجھے ہے"۔وہ اکڑ سے کہتی مگر پھر خود ہی ہنسنے لگتی۔

"ہاں تمہیں پتا ہونا چاہیے کہ تم کتنی خوبصورت ہو۔۔۔تم کتنی اچھی ہو اور۔۔۔۔۔"

"بس کردو۔۔۔ کہیں نظر نہ لگ جائے"۔ وہ بات کاٹتی خود پر ناز کرنے لگی۔

"تمہیں میری نظر نہیں لگے گی شہوار"۔ وہ اس کی آنکھوں میں اپنے لیے اپنائیت ڈھونڈ رہا تھا مگر اس کی آنکھوں میں اس کے لیے کچھ نہ تھا۔

وہ لمحے یاد آتے ہی وہ ایک بار پھر اذیت سے گزرنے لگا۔ اس کو اپنے دل میں درد محسوس ہوا۔

یادیں ٹوٹیں اور وہ چلتا ہوا آئینہ کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ سرد ہوائیں اسے کپکپانے پر مجبور کر رہی تھیں مگر اس نے ایک نظر موٹی جیکٹ کو دیکھا اور پھر سے آئینہ دیکھنے لگا۔ اس کی پیشانی پر لگا وہ زخم جس پر کچھ دیر پہلے تک خون بہہ رہا تھا اب جم چکا تھا۔ بال بکھرے ہوئے اور آنکھیں خمار آلود۔ بکھری شیو جسے اس نے ایک ہفتے سے نہیں بنائی تھی۔

"تمہاری محبت میرے اندر تک جڑیں پھیلا رہی ہے شہوار! مجھے خود سے دور مت کرنا! ورنہ میں مر جاؤں گا"۔

اسے باتوں کے ساتھ ساحلِ سمندر کی تیز ہوائیں اور ڈوبتا سورج بھی یاد آیا۔

"محبت میں کون مرتا ہے وجدان قریشی؟"۔ تیز ہوا کے باعث اس کے بال ہوا میں لہرا رہے تھے۔ وجدان کی آنکھیں پھٹی تھیں اور اس نے جھٹکے سے گردن موڑ کر اسے

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دیکھا۔آنکھیں حیرت اور بے یقینی سے پھٹنے کو تھیں مگر نگاہیں جس پر تھیں وہ شخص خاموشی کا لبادہ اوڑھے سامنے کو دیکھ رہا تھا۔

"مگر یہ محبت شدت اختیار کر چکی ہے"۔وہ اپنی محبت پر شک پر داشت نہیں کر سکتا تھا۔وہ اپنی محبت کو قتل ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"یہ بات ابھی سمجھ نہیں آئے گی تمہیں وجدان۔مگر کبھی نہ کبھی"۔اس کا آنچل ہوا لہرا رہا تھا اور وہ اسے بمشکل قابو کر رہی تھیں۔

اور حال میں کھڑے وجدان قریشی کو اب سمجھ آیا کہ ہاں وہ ٹھیک ہی تھی۔

بھلا محبت میں بھی کوئی مرتا ہے؟۔اگر کوئی محبت میں مرتا تو آج وہ یقیناً زندہ نہ ہوتا۔ ہاں وہ ٹھیک کہتی تھی۔

مگر۔۔۔مگر نہ تو میرے دل سے محبت مر رہی ہے اور نہ مجھے مار رہی ہے۔۔۔

نہیں۔۔۔!ہاں وہ مجھے مار رہی ہے!اندر سے!وہ مجھے اندر سے مار رہی ہے اور روز مارتی ہے جب میں اس کا چہرہ تصویروں میں دیکھتا ہوں۔

زید ایسا کیوں کہتا ہے؟ وہ یہ کیوں کہتا ہے کہ اس نے صرف میری دولت سے محبت کی تھی۔ بھلا کوئی صرف دولت کے لیے کسی انسان سے شادی کرنے کا وعدہ کیسے کر سکتا ہے؟۔اس نے آئینے میں اپنا عکس دیکھ کر لب بھینچے تو اس کے ڈمپل گہرے ہوئے۔

اسے یاد آیا کہ کچھ مہینوں پہلے جب زید اس پر خوب چلا یا تھا۔۔۔

"یہ ایک طرفہ محبت ہے وجدان !ایک طرفہ !تمہاری طرف سے !وہ تمہیں نہیں چاہتی تھی یہ بات کیوں نہیں مان لیتے ؟؟؟؟" وہ چیخ رہا تھا اور وجدان اس کے اس انداز پر جی جان سے مسکرایا تھا۔یہ وہ مسکراہٹ تھی جس کی شروعات میں وہ کھل کر مسکرایا تھا مگر یہ مدھم پھیکی مسکراہٹ سے ہوئی تھی۔اب بھلا وہ زید کو کیا بتاتا کہ وہ اب جان چکا ہے کہ وہ ایک طرفہ ہی محبت تھی۔ مگر ہاں کیا کہتے ہیں ؟؟۔وہ ایک لفظ۔۔۔

"تسلی"۔۔ خود کو تسلی دینا بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے۔

وہ اب کچھ اور سوچنے لگا۔

میں کسی سے محبت کرتا ہوں مگر شادی کسی اور سے کر رہا ہوں !۔تو کیا میں اس کے ساتھ خوش رہ پاؤں گا؟۔ نہیں۔۔۔۔ مجھے یہ نہیں کہنا چاہیے !۔کیا وہ میرے ساتھ خوش رہ پائے گی؟اس کے ساتھ بھی زبردستی ہو رہی ہے جس کا اسے ابھی علم نہیں

شاید!۔کیا وہ ایک ایسے انسان کے ساتھ رہ پائے گی جو اپنا دل کسی کو پہلے ہی دے چکا ہے؟۔جس کا دل ہر طرح کے جذبات سے خالی ہے؟۔کیا اس کو ایسے شخص ملے گا جو پہلے ہی کسی کو دل دے چکا ہے؟۔کیا وہ اس کی خواہشات پوری نہیں کر سکے گا؟۔اور سب سے مشکل سوال۔۔۔۔۔۔کیا وہ اس سے اظہارِ محبت نہیں کرے گا؟۔

اس کی سانسیں گہری ہونے لگی اور دل زور سے دھڑکنے لگا تو اس نے اپنا سینہ مسلا۔

"یعنی ایک جان نہیں دو جان برباد ہوں گی!ایک اس کی اور صالحہ کی"۔

وہ کیا کرے اب؟۔وہ کیسے روکے وجیہہ کو کہ اپنے بھائی کے ساتھ ساتھ کسی کی بہن کا دل نہ دکھاؤ!زندگی نہ برباد کرو ہماری!۔میں تو مکمل ٹوٹ چکا ہوں اور اذیت جانتا ہوں۔اس چھوٹی سی لڑکی کا دل نہ توڑو۔ایسا نہ کرو کہ اسے رشتوں پر سے اعتبار ہی اٹھ جائے۔وہ چھوٹی لڑکی اپنے بھائی سے ہی نفرت کرنے لگے جس نے اپنی خواہش کے لیے اسے کسی سے شادی کرنے پر مجبور کیا۔اس نے اس چھوٹی لڑکی کی آنکھوں میں جھانکا ہے۔۔۔نہیں خدارا!وہ بہت معصوم ہے۔۔۔وہ یہ تکلیف کیسے برداشت کرے گی۔میں تو اس کا ہم عمر بھی نہیں!۔وہ اب اپنی چھوڑ کر اس کے لیے پریشان ہونے لگا۔

دھیرے دھیرے چلتا ہوا باہر ٹیرس پر آ گیا۔کھلے آسمان پر دھند کا ڈیرا تھا۔اس نے آسمان کی طرف چہرہ کیا۔

دھند کے باوجود چاند ہلکا روشن تھا۔

ایک بار پھر یہ چاند اور میں تنہا تھے۔

تنہائی مٹتے کیوں نہیں مٹ جاتی؟۔

پہلے ماں باپ چھوڑ گئے۔۔۔پھر اس کی محبت۔۔۔اور پھر سے میں تنہا ہونے جا رہا ہوں۔

وہ جیا کی شادی خوشی خوشی حیدر سے کر دیتا اگر وہ یوں اسے قربان کرنے کا نہیں کہتی۔ اگر جیا کی خوشی کے بدلے اسے قربان ہونا تھا تو وہ کچھ نہیں کہے گا۔جہاں اتنے سال اپنی خوشی کے لیے کچھ نہیں کیا وہاں کچھ اور سال ایسے ہی گزار لے گا۔۔۔وہ اسے خوش رکھنے کی کوشش کرے گا مگر۔۔۔۔وہ سوچتے سوچتے رک گیا۔۔۔

ہاں وہ کوشش کرے گا!۔وہ کوشش ضرور کرے گا۔

اس نے اپنی نم ہوتی آنکھوں کو سختی بند کر لیا۔حقیقت دیکھنے کا دل نہیں اب اور۔۔۔۔!

---**---

وہ آدھی رات کو باورچی خانے سے پانی پی کر پلٹی تھیں کہ کسی کی اچانک موجودگی سے یکدم گھبرائیں۔جب مقابل کھڑے شخص نے ہاتھ میں پکڑی لالٹین کو اپنے چہرے کے سامنے کیا تو ان کی تھوڑی ہمت بندھی۔

"آپ؟۔۔۔مجھے اچانک یوں آکر ڈرا دیا"۔وہ اب آس پاس دیکھ رہی تھیں کہ کوئی موجود تو نہیں۔

"اب تو عادی ہو جانا چاہیئے آپ کو شمیلہ بھابھی"۔وہ زیادہ بڑی عمر شخص نہیں تھا مگر چہرے پر پختگی تھی۔

"کیوں آئیں ہیں شاہ جی؟۔آپ کو کتنی دفعہ خبردار کیا ہے یوں نہ آیا کریں رات کو۔حویلی میں کسی نے دیکھ لیا تو وہ سب جان جائیں گے"۔وہ چہرہ ڈھانپے ہوئی خوفزدہ تھیں کہ کوئی انہیں دیکھ نہ لے۔

"یہ آپ مجھ سے پوچھ رہی ہیں کہ میں کیوں آیا ہوں؟۔آپ تو سب جانتی ہیں نا۔کتنے سال گزر گئے شمیلہ بھابھی۔مگر میری خواہش میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا"۔وہ لالٹین میز پر رکھتا انہیں دیکھ کر بولا۔

"آپ کی تو محبت میں بھی فرق نظر نہیں آتا مجھے"۔لہجہ کچھ عجیب سا تھا مگر وہ سمجھ گیا۔

"وہ لڑکی میری زندگی کی خوشی ہے۔یہی وجہ ہے کہ آج اپنی زندگی کے کتنے سال اس حویلی میں یہ سوچ کر گزار دیے کہ کبھی اس سے بات کرنے کا موقع ملے گا۔کبھی اسے اپنا بنانے کا موقع ملے گا شمیلہ بھابھی"۔ایک آس تھی اس کی باتوں میں۔کیا شخص تھا جس کی امید ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"وہ اب لڑکی نہیں رہی شاہ جی!۔اس کا چہرہ اب ڈھل رہا ہے۔مجبوریاں تو حسن بھی ڈھال دیتی ہیں اور اس کے ساتھ بھی یہی ہو رہا ہے۔اس کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ میں ایک مردے کو دیکھ رہی ہوں۔شاہ جی۔۔۔وہ ماضی والی نہیں رہی۔۔۔"۔ان کی آواز تر ہو گئی تھی یہ سب بتاتے بتاتے۔۔۔

"وہ لڑکی ہی ہے میرے لیے شمیلہ بھابھی۔۔۔آخری بار اسے۔۔۔اسے میں نے۔۔۔ ک۔کب دیکھا تھا کچھ یاد ہے آپ کو؟ کتنے سال ہو گئے شمیلہ بھابھی اسے دیکھے ہوئے؟؟ انگلیوں پر گنے سالوں کو۔۔۔گننے کو انگلیاں کم نہ پڑیں تو بتائیے گا۔آپ کے ہی تو ہاتھ میں اس کا ہاتھ تھا جب میں نے اسے دیکھا۔عزت و احترام سے میری نگاہیں اٹھ نہیں رہی تھیں مگر دیکھنے کی چاہ بھی تو دل میں چھپائی ہوئی تھی۔وہ آخری دن تھا جس دن میں نے اسے دیکھا۔۔۔پھر وہ دیا۔۔۔وہ دیا شمیلہ بھابھی۔۔۔وہ دیا۔۔۔کہاں ہے وہ دیا جس کا ذکر وہ اپنی باتوں میں کرتی تھی۔۔۔وہ دیا بجھ گیا نا۔۔۔میں اس دن کا انتظار شدت سے کر رہا تھا جب وہ بھاگتی ہوئے میرے پاس آتی اور ہاتھ میں پرچا پکڑا کر خود کو چادر میں ڈھانپ کر کہتی۔۔۔

"لیں۔۔۔پڑھیں بشارت حسین۔۔۔"۔اور میں؟؟ میں کپکپاتا اسے کھولتے ہوئے۔ اور وہ کہتی "گھبرائیے نہیں۔وہ دیا جلتا رہے گا"۔۔۔

مگر ایسا کیوں نہیں ہوا شمیلہ بھابھی۔۔کیوں اس کی جگہ ایک ملازم بھاگتا ہوا آیا اور اس نے مجھے پرچا پکڑا دیا۔میں اسے نظروں سے ڈھونڈتا رہ گیا مگر وہ نظر نہ آئی۔حیرانی سے وہ پرچا کھولا تو۔۔۔پتا چلا کہ وہ دیا تو بجھ چکا ہے۔۔۔اس خط میں مجھے سختی سے تنبیہ کی گئی تھی کہ میں یہ گاؤں چھوڑ دوں ورنہ مجھے مار دیں گے یہ لوگ۔۔۔وہ خط۔۔۔

وہ۔۔۔خط اس لڑکی نے لکھا تھا جس کے لیے میں تڑپتا رہا۔۔۔میں خوف سے بھاگ جاتا گاؤں چھوڑ کر اگر مجھے اس کنچی آنکھوں والی لڑکی سے محبت نہ ہوتی۔ملازم نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ حویلی والے آپ کی تلاش میں ہیں مگر یہ اچھا ہے میرے لیے کہ انہوں نے مجھے کبھی دیکھا نہیں اس لیے پہچاننے میں مشکل ہو گی۔میں بھاگا نہیں بلکہ ایک ہفتے کے اندر اندر بہت مشکلوں سے حویلی آیا۔۔۔میں نے سوچا تھا کہ ایسے اس سے بات کرنا آسان ہو جائے گا اس لیے جو ملازم میرے پاس خط لے کر آتا تھا اس نے میری سفارش کروا کر میری نوکری یہاں لگوادی۔کبھی سوچا ہے ایک اتنے بڑے باپ جس نے دھن دولت میں نام کمایا ہوا ہو اس کا بیٹا حویلی والوں کا باورچی کیوں بنا؟کتنے سال ہو گئے مجھے یہاں پر اس سوال کا جواب میرے چہرے پر موجود جھریاں بتائیں گی آپ کو۔۔۔صرف ایک دفعہ بات کرنے دیں۔خدارا۔۔۔کتنے سال ہو گئے یہ خواہش آپ کے قدموں میں رکھتے رکھتے"۔آنکھوں سے آنسو ٹپک کر اس کے گالوں پر بہہ رہے تھے۔وہ شخص اتنے سالوں میں پہلی بار تھک کر رو یا تھا۔شمیلہ بھابھی کا دل کٹ گیا۔۔۔

"وہ بول نہیں سکتی شاہ جی۔اس سے گفتگو کیسے کریں گے آپ؟"۔گیلی آواز کے ساتھ وہ پوچھ رہی تھیں۔

"تو کیا ہوا؟ محبوب کی تو خاموشی بھی سننے کی لائق ہوتی ہے۔میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔۔۔میری نگاہیں اس کے چہرے پر نہ اٹھیں گی مگر میرے لیے یہ ہی بہت ہے کہ وہ میرے سامنے ہے۔۔۔اتنے سالوں میں کیا اسے میری موجودگی کا بھی علم نہیں ہوا؟۔جو اس امید پر اب تک زندہ ہے کہ ایک دن وہ اسے مل جائے گی۔میں اب بھی اس کی ہی چاہ رکھتا ہوں۔میرے دل میں اسے اپنا محرم بنانے کی اب بھی چاہ ہے۔ جوانی گزار دی اس حویلی میں۔۔۔خواہش اب بھی ہے دل میں کہ بڑھاپا اس کے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں"۔وہ باتیں دہراتے دہراتے تھک چکا تھا اس لیے چپ ہو گیا۔

"اسے بے زبان کر دیا گیا تھا تمہاری غیر موجودگی میں۔میں جانتی ہوں جب وہ بری طرح تڑپ رہی تھی اپنی زبان کی تکلیف کی وجہ سے۔جب وہ بے زبان ہو چکی تھی اس کے بعد ہی اس نے خط لے کر سب سے چھپا کر ملازم کو آپ کی طرف بھیجا تھا۔اتنی تکلیف میں بھی اس عورت کو آپ کی ہی فکر ہی تھی شاہ جی۔اس کی بے زبانی کی وجہ اس کی بغاوت ثابت ہوئی تھی۔وہ اس حویلی کی آج تک کی آنے والی نسلوں میں پہلی عورت تھی جس نے اپنے باپ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا تھا کہ وہ اس پر ناحق ظلم نہیں کر سکتے۔۔اس نے کہا تھا وہ اسی نکاح نامہ پر دستخط کرے گی جس پر نام بشارت حسین کا درج ہو گا۔اس حویلی میں پہلی بار ایک عورت پوری قوت سے چیخی تھی

صرف اپنے حق لیے !۔صرف اس لیے کہ اس کی شادی وہاں کروائی جائے جہاں اس کی رضامندی ہے۔باقی باپ کی ہر بات ہر کہا مانتی تھی بس۔۔۔یہ نہ مان سکی۔۔۔اس شوخ، چنچل، معصوم اور اپنی زندگی میں رہنے والی لڑکی کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا تھا۔میں نے دیکھا تھا جب داجی نے اپنی ہی بیٹی کے منہ میں وہ جلتا ہوا انگارا ڈالا تھا۔وہ تڑپ رہی تھی معافی مانگ رہی تھی۔بھلا سوچو حویلی کے کسی عورت کے منہ سے غیر شخص کا نام سن کر حویلی کے مرد خاموش رہ سکتے ہیں کیا؟۔خون بہنے لگا منہ سے مگر داجی کا دل نہیں پگھلا۔وہی رسم و رواج کی دیوار اس کے اوپر گر گئی اور اسے اسی کے کمرے میں تنہا پھینک دیا گیا۔سب سے لاڈلی تھی وہ اس حویلی کی اور آج کسی کو اس کی موجودگی یا غیر موجودگی کی بھی پرواہ نہیں بشارت حسین"۔

وہ سن رہا تھا یہ داستان اور دل تکلیف کر رہا تھا۔محبت جان لے رہی تھی اس کی اور وہ مر بھی نہیں رہا تھا۔ایسا نہیں تھا کہ وہ یہ باتیں جانتا نہیں تھا۔۔۔وہ سب جانتا تھا مگر ہر بار یہ داستان سنتے ہوئے اس کی روح کانپتی تھی۔۔۔وہ بات ختم کر کے اب اسے تک رہی تھیں۔

"شاہ جی چلے جائیں۔ابھی بہت رات بھی ہو گئی ہے"۔وہ چادر سے آنسو پونچھتی اوپر مڑ گئیں کہ اب اور سکت نہ تھی اور کچھ کہنے کی۔۔۔۔

---**---

"چائے بنا میرے لیے"۔ سمیعہ تائی نے بے وقت چائے کا حکم دیا۔ وہ جو تھک کر کچن کی دیوار سے پشت لگائے زمین پر سوئی بیٹھی تھی جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ پوری رات کی جاگی ہوئی تھی اور ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی آنکھ لگی تھی۔ ٹھنڈ سے اس کی رنگت سفید ہو رہی تھی۔ وہ جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگی۔ فجر کی آذان شروع ہوئی تو اس نے اپنا پھٹا ہوا ڈوپٹہ سر پر رکھ لیا۔ ٹھنڈی پانی میں ہاتھ ڈالنے کا سوچ کر ہی اس کا دل کانپ اٹھا مگر چائے بنانے کے لیے تو یہ سب کرنا ہی تھا۔ ماحول میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اس نے پتیلی میں پانی ڈال کر چولہے پر چڑھایا اور پتی نکالنے لگی۔ پتی کے لیے کیبنٹ کھولا تو وہ کیبینٹ کے اوپر والے حصے میں رکھی تھی۔ اس نے نکالنے کی کوشش کرنی چاہی، مگر اس کا ہاتھ نہ پہنچا۔ پیچھے سے کوئی اندر داخل ہوا تھا مگر اب رک کر اسے دیکھ رہا تھا۔ تھوڑا سا اچھل کر ہاتھ بڑھانا چاہا مگر بے سود۔ وہ ابھی پریشانی میں کھڑی پتی لینے کا کوئی اور طریقہ سوچ ہی رہی تھی کہ کسی نے ہاتھ بڑھا کر وہ پتی سلیب پر رکھی۔ رفاہ سہم کر جھٹکے سے مڑی تو اس سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔ وہ اسے ماتھے پر بل ڈال کر دیکھتا مڑا۔ سلیب سے پانی کا گلاس اٹھایا اور پانی پینے لگا۔ رفاہ کا خون خشک

ہو گیا تھا۔اس نے اسے کھانے کی میز پر دیکھا تھا مگر اس کا نام نہیں جانتی تھی۔حویلی کے آدھے سے زیادہ مرد اور عورتوں کے نام بھی اسے پتا نہیں تھے۔

"شرجیل تو آج زمین پر جائے گا؟"۔سمیعہ تائی کی آواز پر وہ پانی پیتے پیتے رکا۔رفاہ کا چہرہ سفید لٹھے کی مانند ہوا۔تو کیا یہ شرجیل تھا؟۔

"جی تائی"۔کہہ کر پانی منہ انڈیلا اور ایک نظر اسے دیکھتا باہر نکل گیا۔

رفاہ کا رخ چولہے کی طرف تھا۔اس کا دل کانپ اٹھا تھا یہ جان کر کہ وہ "اس" شخص کے نکاح میں ہے۔چہرے سے وہ بہت غصے والا اور سخت لگتا تھا۔لمبا چوڑا وہ شخص چہرے کے تاثرات سے ہی جابر لگ رہا تھا۔چہرے پر ہلکی مونچھیں تھیں بلاشبہ اسے پہلی نظر میں وہ بے حد ہینڈسم لگا مگر اسے شرجیل کی خوبصورتی کا کیا کرنا تھا؟وہ تو ونی تھی۔ وہ چہرہ اسے یاد آیا تو اس کا دل زور سے دھک دھک کرنے لگا۔اس نے کانپتے ہاتھوں سے پتی ڈال کر تھوڑی دیر بعد دودھ بھی ڈال دیا۔

"چائے بنی؟"۔تائی کی زوردار آواز پر وہ جلدی جلدی کپ میں چائے نکالنے لگی۔

"آگئی۔گئی ہے چائے"۔ٹرے میں چائے سجاتی وہ لاؤنج میں آگئی۔سمیعہ تائی کے برابر میں شرجیل بیٹھا ہوا تھا۔اس کو دیکھ کر ایک دم اس کا ہاتھ کانپا اور چائے کی ٹرے زمین پر گر گئی۔چائے کا کپ اس کے پاؤں پر گر کر ٹوٹا۔گرم کھولتی ہوئی چائے اس

کے پاؤں پر لگی اور وہ اس کی تکلیف سے چیخنے لگی اور ہاتھ سے منہ کو دبالیا۔شرجیل آنکھیں پھاڑے اس کی حالت دیکھ رہا تھا۔وہ ابھی دیکھ ہی رہا تھا کہ سمیعہ تائی اٹھیں اور اسے بالوں سے پکڑ کر دو چانٹے لگائے۔وہ پہلے ہی تکلیف سے دہری ہو رہی تھی اب تڑپ ہی اٹھی۔پاؤں میں کانچ چبھنے کے باعث خون بہہ رہا تھا اور سمیعہ تائی سب چیزوں سے بے خبر اسے مار رہی تھیں۔شرجیل کی پلکیں کانپیں۔

"سلیقہ ہے تجھے؟۔ایک چائے کا کپ مانگا تھا وہ بھی توڑ دیا۔تیرا باپ ہمارے در پر تجھ کو چھوڑ کر گیا ہے۔۔۔تیرا کوئی نہیں ہے یہاں! جان سے مار دیں گے اور خبر تک نہ ہونے دیں گے ہم"۔وہ ہر جملہ پر اسے ایک نہ ایک تھپڑ ضرور مار رہی تھیں۔اس کے بال تائی کے ہاتھ میں تھے اور وہ اسے کھینچ رہی تھیں۔شرجیل ہاتھ میں پانی کا گلاس تھامے اسے یوں ہی بغیر پلک جھپکے دیکھ رہا تھا۔وہ یونہی دیکھتا رہا جب تم اسے لگا وہ دیکھ سکتا ہے۔مگر پھر وہ منہ پھیر کر اٹھ کھڑا ہوا۔جب تک تائی کا دل نہیں بھرا وہ ان کے قابو میں رہی تھی۔اس کا قصور صرف اتنا تھا کہ وہ ارحم کے قاتل کی بہن تھی۔وہ جا چکا تھا اور سمیعہ بھی مار مار کر تھک چکی تھیں۔ان کی آنکھیں اب گیلی ہو کر لال ہو رہی تھی۔وہ وہیں زمین پر پڑی رہی کہ اب سکت بھی نہ تھی اٹھنے کی۔کوئی پانچ منٹ بعد کسی کے قدموں کی چاپ محسوس ہوئی۔رفاہ آنکھیں ایک طرف جمائے سن پڑی تھی۔

کوئی اس پر تیزی سے جھکا تھا اور اسے دونوں ہاتھوں سے کھینچتے ہوئے کوارٹر کی طرف لے جانے لگا۔اس نے جاننے کی کوشش کرنی چاہی مگر بے سود۔۔اس کے جسم کا ہر حصہ تکلیف کر رہا تھا۔وہ جو کوئی بھی تھا دونوں ہاتھوں سے اسے کھینچتا چلا جا رہا تھا۔اس کے اپنے ہی رشتوں نے اسے تکلیف دی تھی۔وہ تکلیف مار کھانے کی تکلیف سے بہت زیادہ تھی۔یہاں رواج نہ تھا"ظلم کے خلاف"آواز اٹھانے کا۔۔۔

___**___

"چلو اٹھو صالحہ! جلدی سے اٹھ جاؤ۔تمہیں شہر کی سیر کراتا ہوں"۔وہ اس کا دروازہ مستقل بجا رہا تھا کیونکہ وہ سمجھ رہا تھا کہ صالحہ سو رہی ہے۔جائے نماز پر بیٹھی صالحہ اٹھ کر دروازہ کھولنے بڑھی۔دروازہ کھولا تو حیدر نکھرا نکھرا تیار کھڑا تھا۔

"تم اٹھی ہوئی ہو؟"۔وہ حیران ہوا مگر جلد ہی مسکرا دیا۔

"ہاں میں نماز پڑھ رہی تھی"۔اس نے دروازہ پورا کھول کر زمین پر بچھی جائے نماز دکھائی۔اسے دیکھ کر وہ سر ہلاتا ہوا اندر آ گیا۔

"اچھا ہے۔۔۔تو چلو جاؤ کچھ گرم پہنو اور باہر آ جاؤ۔۔۔میں نیچے جا رہا ہوں"۔حیدر مسکراتا ہوا باہر نکلنے لگا۔

"مگر آپ کو یونیورسٹی نہیں جانا تھا ویر؟"۔اسے اچانک یاد آیا۔

"نہیں میں کل چلا جاؤں گا۔۔۔سوچ رہا ہوں آج تمہیں پورا شہر گھماؤں"۔وہ چابی گھماتا ہوا بولا۔

"پھر ابھی بنا لیتی ہوں میں"۔وہ کچن جانے کے لیے نکلنے لگی مگر حیدر نے روک لیا۔

"ناشتہ بھی باہر کریں گے۔اب جلدی سے چلو"۔وہ بستر سے اس کی شال اور سوئیٹر اٹھاتا اسے لے کر نیچے جانے لگا۔

"ارے مجھے چادر تو ٹھیک سے پہننے دیں"۔وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔

"جب میں گاڑی میں چابی لگاؤں گا تب تک تم خود کو ٹھیک کر لینا۔۔۔ویسے بہت ٹھنڈ ہے صالحہ یہاں"۔وہ اس کا ہاتھ پکڑ تا تیزی سے زینے اتر رہا تھا اور صالحہ ہنستے ہوئے سنبھل کر اترنے کی کوشش کر رہی تھی۔

___**___

"یہاں بہت ٹھنڈ ہے ویر"۔وہ ہر پانچ منٹ بعد ایک ہی جملہ دہرا رہی تھی حالانکہ صالحہ نے ایک سوئٹر،شال کے ساتھ ساتھ حیدر کی جیکٹ بھی پہن رکھی تھی۔حیدر نے اپنی جیکٹ اتار کر خود اسے پہنائی تھی۔صالحہ کے لیے وہ لمحہ بہت خوبصورت تھا جب اس کے ویر نے اپنی پرواہ چھوڑ کر اس کی پرواہ کی تھی۔

"ارے ابھی وہ دو کپ چائے لائے گا صالحہ۔ دیکھنا پھر نہیں لگے گی سردی"۔

وہ ایک چھوٹا سا ہوٹل تھا جس کے باہر تخت لگے تھے۔ اکا دکا لوگ تھے جو دوسرے تخت بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے۔ اس علاقے میں آبادی کم محسوس ہوتی تھی۔

"اوئے چھوٹے! جلدی لے آ". حیدر نے آواز لگائی۔ صالحہ خود کو بہت محفوظ محسوس کر رہی تھی۔ اسے کسی قسم کا خوف نہیں تھا کیونکہ اس کا ویرا اس کے پاس تھا۔ وہ شہر اس کی ذمہ داری پر آئی تھی۔ تخت پر آلتی پالتی مار کر بیٹھی صالحہ نے چہرہ چادر سے چھپایا ہوا تھا۔ یہ کھلا علاقہ تھا اور دور تک آبادی نظر نہیں آ رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں ایک چھوٹے بچے نے ان کے تخت پر چائے اور ناشتہ رکھا۔ صالحہ نے اس بچے کو بہت غور سے دیکھا۔ وہ بچہ دبلا پتلا سا تھا مگر موٹے سوئٹر میں صحت مند لگ رہا تھا۔ گلے میں مفلر پہنے ہوئے، بال بکھرے ہوئے تھے۔ ناک سردی کے باعث لال ہو رہی تھی۔ اسے وہ بچہ بہت پیارا لگا۔ اس نے بڑھ کر اس کا گال پکڑا اور ہلکا سا کھینچا۔ صالحہ نے اپنے پرس نما بیگ سے نکال کر اسے کچھ پیسے آگے بڑھائے جسے اس نے کچھ شرماتے ہوئے پکڑ لیے۔ حیدر ان دونوں کو صرف تھا جا رہا تھا۔ وہ بچہ واپس اپنی چھوٹے سے ہوٹل میں جا چکا تھا۔ مگر صالحہ کو وہ سامنے کھڑا نظر آ رہا تھا۔ وہ اب بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"صالحہ تمہاری چائے ٹھنڈی ہو جائے گی"۔ حیدر نے اپنی چائے لبوں سے لگاتے

ہوئے کہا۔وہ مسکرادی اوراپنی پلیٹ کی طرف بڑھی۔

"مجھے اپنی یونیورسٹی دکھائیں گے نا؟"۔اسے یاد آیا تووہ چمک پر پوچھنے لگی۔

"ہاں مگر آج نہیں! کل ہماری واپسی ہے گاؤں میں تواس سے پہلے کل اپنااسائنمنٹ جمع کروانے جاؤں گا۔تم بھی چلنااور یونیورسٹی دیکھ لینا"۔وہ بات کے آخر میں مسکرایا۔

"اور پھر کل آپ مجھے اسکول بھی دکھائے گا"۔وہ خوش ہوگئ تھی۔۔۔

"ضرور!"۔اس نے پراٹھے توڑ کر منہ میں ڈالا۔صالحہ نے چائے کا گھونٹ بھرا اور اپنے دائیں طرف آسمان دیکھا۔کھلے آسمان کے نیچے کھڑے ہو کر اسے لگا وہ آزاد ہے یہاں۔۔۔ایک آزاد پنچھی کی طرح۔۔۔جہاں نہ حویلی والوں کی سختیاں ہیں نہ پیروں میں ان کے ہاتھوں سے باندھی گئیں زنجیر۔وہ جب حویلی سے نکلی تھی تو اسے محسوس ہوا تھا کہ اس کے پاؤں میں بندھی زنجیر کسی نے کھول دی ہو۔۔اسے محسوس ہوا تھا کہ اب وہ جو چاہے کر سکتی ہے۔۔۔

"اب ہم کہاں جائیں گے؟"۔اسے حیدر سے باتیں کرنا اچھا لگ رہا تھا۔

"جہنم". وہ چڑ کر بولا۔

"کیوں؟"۔وہ اپنی دونوں بھنویں آپس میں ملا کر بولی۔

"وہاں بھنا ہوا گوشت ملے گا"۔وہ بھی گھور کر بولا۔

"ویرررررر۔۔۔ صحیح بتائیں"۔وہ جنجھلا کر اس کی ٹانگ پر ہاتھ مار کر بولی تو وہ ہنسنے لگا۔

"فہمیں بتاؤں ہم کہاں جائیں گے؟"۔وہ اس کا صبر آزمارہا تھا۔

"ہاں"۔وہ چمک کر بولی تو وہ تخت پر کھڑا ہو گیا۔۔

"ہم جائیں گے دامنِ کوہ کی چوٹی پر موجود مونال ریسٹورینٹ"۔وہ اس خاموش ماحول میں ہاتھ پھیلا کر زور آواز سے بولا تو اس کی آواز گونجی اور پلٹ کر آئی۔صالحہ کو یہ سب اتنا اچھا لگا کہ وہ سامنے کو تکتی رہی جہاں سے آواز پلٹ رہی تھی۔حیدر نے ہاتھ پکڑ کر اسے بھی تخت پر اپنے برابر کھڑا کیا۔

"اور پھر کہاں جائیں گے؟"۔اسے اچھا لگنے لگا تو حیدر کا بازو پکڑ لیا۔

"ہم مونال ریسٹورینٹ شام میں جائیں گے۔۔۔جب تک اسلام آباد گھوماؤں گا تمہیں"۔وہ اس کے گرد حصار قائم کرتا ہوا بولا۔اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اسے خود سے قریب کیا۔

"ایک بات کہوں؟"۔وہ نظریں اٹھا کر اجازت مانگنے لگی۔۔۔

چہرے پر معصومیت سجائے وہ اتنے پیار سے پوچھ رہی تھی کہ حیدر نے اس کی پیشانی چوم لی۔۔۔وہ بھائی کو حیرت سے دیکھتی رہ گئی۔

"ایسے دیکھ رہی ہو جیسے کبھی پیار نہیں کیا"۔وہ سر جھٹک کر ہنس کر بولا۔

"ہاں مگر ایسے تو کبھی پیار نہیں کیا"۔وہ ہنستے ہوئے اس کے اور قریب ہو گئی۔

"تو کر تو دیا آج؟ اگر اب بولی کچھ تو تمہیں کھائی سے پھینک دوں گا"۔وہ قہقہہ لگاتا ہوا اس کو کھینچتا ہوا اور وہ "نہیں نہیں" کرتی کھینچی چلی جا رہی تھی۔

"آؤ تمہیں پھینکوں کھائی میں"۔وہ اسے مستقل کھینچ رہا تھا اور وہ چیخ رہی تھی۔

"نہیں بولوں گی اب نہیں بولوں گی"۔جب اس نے یہ کہا تو حیدر نے اسے چھوڑ دیا۔۔۔وہ ہر ممکنا کوشش کر رہا تھا کہ وہ ارحم کو بھول جائے۔

"ویر میرا دل چاہ رہا ہے میں یہاں پر ہی رہ جاؤں"۔اس نے چہرہ آسمان کی طرف کر کے کہا۔

"اسی لیے کھائی میں پھینکنے کی آفر دے رہا تھا۔پھر تم یہیں رہ جاتی"۔وہ ہنستا ہوا شرارتاً بولا۔

"میں مذاق نہیں کر رہی"۔وہ اپنی لال ہوتی چھوٹی ناک رگڑتے ہوئے بولی۔

"وہ دیکھو ویر۔۔۔سورج ابھرتا کتنا اچھا لگ رہا ہے"۔اس کی بات پر حیدر نے سر اٹھا کر سامنے کے منظر کو دیکھا۔ہاں واقعی دل موہ لینے والا منظر تھا۔وہ حیرت سے منہ کھولے سامنے دیکھی جا رہی تھی۔جب اس کا منہ حیرت سے زیادہ کھلا تو حیدر کو مستی سوجی اور اس نے اپنے پینٹ سے ٹشو نکال کر اس کے منہ میں ٹھونس دیا۔یہ سب

اچانک تھا کہ وہ کچھ سمجھ ہی نہ پائی۔حیدر ہنستا ہوا بھاگنے لگا۔اسے ایک دم غصہ چڑھا اور وہ منہ سے ٹشو نکال کر پھینکتی اس کے پیچھے بھاگی۔وہ نہیں جانتی وہ کب تک اس کے پیچھے بھاگتی رہی اور کتنا دور آگئی۔آخر دو، تین منٹ بعد جب حیدر کو لگا وہ لوگ کافی آگے آگئے ہیں اور جگہ کافی سنسان ہے تو وہ رک گیا، مگر وہ نہیں رکی۔وہ بھاگتے ہوئے اس کے قریب آرہی تھی کہ حیدر نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکا۔وہ بھی رک گئی اور سانسیں بحال کرنے لگی۔۔۔حیدر واپس آیا اور اس کی کمر تھپتھانے لگا۔

"ہم بہت دور نکل آئیں ہیں صالحہ۔۔۔اب واپس بھی پیدل چلنا ہو گا گاڑی تک !"۔ اس نے دور کھڑی گاڑی جو چھوٹی سی نظر آرہی تھی اس کی طرف اشارہ کیا۔صالحہ کی ٹانگیں دکھنے لگیں۔

"ہائے ے ے ے۔۔۔اب مجھے نہیں جانا۔۔۔ایک کام کرتے ہیں ویر! ایسا کرتی ہوں میں روڈ پر بیٹھ جاتی ہوں جب تک آپ گاڑی تک جائیں اور یہاں تک لے آئیں"۔وہ میسنی شکل بناتی ہوئی نیچے بیٹھ ہی رہی تھی کہ حیدر نے اسے بازو سے پکڑ کر اٹھایا۔

"میری شکل پر بے وقوف لکھا ہے؟"۔وہ اسے گھورتا ہوا کھینچنے لگا۔

"اچھا اچھا چل رہی ہوں"۔وہ اس کے ساتھ جلدی جلدی چلنے لگی۔

"کب تک پہنچے گے ؟؟"۔ تھوڑی دیر بعد وہ تھک گئی تو اکتا کر بولی۔

"بس بس دوپہر تک رک جاؤ پہنچ جائیں گے "۔وہ اس کے تاثرات نوٹ کرتے ہوئے اس کا ہاتھ تھامے آگے بڑھ رہا تھا۔

"میں تھک گئی ہوں "۔وہ بیزاریت سے بولی۔۔

"آؤ چلتے چلتے ہاتھ جھلاتے ہیں "۔وہ جو اس کا ہاتھ تھامے ہوا تھا، جھلانے لگا۔وہ دور سے کوئی بچھڑے یار لگ رہے تھے۔صالحہ کی ہنسی رکنے میں نہیں آرہی تھی۔

"ہوٹل والے انکل کہیں گے یہ دونوں پاگل ہو گئے ہیں "۔وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولی۔۔۔

"ارے تو کیا ہوا۔۔ہمیں صرف خود کو دیکھنا ہے۔۔۔آؤ چلو! اب دیکھو ہم گاڑی سے بے حد قریب ہیں۔دیکھتے ہیں سب سے پہلے کون بھاگ کر گاڑی کو چھوتا ہے"۔

انہوں نے ایک دوسروں کو تالی ماری اور بھاگنے لگے۔۔۔

حیدر صالحہ کا یہ دن یادگار بنانا چاہتا تھا۔وہ چاہتا تھا کہ بعد میں جب بھی صالحہ کو اس کی یاد آئے تو وہ اس دن کا سوچ کر مسکرا دے۔۔۔

وہ جانتا تھا کہ وہ جو کچھ کرنے والا ہے اس کے بعد صالحہ کو رنج بھی ہو گا اور ہو سکتا ہے وہ حیدر سے ہر تعلق توڑ لے۔یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ اس کی شادی کے بعد وہ اس سے

ملاقات کرتی ہے کہ نہیں۔۔۔وہ آہستہ بھاگنے لگا تاکہ صالحہ جیت جائے!۔اور یہی ہوا۔۔وہ جیت گئی اور خود سے ہی اپنی جیت پر خوشی سے تالیاں بجانے لگی۔۔۔

"ویر ہار گیا"۔اس نے بلند آواز میں کہا تھا وادی گونج اٹھی۔۔۔آواز پلٹ کر آنے لگی اور حیدر گاڑی سے ٹیک لگائے مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔۔۔

مستقبل کا سوچ کر اسے تکلیف ہو رہی تھی۔۔وہ اسے اپنے ویر کی موجودگی میں خود کو محفوظ محسوس کر رہی تھی۔اسے لگا وہ ایسا نہیں کر پائے گا۔۔۔

وہ اس چھوٹی سی لڑکی کو زندگی کا دوسرا رخ نہیں دکھا پائے گا۔اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں تو وہ جلدی سے بات بدلنے کے لیے بولا۔

"گول گپے کھاؤ گی؟"۔

"ہاں"۔وہ تیزی سے اثبات میں سر ہلاتی بولی۔

"چلو تمہیں وہ بھی کھلائیں گے لیکن اب جلدی سے گاڑی میں آکر بیٹھ جاؤ! بہت ہو گیا۔۔۔"۔وہ اس سے اتنا زیادہ فری پہلی بار ہوا تھا۔صالحہ نے اسے دیکھا اور مسکرا کر گاڑی میں آبیٹھی۔یہ کونسی جگہ ہے ویر؟"۔وہ وہی رہ جانا چاہتی تھی اس لیے پوچھنے لگی۔

"کیوں؟میں نہیں بتاؤں گا ورنہ تم میرے بغیر یہاں آجاؤ گی۔۔اب ہم جب بھی آئیں

گے یہاں ساتھ آئیں گے"۔اس نے صالحہ کو تالی ماری اور گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھالی۔صالحہ کھڑکی سے باہر منظر دیکھنے لگی۔وہ حویلی والوں کو بھی بھول چکی تھی۔

---**---

وہ مستقل اس کے سر پر گرم پٹایاں کر رہی تھیں۔یہ کمرا رفاہ کے استعمال میں تھا۔ایک چھوٹا اور بدبودار کمرہ جو ہیڈ کوارٹر کا حصہ تھا۔دروازے پر ہلکی دستک ہوئی تو انہوں نے سہم کر پیچھے دیکھا۔دروازہ کھلا ہوا تھا اور سفید رنگ کا پردہ جو اتنے سالوں میں پیلا اور میلا ہو چکا تھا اس کے باہر انہیں ایک شخص کھڑا نظر آیا۔وہ یہ سوچ کر سہمنے لگیں کہ انہیں کسی نے دیکھ تو نہیں لیا۔۔یا پھر ان کے شوہر تو نہیں آئے۔۔جلدی سے پردہ ہٹایا تو سانسیں بحال کریں۔

"یہ لیں چچی"۔اس نے ٹیوب آگے بڑھائی تو شمیلہ نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیوں آئے ہو؟"۔

"بس یہ ٹیوب دینے آیا تھا"۔وہ ان سے آنکھیں ملا کر بات کرنے کے بجائے زمین کو تک رہا تھا۔

"کس حیثیت سے؟"۔وہ سخت لہجے میں اس سے پوچھ رہی تھیں۔

جواب سادہ اور آسان تھا مگر۔۔۔

"وہ۔۔۔"اس نے کہتے کہتے نظریں چچی کی طرف اٹھائیں اور الفاظ کچھ سوچ کر منہ میں ہی روک لیے تھے۔

"یہ خیال پہلے کیوں نہیں آیا؟اس وقت تو منہ پھیر لیا تھا تم نے۔۔۔میں نے بہت کوشش کی تھی تمہارے بچپن سے تمہاری تربیت کرنے کی! افسوس کہ میری تربیت کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔۔۔میں ماضی میں نئی آنے والی نسلوں یعنی تم لوگوں کی تربیت کر رہی تھی کہ تم لوگ اوروں جیسے نہ بنو۔۔۔میری تربیت کے تم گواہ ہو مگر افسوس کہ میری تربیت سے تمہارے اندر ذرہ برابر فرق نہ آیا شرجیل"۔وہ افسوس کر رہی تھیں اور وہ نظریں جھکائے پلکیں کپکپائے خاموشی سے زمین کو تکا جا رہا تھا۔

"لے جاؤ ٹیوب! وہ اندر بیہوش پڑی چھوٹی سی لڑکی تمہاری کچھ نہیں لگتی"۔وہ سخت لہجے میں کہتی مڑنے لگیں۔

"وہ میری بیوی۔۔۔۔"۔وہ شمیلہ چچی کے چہرے کے تاثرات دیکھتا پھر رک گیا اور نظریں جھکا لیں۔

"بیوی مانتے ہو اسے؟ یا صرف نکاح کر کے بیوی بول دیا؟"۔وہ پلٹنے لگیں۔

"نہیں چچی۔۔خون بہت زیادہ بہا ہے اس کا۔۔۔کانچ کے ٹکڑے نکال کر یہ ٹیوب

لگادیں"۔وہ التجائی نظروں کے ساتھ کہہ رہا تھا۔انہوں نے ایک گھوری اس پر ڈال کر ٹیوب پکڑی اور اندر چلی آئیں۔وہ چھوٹے اور خستہ حال پلنگ پر نیم بے ہوش پڑی تھی۔وہ اس کے پیروں میں چبھی کانچ پہلے ہی نکال چکی تھیں۔پاؤں سے رستہ خون صاف کر کے انہوں اسے ٹیوب لگا کر پٹی کر دی۔۔

آدھے گھنٹے بعد اس کی آنکھ کھلی تو وہ اس کے ماتھے پر پٹیاں کر رہی تھیں۔وہ خوف سے اٹھ کر بیٹھی مگر پاؤں کی تکلیف نے کراہنے پر مجبور کر دیا۔

"کیا ہوا رفاہ۔لیٹ جاؤ تمہاری طبیعت خراب ہے"۔وہ مسکرا کر بولیں کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ انہیں بھی باقیوں جیسا سخت سمجھے گی۔

"آپ۔۔۔مجھے یہاں کون لایا؟"۔وہ ہکلائی۔

"میں لائی ہوں اپنی گڑیا کو ادھر۔۔۔"

"آپ۔۔۔مجھے ماریں گی؟"۔

شمیلہ چچی کی نظریں ساکت ہو گئیں۔اب جو ہر شخص اس کے ساتھ عنایت کرتا تھا وہ سہم کر سب سے پہلے یہی پوچھتی تھی۔۔۔

"نہیں میری جان۔سوچو میرا نام کیا ہے؟"۔

رفاہ مطمئن ہوئی اور ان کا نام سوچنے لگی۔

"مجھے یاد نہیں آرہا لیکن شاید آپ وہی ہیں جو صالحہ باجی کے اچھے لوگوں کی لسٹ میں شامل ہیں"۔اس کے یوں کہنے پر وہ ہنس دیں۔

"ہاں ہو سکتا ہے۔۔مجھے "شمیلہ اماں" کہو"۔انہوں نے اس کے بال بکھیڑے تو وہ اپنے آپ کو آرام دہ محسوس کرنے لگی۔

"آپ واقعی مجھے نہیں ماریں گی؟"۔اسے اب بھی خوف تھا۔

"نہیں میری جان"۔انہوں نے بڑھ کر اس کا ماتھا چوما اور سینے سے لگا لیا۔۔

رفاہ کو ان کے ہر انداز پر اپنی ماں یاد آئی جنہوں نے روتے ہوئے اسے رخصت کیا تھا۔

اس کے آنسو بہہ نکلے۔وہ ان کے گلے لگی رہی۔۔شمیلہ چچی اس کی کمر تھپتھپانے لگیں۔

"اب تم ٹھیک ہو جاؤ گی"۔وہ اسے امید دلا رہی تھیں اور وہ ان کی باتوں پر سر ہلا رہی تھی۔وہ دونوں یہیں کر سکتی تھیں کیونکہ وہ دونوں اپنی اپنی جگہ بے بس تھیں۔

---**---

چوکیدار نے دروازہ کھولا تو وہ اسے سلام کرتا اندر بڑھ گیا۔

"زید کہاں ہے؟"۔اس نے صفائی کرتے ملازم سے پوچھا۔

"وہ اپنے کمرے میں ہیں آپ اوپر چلے جائیں"۔وہ جواب دیتا پھر کام میں مشغول ہو گیا اور وجدان زینے چڑھتا اوپر چلا آیا۔

کمرے کادروازہ کھٹکھٹایا مگر جواب نہ آیا۔ باتھروم سے پانی گرنے کی آواز پاکر وہ سمجھ گیا کہ وہ باتھ روم میں ہے۔وہ دروازہ کھولتا ہوا اندر آگیا۔اس کے بستر پر وہ موبائل نکال کر بیٹھ گیا۔۔۔پندرہ منٹ اور گزر گئے وہ باہر نہیں آیا۔البتہ گانا گانے کی آوازیں ضرور آرہی تھیں۔وجدان نے وقت دیکھا اور بستر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔شام کے چھ بجنے کو تھے اور وہ جلدی آفس سے بھی اس کے لیے آیا تھا۔ جتنی بیہودہ آواز میں وہ گانا گا رہا تھا وجدان کا دل چاہا باتھ روم کے دروازے پر لات مار دے۔پندرہ منٹ اور گزر گئے اور وجدان کی بس ہو گئی۔زید بہت وقت لگایا کرتا تھا باتھ روم میں۔وجدان جوتوں سمیت اس کے بستر پر لیٹ گیا اور تہہ ہوا کمبل اوڑھ لیا۔اسے نہیں معلوم وہ کب تھک کر سو گیا۔آنکھ تو تب کھلی جب اس کے چہرے پر کوئی جھکا ہوا تھا اور اس کے بالوں کا پانی ٹپک ٹپک کر وجدان کا چہرہ ہوش میں لا رہا تھا۔ جھٹ سے آنکھ کھلی اور زید کو اپنے اتنے قریب دیکھ کر خوف سے چیخ اٹھا۔اس کے یوں چیخنے پر زید کی بھی چیخ نکل گئی اور وہ پیچھے کو ہٹا۔

"تو پاگل ہے کیا؟ایسے بھی کوئی اٹھاتا ہے؟"۔وجدان نے چیختے ہوئے تکیہ کھینچ کر اسے مارا۔۔۔

"تو تو گدھے گھوڑے بیچ کر کیوں سویا ہوا تھا؟"۔وہ بھی جواباً چیخا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وجدان نے غصے سے اسے دیکھا۔

"""" بالوں کا پانی تو صاف کرلیتا۔۔۔لیلی کی طرح منہ پر جھکا ہوا تھا۔

"تو کوئی مجنوں نہیں ہے جو تیرے اوپر لیلی جھکے گی"۔زید جو ٹراوزر کے اوپر شرٹ پہننے کے لیے وارڈروب کھول رہا تھا،وجدان کی تپا گیا۔

وجدان غصے سے اٹھا اور زید کو مارنے بھاگا۔زید نے اسے دیکھا تو دور ہٹنے لگا مگر وجدان نے اسے آلیا تھا۔ایک زوردار تھپڑ کی آواز گونجی ساتھ ایک کان پھاڑ دینے والی چیخ بھی ۔زید کی کمر پر وجدان کی پانچ انگلیاں چھپ چکی تھیں اور اب وہ تڑپ رہا تھا۔

"کچھ بتانے آیا تھا تجھے مگر اب نہیں بتاؤں گا"،وجدان غصے سے کہتا مڑنے لگا.

"ہاں مت بتانا۔۔سننے کو ترس نہیں رہا میں"۔وہ بھی برابر غصے سے کہتا ہوا مڑنے لگا۔

"ہاں نہیں بتاؤں گا کہ میں اگلے مہینے کس سے شادی کررہا ہوں"۔وہ بھی تڑخ کر جواب دیتا باہر نکلنے لگا.

زید کے یکدم کان کھڑے ہوئے۔وہ بھاگتا ہوا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"تم نہیں جا سکتے"۔اس نے ہاتھ پھیلا کر اس کا راستہ روکا۔

"مجھے بات نہیں کرنی تم سے"۔وہ منہ پھیر گیا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ اگر لیلی مجنوں سے روٹھ جائے تو وہ کیسے مانے گی۔تجھے پتا ہے تو بتا

تاکہ میں بھی کوشش کروں"۔وہ وجدان کو مجنوں کہہ رہا تھا۔وجدان نے اسے دیکھا تو وہ مسکراہٹ چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔ناچاہتے ہوئے بھی وہ مسکرا دیا مگر دکھ سے۔۔

زید نے اس کے تاثرات جانچے جس کی آنکھیں اب نم ہو رہی تھیں۔آنکھوں کے گرد حلقے نمایاں ہو رہے تھے اور ہونٹ کپکپانے لگے تھے۔وہ کیسے بتائے گا اسے اپنا حال؟

"تم ٹھیک ہو؟"۔زید نے بھنویں اچکا کر اس کو بازوؤں سے تھاما۔

"میں ٹھیک نہیں ہوں"۔وہ رندھی ہوئی آواز میں نفی میں سر ہلاتا ہوا بولا اور اس کے گلے لگ گیا۔وہ روتا رہا اور زید حیران اور پریشان اس کی کمر سہلاتا رہا۔

قربت کی تیری پیاس ہے ویسے تو ٹھیک ہوں

ایک درد دل کے پاس ہے ویسے تو ٹھیک ہوں

اگر ہو کچھ امید تو ہو جاؤں پر سکون

ایک بے وجہ سی آس ہے ویسے تو ٹھیک ہوں

---☆☆---

"کیاافشاں پھپھو کا کھانا بن گیا شاہ جی ؟۔ثریا کچن میں باورچی سے پوچھنے آئی تھی۔

"سب سے پہلے انہی کا بنوالیتا ہوں میں "۔کھانے سے بھری ٹرے انہوں نے مسکرا کر اس کے سامنے رکھی۔

"پرہیزی؟"اس نے تمام ڈھکن اٹھا کر دیکھے۔

"جی بی بی جی۔۔۔پرہیزی کھانا ہی تو بنتا ہے ان کا"۔وہ دھیما سا مسکرایا۔

"چلو اس حویلی میں صالحہ کے بعد کسی کو تو خیال ہے ان کا"۔وہ گہری سانس بھرتی ٹرے لے کر مڑ گئی۔

پیچھے کھڑے شاہ جی نے اپنے جھریوں زدہ ہاتھوں کو دیکھ کر اس دروازے کو دیکھا تھا جہاں سے ابھی تھوڑی دیر پہلے ثریا گزری تھی۔

"یہ سلسلہ تو بہت پرانا ہے۔ایک عمر اسے بن دیکھے گزار دی ہم نے !"انہوں نے کرب سے آنکھیں میچیں۔

---☆☆---

"تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ تم تنہا ہو؟"وہ دونوں ٹیرس پر رکھے تخت پر بیٹھے تھے۔

وجدان خاموش تھا۔اپنے دل کی تمام باتیں کھول کر اب وہ خاموش ہی رہنا چاہتا تھا۔

"مجھے یقین نہیں آرہا جیا نے ایسے کیا!وہ کیسے کر سکتی ہے ایسے؟"۔وہ حیران تھا۔

"اسے کچھ مت کہو زید۔۔۔ چھوڑ دو۔۔۔وہ جس چیز میں خوش ہے اسے خوش رہنے دو۔یاد ہو گا تمہیں جب میرے ماں باپ کی میتیں میرے سامنے رکھی تھیں تو جتنا مجھے اپنے لیے دکھ تھا اتنا وجیہہ کے لیے بھی۔۔۔وہ بہت چھوٹی تھی زید۔۔بہت چھوٹی تھی۔اگر میرے باپ کا بزنس نہیں ہوتا تو یقیناً ہم یتیم خانے میں ہوتے۔۔سامنے میت پڑی تھی اور وہ پورے گھر میں بھاگ دوڑ کر رہی تھی کیونکہ اسے سمجھ نہیں تھی۔۔وہ کھیل رہی تھی، ہنس رہی تھی کیونکہ اسے علم نہیں تھا کہ اس کی دنیا اجڑ گئی ہے۔۔میرا دل کٹ کر رہ گیا تھا زید! میں نے اس وقت سوچا تھا کہ وجیہہ کو کبھی یہ محسوس نہیں ہونے دوں گا کہ وہ بن ماں باپ کے پلی ہے۔میں کیسے کہہ دوں اب کہ اپنی خوشی سے دور ہٹ جاؤ صرف اپنے بھائی کے لیے؟وہ خوش ہے! اسے خوش رہنے دینا چاہتا ہوں"۔وہ ٹکٹکی باندھے آسمان کو دیکھ رہا تھا۔کچھ دیر کی خاموش چھا گئی۔

"اس لڑکی کو قبول کر لو گے؟"۔وہ وقفے سے پوچھنے لگا۔

"یہ سوال نہ صرف میرے لیے ہے بلکہ اس لڑکی کے لیے بھی! کیا وہ مجھے قبول کر لے گی؟"۔اس نے زید کی آنکھوں میں دیکھا۔

"اپنی زندگی کیوں تباہ کر رہے ہو؟"۔اس نے پھر پوچھا۔

"یہ سوال بھی اس کے لیے بھی ہے! کیوں ہو رہی ہے اس کی زندگی برباد"۔اس نے

پھر جواب دیا۔

"کیا تم نے اسے دیکھا؟"۔

"ہاں میں نے اسے دیکھا۔وہ کنچی آنکھوں والی لڑکی بہت معصوم لگی مجھے! تمہیں پتا ہے وہ خود کو پردے میں ڈھانپی ہوئی تھی۔مجھے اچھا لگا اس کا یوں غیر شخص سے پردہ کرنا! میں نے اس کا چہرہ تب دیکھا جب چادر اس کے چہرے کو بے نقاب کر گئی۔مجھے لگتا ہے اسے خبر نہیں! مجھے ڈر لگنے لگا ہے۔۔اگر اس کے ساتھ زبردستی کی گئی تو اس کا رشتوں پر سے اعتبار اٹھ جائے گا زید!"۔

"اللہ تمہیں کامیابی دے۔۔تمہیں خوشیاں دے اور ہو سکتا ہے کہ اللہ کی کوئی مصلحت ہو اس سب میں"۔وہ اسے صرف دعائیں دے سکتا تھا۔

"مجھے خوف صرف اس بات کا ہے کہ کیا میں اسے وہ سب دے سکوں گا جو ایک عام لڑکی اپنے شوہر سے چاہتی ہے؟اظہارِ محبت! تعریف! اور ہر وہ چیز جو ایک محبت کرنے والا شوہر کرتا ہے۔مجھے کل رات پھر سے اس کی بہت آئی زید۔۔وہ تصویریں! وہ۔۔۔ میری جان لے لیں گی!۔میری محبت میں شدت تھی زید! مجھے تو اس کے آنے والے خیالوں سے بھی محبت ہے۔میری سوچ کا محور ہے وہ"۔وہ تڑپتے ہوئے بتا رہا تھا۔

"تمہیں اسے بھولنا ہو گا"۔زید نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔

"کیسے؟بھولنے کے لیے بھی اسے سوچنا پڑے گا زید"۔وہ تکلیف سے اپنا سر ہاتھوں میں دیتا ہوا بولا۔

"ایک بہترین حل ہے میرے پاس"۔

"کیا؟"۔

"تصویریں جلادو!اس کو بھلادو یہ سوچ کر کہ اب تمہاری زندگی میں کوئی اور آنے والا ہے اور وہ تمہاری ذمہ داری بننے والا ہے!تم کوشش کرو!دھوؤاں بنا کر یادوں سے نکال دو!وہ لڑکی بھی ایک محبت کرنے والے شوہر کی چاہ رکھتی ہوگی وجدان!تمہیں بدلنا ہوگا وجدان!اپنے لیے نہیں تو آنے والی کے لیے!"۔وہ زید کی بات بہت غور سے سن رہا تھا۔وہ کوشش کرے گا!۔کوئی بھی کام یا چیز ناممکن تو نہیں!

___**___

وہ کل پورا دن گھومتے پھرتے رہے تھے اس لیے گھر پہنچ جلدی تھک کر سو گئے تھے۔ صبح ایک بار پھر حیدر نے اسے اٹھادیا۔تقریباً کوئی آٹھ بجے تھے جب وہ اس کو تیار ہونے کا اور سامان نیچے لانے کا کہہ کر نیچے چلا گیا تھا۔وہ ہاتھ منہ دھوتی نماز پڑھ کر اپنا سامان تھامے نیچے آگئی۔ گزرا ہوا دن اس کے لیے زندگی کا یادگار دن بن چکا تھا۔وہ

سڑکوں پر ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے بھاگے تھے!۔وہ بھائی تھا اس کا! محافظ۔۔۔وہ یہ سوچتی ہوئی گاڑی میں آبیٹھی۔

"ہم کہاں جائیں گے پہلے؟"۔وہ اشتیاق بھرا لہجہ پھر سے لوٹ آیا۔

"مجھے یونیورسٹی میں صرف اسائمنٹ جمع کروانے جانا ہے۔تم گاڑی میں بیٹھے رہنا جب تک میں پانچ منٹ میں اپنا اسائمنٹ جمع کروا آؤں گا"۔وہ گاڑی تیز رفتار میں چلا رہا تھا۔

ایک اسکول سامنے سے گزرنے لگے تو حیدر نے گاڑی کی رفتار آہستہ کی۔

"یہ دیکھو! یہ اسکول ہے"۔اس نے باہر کی طرف اشارہ کیا تو صالحہ نے جلدی سے باہر کا نظارا کیا۔وہ لال بڑی سی عمارت تھی جہاں بچے یونیفارم پہنے داخل ہو رہے تھے۔ اس کے دل نے بے اختیار خواہش کی کہ وہ یہاں پڑھانا چاہتی ہے۔علم بانٹنا چاہتی ہے۔ اس کے دماغ میں لال عمارت رہ گئی اور سوچتی رہی کہ جب وہ شہر آئے گی تو یہاں کی استانی بنے گی۔اسے وہ سب بے حد اچھا لگا۔

وہ عمارت اب بہت پیچھے رہ چکی تھی، مگر دل سے اور قریب۔۔۔تقریباً دس منٹ کے بعد اس نے گاڑی یونیورسٹی کے آگے کھڑی کی۔

"یہ ہے میری یونیورسٹی"۔وہ اپنی فائلز اٹھاتا گاڑی سے اتر گیا۔صالحہ نے دونوں ہاتھ گاڑی کی کھڑکی پر رکھے اور باہر جھانکنے لگی۔ایک اور خواہش نے دل میں جنم لیا۔وہ اپنے ویر کی یونیورسٹی میں پڑھنا چاہتی تھی۔۔۔

اس کا رزلٹ کبھی بھی آسکتا تھا اور وہ خواب بن رہی تھی!۔اس نے تب تک وہ عمارت دیکھی جب تک دل نہ بھر گیا۔حیدر آیا اور گاڑی گاؤں کی طرف موڑ لی۔۔۔

حیدر گاڑی کو تیز رفتار سے چلا رہا تھا۔آج جمعہ تھا اور اسے ہر حال میں آج ہی دا.جی سے بات کرنی تھی۔وہ اب دیر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ شہر واپس آنا چاہتی تھی، مگر اسے معلوم تھا کہ یہ سال میں ایک بار ہی ہوا کرتا تھا۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی قسمت اسے واپس یہاں ہمیشہ کے لیے لانے والی ہے!

___**___

وہ حویلی میں داخل ہوتے ہی اوپر منزل کی طرف بھاگی۔لاؤنج میں داخل ہوئی تو وہاں سب کو سلام کرتے ہوئے زینے چڑھنے لگی۔

"ارے بات تو سنو صالحہ! ہم سے بھی بات کر لو"۔اسے عورتوں نے روکنے کی کوشش کی مگر وہ "آتی ہوں" کا کہہ کر بھاگ گئی۔حیدر پیچھے سے داخل ہوا تو اماں نے اس کا ماتھا چوما۔

"کیسا رہا سفر؟"۔وہ عورتیں اب اشتیاق سے حیدر سے پوچھ رہی تھیں۔

"اتنا اچھا کہ صالحہ کل کا دن کبھی نہیں بھول پائی گی"۔وہ زیر لب مسکراتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔اسے اپنے آپ کو داجی سے بات کرنے کے لیے تیار کرنا تھا۔وہ داجی کے کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا داجی بستر پر بیٹھے ہوئے تھے۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"السلام علیکم داجی! ہم آ گئے"۔وہ سلام کرتا ہوا وہیں کھڑا رہا۔

"وعلیکم سلام۔چلو اچھا ہو گیا۔صالحہ کہاں ہے؟۔کیا وہ ٹھیک ہے اب؟"۔انہوں نے ٹھہر کر پوچھا۔

"مجھے لگتا ہے وہ اسے بھول گئی ہے۔بہت خوش تھی وہ کل۔۔۔کیا ہم بات کر سکتے ہیں؟ مجھے آپ سے کوئی فرمائش کرنی تھی داجی"۔وہ اٹک اٹک کر بولا۔داجی نے بھنویں اچکا کر اسے دیکھا۔

"کہو!"۔

"ابھی نہیں۔ وہ بات آرام سے کرنے کی ہے دا جی۔ آپ مجھے وقت بتائیں تا کہ ہم اس وقت بات کر سکیں"۔ وہ جھک کر بہت ادب سے گفتگو کر رہا تھا۔

"ایسی کون سی بات ہے؟ ٹھیک ہے پھر شام کی چائے پر آنا ہمارے پاس"۔ وہ خونخوار نظریں اس پر جمائے بولے۔

"جی دا جی بلکل"۔ وہ کمرے سے باہر نکلتا سکھ کا سانس لیتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ ابھی اسے اور بہت کچھ سوچنا تھا۔ اسے لفظوں کو ترتیب دینا تھا۔ اسے شام کے لیے خود کو تیار کرنا تھا۔

---**---

"ویرے نے میری پیشانی چومی۔ میں بے یقین ہو گئی تھی سچ میں۔ مجھے یقین ہی نہ آیا کہ میرا ویر میری امیدوں سے بھی زیادہ اچھا ہے۔ اس نے مجھے کیا کیا نہیں دکھایا پھپھو!۔ اپنی یونیورسٹی اور شہر کا ایک اسکول بھی دکھایا۔ آپ کو پتا ہے افشاں پھپھو! جب میں نے ویر کی یونیورسٹی دیکھی تو میرا دل مچل اٹھا۔ یہ وہی یونیورسٹی ہے جہاں حویلی کے مرد بھی پڑھتے ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی جاؤں! میں بھی پڑھوں اور۔۔۔ ساتھ ساتھ اسکول میں بھی پڑھاؤں"۔ وہ گفتگو کے آغاز میں خوش تھی مگر اختتام اس

نے دکھ سے کیا۔افشاں کا چہرہ اس کے ساتھ مرجھایا۔صالحہ نے جب افشاں کو اداس دیکھا تو بات بدلنے لگی۔

"خیر یہ بتائیں آج آپ کے لیے کونسا جوڑا نکالوں؟"۔اس کی اس بات پر افشاں حیران ہوئی۔

"پھپھو آج تو جمعہ ہے! آج تو آپ اچھے کپڑے پہنیں گی نا؟"۔اس نے ان کی پریشانی ختم کی اور بے رنگ کپڑوں میں سے کوئی رنگ تلاش کرنے لگی۔

ابھی وہ دیکھ ہی رہی تھی کہ گھنٹی کی آواز پر مڑی۔پیچھے دیکھا تو وہ ایک جوڑے کی طرف اشارہ کر رہی تھیں۔صالحہ نے ان کے اشارے کے تعاقب میں دیکھا۔وہ ایک سفید رنگ کے کپڑے کی طرف اشارہ کر رہی تھیں۔

"اتنا بے رنگ کپڑے کیوں پہنتی ہیں پھپھو۔۔۔ چلیں آپ جیسا چاہیں گی ویسا ہی ہو گا۔میں یہ کپڑے استری کر دیتی ہوں"۔وہ سادہ سا سفید جوڑا اٹھائے باہر نکل گئی۔

افشاں نے اٹھ کر کھڑکی سے باہر جھانکا۔

اب وہ بے زبان اس کو کیا بتائے کہ بے رنگ دنیا میں بے رنگ کپڑے ہی پہنے جاتے ہیں۔

---**---

شام کے پانچ بجے تھے۔حیدر وقت دیکھتا لاؤنج میں آگیا۔دا.جی وہیں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔وہ اکیلے نہیں تھے بلکہ وہ تمام مرد جو زمین سے لوٹے تھے وہاں محفل لگائے بیٹھے تھے۔

"او تو آگیا حیدر؟۔بتا کیا فرمائش ہے تیری"۔وہ مسکرا رہے تھے۔اس وقت ان کا موڈ اچھا تھا۔

"کیا ہم تنہائی میں بات نہیں کر سکتے دا.جی؟"۔وہ باقی مردوں کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"ایسی کونسی فرمائش ہے جو سب کے سامنے نہیں بتا سکتے؟"۔انہوں نے بھنویں اچکائیں۔حیدر نے یہ سوچ کر گہری سانس لی کہ کہیں دا.جی کا موڈ نہ تبدیل ہو جائے۔

"میں شادی کرنا چاہتا ہوں دا.جی"۔وہ بالآخر کہتا ہوا نظریں جھکا گیا۔دا.جی کو تعجب نہیں ہوا۔

"ہاں تو کر دیتے ہیں تیری شادی ثریا سے۔کونسی بڑی بات ہے؟ ویسے بھی ارحم کی موت نے حویلی والوں کے دل افسردہ کر دیے ہیں۔اچھا ہے تیری شادی ہو گی تو رونقیں واپس آئیں گی"۔

حیدر نے لب بھینچے۔

"مگر داجی۔۔۔۔" وہ رک گیا۔۔ایک خوف نے اندر جنم لیا۔

"کیا؟"۔

"میں ثریا سے شادی نہیں کرنا چاہتا"۔اس نے آنکھیں میچ کر جلدی سے یہ بات کہہ دی۔

سب خاموش ہو گئے۔شبیر صاحب کے ہونٹ سل گئے۔وہ ان کے بیٹی کا منگیتر تھا۔

"کیوں ؟"۔داجی نے بھنویں اچکائیں۔

"کوئی وجہ تو نہیں ہوتی ناداجی۔مجھے کسی اور سے کرنی ہے شادی"۔وہ اس وقت جس حالت میں تھا اگر اس کا بدن بھی کاٹا جاتا تو شاید لہو بھی نہ نکلتا۔

"اس میں بھی کوئی مسلہ نہیں۔تم حویلی کی کسی اور لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے نام بتاؤ بھی تاکہ ہم دیکھیں اور وٹہ سٹہ کر دیں۔ویسے بھی ارحم مر چکا ہے اور صالحہ اس کی منگیتر تھی۔۔۔"۔انہوں نے بات ابھی مکمل نہیں کی تھی کہ حیدر نے بات کاٹی۔

"میں حویلی کی کسی لڑکی سے شادی نہیں کرنا چاہتا کیونکہ مجھے شہر میں کوئی پسند ہے"۔

وہ آخر کہہ گیا تھا اپنی دل کی بات۔۔۔

کچھ دیر کی خاموشی چھاگئی۔

"کیا مطلب ہے اس بات کا؟"۔داجی غرائے۔

"بات سیدھی ہے داجی۔میں اس کو پسند کرتا ہوں اور شادی کرنا چاہتا ہوں"۔داجی نے غصے میں میز پر زور سے ہاتھ مارا مگر حیدر نے اپنی بات نہ روکی۔

"وہ میری یونیورسٹی میں پڑھتی ہے۔اور۔۔۔اور سب آپ کی خواہش کے مطابق ہو گا داجی۔اس کا ایک بھائی بھی ہے جو صالحہ سے شادی کرنے کے لیے راضی ہے۔ دیکھیں اب ارحم نہیں رہا تو صالحہ کی شادی کیسے ہو گی؟۔اور وٹہ سٹہ کے مطابق اس کی شادی اس کے بھائی سے ہو جائے گی داجی"۔حیدر جذباتی ہوتے ہوئے سب کہہ گیا۔

"اس کا بھائی راضی ہے؟"۔

"جی د۔داجی"۔وہ ہکلاتے ہوئے بولا۔

"تم جانتے تھے تمہاری منگنی ثریا سے ہو چکی تھی"۔وہ اتنی زور سے دھاڑے کہ دوارے کمرے میں بیٹھی عورتیں حیران ہو گئیں۔صالحہ افشاں کے کمرے میں تھی اس لیے جان نہ پائی۔

"آپ صحیح کہہ رہے ہیں مگر دا جی مجھے اس سے شادی نہیں کرنی تھی۔آپ جیسا کہیں گے ویسا ہی ہو گا مگر میری شادی اسی سے کروا دیں جو میری خواہش ہے"۔وہ گڑ گڑایا۔

"تم جانتے ہو وٹہ سٹہ ہو گا"۔دا جی نے خونخوار نظروں سے دیکھا۔

"ہاں ویسا ہی ہو گا۔۔۔وٹہ سٹہ ہی ہو گا دا جی۔۔۔میں اس کے بھائی سے آپ کو ملوانا چاہتا ہوں"۔جب حیدر کو لگا معاملہ ٹھنڈا ہو رہا ہے تو وہ جلدی سے بول پڑا۔

"ٹھیک ہے اتنا بڑا مسلہ نہیں یہ پھر۔۔۔ہم اس سے کل ملنا چاہیں گے۔اس لڑکے کو کل بلوالو۔۔۔بات چیت کر کے تاریخ پکی کر دیں گے"۔دا جی کا غصہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ وہ اب مصلحت سے کام لیتے ہوئے اسے اپنا فیصلہ سنانے لگے۔

"کل اتنی جلدی؟"۔حیدر کو حیرانی ہوئی۔

"ہاں کل!"۔وہ اپنی بات پر جمے رہے۔

حیدر گہری سانس لیتا زینے چڑھتا چلا گیا۔اس کے لیے اتنا ہی بہت تھا کہ داجی مان گئے۔داجی کے ساتھ بیٹھے شبیر بٹ میں تو اتنا حوصلہ بھی نہیں تھا کہ اپنی بیٹی کے لیے آواز اٹھاتے۔۔۔وہ داجی سے یہ بھی نہیں کہہ پائے کہ ان کے سامنے انہی کے مرے ہوئے بیٹے کا نام مت لیں۔انہیں تکلیف ہوتی ہے۔۔۔

___**___

"یہ داجی کیوں چیخ رہے تھے ثریا؟ پھپھو کے کمرے تک آواز آرہی تھی اس لیے میں جلدی سے نیچے آگئی"۔وہ پھولی سانسوں اور اڑے ہوئے حواسوں کے ساتھ پوچھ رہی تھی۔ثریا نے نظر بھر کر اسے دیکھا اور کندھے اچکا لیے۔

"حیدر اور داجی کے درمیان شاید کوئی بحث ہوئی ہے۔اسی لیے داجی چیخے تھے۔اب اس بات کا علم مجھے بھی نہیں کہ بات کیا ہوئی تھی ان کے درمیاں"۔

صالحہ بستر بیٹھ گئی۔

"داجی حیدر ویراں کی اکثر باتیں نہیں مانتے۔انہیں چاہیئے کہ ان کی خواہش پوری کریں"۔وہ اداس آنکھیں زمین پر جمائے بیٹھی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہم نہیں جانتے کہ اس بار حیدر نے کیا بات کی ہے۔اس لیے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے صالحہ"۔اس نے نماز کی طرح ڈوپٹہ باندھا۔

"مجھے یقین ہے کہ کوئی غلط چیز کی خواہش نہیں کی ہوگی ثریا"۔

ثریا نے کوئی جواب نہ دیا اور نماز کے لیے کھڑی ہو گئی۔وہ تھوڑی دیر اسے یوں ہی یک ٹک دیکھتی رہی پھر کچھ سوچ کر باہر آگئی۔آج کل ویسے ہی ثریا خاموش رہا کرتی تھی۔ بھائی کی موت نے اسے خاموش کر دیا تھا۔وہ زیادہ تر وقت عبادت کرتے ہوئے گزارتی یا پھر صالحہ سے گفتگو کرتے ہوئے۔شمیلہ چچی کی آواز آئی تو صالحہ ان کے کمرے میں آگئی۔

وہ جائے نماز پر دعا مانگ کر بیٹھی تھیں۔

"کیسی ہو صالحہ؟ مجھ سے ملی بھی نہیں؟"۔انہوں محبت بھرا شکوہ کیا تو وہ کان پکڑتی بچوں کی طرح ان کے قریب آبیٹھی۔

"مجھے افشاں پھپھو کے پاس بیٹھ کر وقت کا اندازہ ہی نہ ہو سکا۔آج تو نماز بھی وہیں پڑھی میں نے"۔وہ مسکرا کر کہتی ان کے ہاتھوں کی چوڑیوں کو آگے پیچھے کرنے لگی۔

"مبارک ہو تمہیں صالحہ! اللہ نے کامیابی دی ہے تمہیں"۔وہ محبت سے اس کا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر بولیں۔

"کیوں کیا دادا۔جی مجھے آگے پڑھنے پر مان گئے؟"۔وہ تلخی سے مسکرائی۔

"دعائیں رائیگاں نہیں جائیں گی تمھاری! ان شاءاللہ۔۔ مگر ابھی میرے منہ سے خوشخبری تو سن لو۔۔۔ تم پاس ہوگئی ہو صالحہ! مبارک ہو"۔یہ سننا تھا کہ صالحہ ساکت ہوگئی۔آنکھوں سے پانی بہنے لگا اور وہ ان کے گلے لگ گئی۔

"کیا سچ میں چچی؟"۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اللہ نے تمھاری محنت کا صلہ دیا ہے صالحہ۔جاؤ شکرانہ پڑھو اور سب کو خبر سناؤ"۔وہ اس کی پیشانی چوم کر بولیں۔

"کس کو سناؤں یہ خوشخبری؟اماں کو؟ جنہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ابا کو؟ جن سے بات ہی ایک ہفتے پہلے ہوئی تھی۔دادا۔جی کو؟جو یہ سن کر الٹا مجھ پر ہی بھڑک جائیں گے"۔

اس نے کچھ سوچ کر سر جھٹکا۔

"صرف ان کو جن کو دیکھ کر لگتا ہے کہ وہ تمھاری خوشی میں خوش ہوں گے۔افشاں کو سناؤ، ثریا کو، رفاہ کو۔۔۔"وہ کہتی جائے نماز سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔صالحہ نے انہیں انہماک سے دیکھا۔وہ ٹھیک کہہ رہی تھیں۔وہ وہاں سے بھاگتی ہوئی افشاں کے پاس آئی اور اسے خوشخبری سنائی۔اس نے اپنے پسندیدہ لوگوں کی آنکھوں میں اس کے لیے خوشی دیکھی۔اس نے ثریا کو بتایا اور پھر وہ رفاہ کو ڈھونڈتے کچن تک چلی آئی۔وہ شام کے برتن دھو رہی تھی۔

اس کے پاؤں پر بینڈج بندھی تھی اور پیشانی پر پٹی۔صالحہ نے اسے دیکھا تو ششدر رہ گئی۔

"یہ کیا ہوا ہے تمہیں"۔وہ اس کے قریب آئی اور دونوں ہاتھوں سے اسے اپنی جانب موڑا۔

"میں کچھ پوچھ رہی ہوں رفاہ!"۔جواب نہ آنے پر صالحہ نے سختی سے پوچھا۔

"کک۔کچھ نہیں وہ بس۔۔"وہ ہکلائی۔

""وہ کیا رفاہ؟تم کیسے اتنی زخمی ہوئی؟"۔

"سس۔سمیعہ تائی نے۔۔۔"۔رفاہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"تمہارا شوہر کہاں تھا؟"۔صالحہ کی تیوریاں چڑھیں۔

"وہ وہیں بیٹھے تھے"۔اس نے سر جھکا کر جواب دیا۔

"مجھے پورا واقعہ بتاؤ"۔اس نے پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

رفاہ کے ہونٹ پل بھر کو کانپے اور اس نے روتے ہوئے پورا واقعہ گوش گزار کر دیا۔

خون آلود آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے صالحہ نے پورا واقعہ سنا تھا۔

"اور تم چپ رہی؟"۔

"آپ کیا چاہتی ہیں صالحہ باجی کہ میں کچھ بولوں؟؟نن۔نہیں مم۔میں کچھ نہیں بول سکتی۔۔وو۔وہ مجھے مار دیں گے"۔وہ اور زیادہ رونے لگی۔

"یعنی تمہارے راستے کے پتھر مجھے ہٹانے پڑیں پڑیں گے؟؟۔ٹھیک ہے! یہ کام بھی اتنا مشکل نہیں"۔اس نے اس کو بازوؤں سے پکڑا اور کھینچتے ہوئے باہر لے جانے لگی۔

"کیا کر رہی ہے باجی آپ؟"۔وہ خود کو چھڑانے لگی مگر صالحہ اسے مضبوطی سے پکڑتے ہوئے باغ میں لے آئی جہاں شرجیل درخت کے نیچے کھڑا سگریٹ پھونک رہا تھا۔صالحہ نے رفاہ کا بازو اس کے قریب لا کر چھوڑا تھا۔

شرجیل حیران کھڑا اسے دیکھنے لگا۔لہجہ حسب معمول سخت تھا۔

"اس کو کیا ہوا شرجیل صاحب؟۔یہ زخمی کیوں ہے؟"۔وہ بنا ڈرے پوچھنے لگی۔

شرجیل نے سرتاپیر پہلے صالحہ کو دیکھا اور پھر پیچھے کھڑی رفاہ کو۔

"مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو؟"۔وہ بنا کوئی تاثر دیے پھر سے سامنے دیکھنے لگا۔

"آپ سے کبھی نہیں پوچھتی اگر آپ اس کے شوہر نہیں ہوتے"۔اس نے دوبدو جواب دیا۔

شرجیل کو اس کی دماغی حالت پر شک ہوا۔

"وہ آپ کی بیوی ہے شرجیل بٹ۔تائی اسے مار رہی تھیں اور آپ دیکھتے رہے؟؟"۔

صالحہ نے اسے غصے سے گھورا۔

اس کے یوں کہنے پر وہ پیچھے کھڑی ڈری سہمی رفاہ کو دیکھنے لگا۔

"تو کیا کرنا چاہئے تھا مجھے؟"۔اس نے نرمی سے پوچھا۔

"آپ کو سینہ چوڑا کر کے پوچھنا چاہیے تھا کہ میری بیوی کو ہاتھ کیسے لگایا"۔

"یہ ونی بن کر آئی ہے صالحہ"۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا وہ کب تک ہمت رکھتی ہے۔

"ونی؟ کون سی ونی؟ ونی وہ ہی نا جو مظلوم ہوتی ہے؟ یہ سب دین سے دوری کا نتیجہ ہے۔ قرآن پڑھیں شرجیل صاحب! یہ قاتل کی بہن ہے نا کہ قاتل ہے۔۔۔اس کے بھائی نے قتل کیا ہے اس نے نہیں! یہ کیوں سزا کاٹ رہی ہے؟ جسے سزا کاٹنی چاہیے وہ آرام سے زندگی گزار رہا ہوگا"۔ وہ خونخوار لہجے میں بولی۔

"جو درس مجھے دے رہی ہو جاؤ داجی کو دو! یہاں دم نہیں نکل رہا وہاں دم ہی نہیں رہے گا"۔ وہ استہزائیہ ہنسا۔

"میں داجی کے منہ پر بھی یہ کہنے کی ہمت رکھتی ہوں۔ اپنے آپ تک ہر ظلم برداشت کیا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ ظلم ہوتا ہوا بھی دیکھوں۔ میں بھی افشاں کی ہی بھتیجی ہوں۔ یوں چپ تو نہیں رہوں گی"۔ وہ اس کو گھورتے ہوئے بولی۔

"یہ بھی یاد رکھنا داجی نے پھر کیا کیا تھا!"۔ وہ ذومعنی لہجے میں بولا۔

"بے زبان ہو جاؤں گی مگر حق بجانب رہوں گی"۔وہ ہمت ہارنے والوں میں سے نہیں تھی،اتنا تو شرجیل جان گیا تھا۔وہ خاموش ہو گیا۔

"آپ کا دل نہیں پگھلتا؟"۔صالحہ حیران تھی۔رفاہ نے اس کا بازو سختی سے پکڑ لیا تھا۔

"بیوی ہے یہ آپ کی۔۔یہ کہاں لکھا ہے کہ اگر کوئی ظلم کر رہا تو ظالم کے ساتھ مل جاؤ؟؟ بلکہ ظلم کو روکیں شرجیل صاحب۔۔اس حویلی میں کوئی تو ہمدرد ہو اس کا!۔ اور آپ کو تو حق بھی حاصل ہے۔بہت افسوس ہوا مجھے"۔وہ اس پر افسوس کرتی ہوئی رفاہ کا ہاتھ پکڑتی مڑ گئی۔پیچھے کھڑے شرجیل کے ہاتھ سے سگریٹ گھانس پر گر گئی۔ وہ ان دونوں کو دیکھتا رہا۔جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں تو نیچے پڑی سگریٹ کو جوتے سے مسلا گویا حویلی کی رسم و رواج مسل رہا ہو جو اسے اللہ سے اتنی دور کر گئیں۔ وہ کیسے بتائے صالحہ کو کہ وہ رفاہ کی اکیلی ہمدرد نہیں ہے!اس نے گردن اٹھا کر اوپر منزل پر موجود کھڑکی کو دیکھا جہاں سے ایک عورت جھانک رہی تھی۔اتنے سالوں بعد آج یوں نظر بھر کر دیکھا تھا ایک جان سے پیارے نے۔۔۔یہ وہ عورت تھی جو اسے کئی سالوں پہلے دنیا کی خوبصورت ترین عورت لگتی تھی۔۔۔ایک فرشتہ صفت انسان لگتی تھی۔۔ایک کنچی آنکھوں والی پری لگتی تھی۔۔ایک خوابوں میں رہنے والی لڑکی لگتی تھی۔۔۔وہ اتنا چھوٹا تھا اس وقت کہ اپنی جان سے پیاری پھپھو کی طرفداری

بھی نہ کر سکا۔۔۔اور اب اتنا بڑا ہو چکا تھا کہ یہ رسم و رواج اکیلے ختم کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا تھا۔وہ عورت اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔اس کے چہرے پر موجود جھریاں اس بات کی گواہ تھیں کہ یہ بہت ہمت والی عورت ہے۔جس کو بے زبان کر دیا گیا مگر یہ زندہ رہی۔۔جس کا دل پیروں تلے کچل دیا گیا مگر پھر بھی وہ زندہ رہی۔۔۔وہ عورت اب پیچھے ہٹ چکی تھی۔وہ کھڑکی سے دور ہو چکی تھی مگر شرجیل پھر بھی اوپر دیکھ رہا تھا۔سورج غروب ہو رہا تھا۔آنکھوں پر سورج کی ہلکی شعائیں پڑیں اور آنکھیں پانی بہانے لگی، مگر اس نے نظریں نیچے نہیں کیں۔باغ میں شاہ جی داخل ہوئے اور اب اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھ رہے تھے۔وہ دشمن جان کا کمرہ تھا، مگر دشمن جان وہاں موجود نہیں تھا۔کسی کے قدموں کی چاپ محسوس ہوئی تو وہ آنکھ کا پانی صاف کرتا شاہ جی کو دیکھنے لگا۔وہ شخص بڑی عمر کا تھا مگر سینہ چوڑا اور کشادہ تھا۔مضبوط بازو اور چہرے پر جھریاں وقت کے ساتھ اب زیادہ نمایاں ہو رہی تھیں۔اسّی فیصد بال سفید تھے۔وہ اس ہمت والے شخص کو دیکھ رہا تھا جو اپنی محبت کے لیے خود کو بھول گیا تھا۔جس نے اپنی جوانی امیدوں پر گزار دی اور کوئی امید اب تک بر نہیں آئی تھی۔

"چائے کا کپ"۔شاہ جی نے کپ آگے بڑھایا۔

"شکریہ بشارت جی!"۔اس نے شکریہ ادا کیا۔

"ہمت کی داد دیتا ہوں! کل تمہاری بیوی پر تشدد کیا گیا اور تم اب تک چپ ہو"۔وہ بولتے بولتے لب بھینچ گئے۔۔۔

شرجیل نے لمبی سانس ہوا میں چھوڑی۔

"وہ کنٹر کر گئی ہے پوری بشارت جی!"۔وہ بیزاری سے بولا۔

"کون؟"۔وہ حیران ہوئے اور اپنا کپ لبوں سے لگایا۔

"پھپھو کی جڑواں"۔وہ منہ کے زاویے بگاڑ کر بولا۔

"اوہ۔۔۔صالحہ"۔وہ کہتے ہوئے مسکرائے۔شرجیل نے ان کے ساتھ کھڑے ہو کر چائے پی اور ان کے ہاتھ میں کپ دیتا مڑ گیا۔

حیدر اور دا.جی کی بیچ ہونے والی بحث میں شرجیل موجود تھا۔وہ جانتا تھا کہ اس سب کے بھینٹ صالحہ بہت جلد چڑھ جائے گی۔وہ یہ بات چاہتا تو صالحہ کو بتا سکتا تھا۔۔۔مگر ہاں۔۔۔بری خبر جتنی دور رہے اسی میں ہی عافیت ہے۔وہ یہ بات شاہ.جی کو بھی نہیں بتا سکتا تھا۔وہ ایک بار پھر اندر سے مر جائیں گے وہ جانتا تھا۔وہ حویلی میں سب سے زیادہ اسے بیٹیوں کی طرح چاہتے تھے۔وہ بلکل افشاں تھی اس لیے وہ ان کے دل قریب اور تھی۔

وہ ثریا کو بھی خود نہیں بتائے گا کہ وہ شخص جس کا نام حیدر ہے وہ تمہارا نہیں ہے۔۔۔

وہ افشاں کو خود سے نہیں بتائے گا کہ آپ کی چہیتی قربانی دینے والی ہے حیدر کے لیے۔۔۔۔

وہ رفاہ کو نہیں بتائے گا کہ اس کی باجی جانے والی ہے اس سے بہت دور۔۔۔

چار عورتیں!

افشاں، صالحہ، رفاہ، ثریا

چار الگ کہانیاں!

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

___**___

حیدر سے بات کر کے وہ اب پریشان بیٹھی تھی۔ وجدان گھر آ چکا تھا۔ اپنے اندر ہمت جمع کرتی وہ اس کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹانے لگی۔

"آجاؤ"۔ اندر سے آواز آئی تو وہ دروازہ کھول کر اندر آ گئی۔ وہ صوفے سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

"بھائی۔۔۔ حیدر کا فون آیا تھا ابھی"۔ اس نے اطلاع دی۔ وجدان نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کیا کہہ رہا ہے؟"۔اپنی گردن سے ٹائی اتارتا وہ تھکے تھکے سے لہجے میں بولا۔

"آپ کو حویلی کل جانا ہو گا۔۔۔اس نے گاؤں اور حویلی کا تفصیلی پتا بتادیا ہے آپ کو میسج پر۔۔آپ دیکھ لے گا۔۔۔کل صبح نکلیں گے تو دوپہر کو پہنچ سکیں گے"۔وہ کہہ کر رکی نہیں بلکہ باہر نکل گئی۔وہ اس کاری ایکشن نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔کمرے میں بیٹھے وجدان کا دل کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔اس نے موبائل کھولا تو حیدر نے ایڈرس بھیجا ہوا تھا۔اس کو بیزاری محسوس ہوئی تو موبائل بستر پر پھینک دیا۔دل ایک دم ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا۔وارڈروب سے کپڑے نکالتا وہ واش روم میں گھس گیا۔

---**---

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

صبح ہوئی اور حسبِ معمول وہ نماز پڑھ کر باورچی خانے کی طرف بڑھی۔

"چائے بنا رہی ہوں جس نے بنوانی ہے بتادیں"۔صالحہ کچن میں بڑھی تو رفاہ وہاں پہلے ہی کھڑی تھی۔

"تم کب آئی؟"۔اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے"۔رفاہ مبہم سا مسکرائی۔

"موسم بہت اچھا ہو رہا ہے نا؟"۔صالحہ نے کچن کی کھڑکی سے باہر جھانکا۔

"باجی مجھے لگتاہے بارش ہو جائے گی"۔وہ بھی باہر جھانکنے لگی۔۔۔

"اتنامت جھانکو کہ کھڑکی سے ہی باہر گر جاؤ"۔صالحہ نے ہنستے ہوئے اسے پیچھے کیا۔

رفاہ بھی مسکرادی۔

"تمہارے شوہر کی بینڈ بجادی میں نے۔۔۔"۔وہ ہنستے ہوئے بولی تو رفاہ خاموش ہو گئی۔

"مجھے ان سے بہت ڈر لگتا ہے"۔وہ چائے کا پانی چڑھاتے ہوئے بولی۔

"کیوں ؟"۔صالحہ کو زیادہ حیرانی نہیں ہوئی۔

"آپ کو نہیں لگتا؟"۔اسے الٹا اس پر حیرت ہوئی۔

"پہلے لگتا تھا مگر اب نہیں"۔وہ دھیما سا مسکرائی۔

"رفاہ محسوس کرو۔۔۔مٹی کی خوشبو آرہی ہے۔۔۔آج بارش ہو جائے گی ان شاءاللہ"۔رفاہ نے اس کی بات پر دل سے آمین کہا۔

"میری چائے کہاں ہے ؟"۔سمیعہ تائی کی آواز آئی تو رفاہ کانپنے لگی اور جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگی۔اس کی حرکت نوٹ کرتے ہوئے صالحہ نے آواز لگائی۔

"تائی میں بنارہی ہوں سب کی ساتھ چائے"۔

"نہیں وہ میری بنائے گی اور اگر بدذائقہ چائے ہوئی تو بار بار بنائے گی"۔وہ دانت پیس کر بولیں۔صالحہ نے رفاہ کو دیکھا جس کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔وہ پتیلی میں پانی بھرنے لگی تو صالحہ نے نلکا بند کر دیا۔آٹھ بجنے لگے تھے۔

"چھوڑدو!میں دیکھ لوں گی"۔کہتے ساتھ ٹرے نکالی اور چائے چھاننے لگی۔صالحہ نے چائے ٹرے میں سجا کر سب کو پیش کی۔سمیعہ تائی کو آگے بڑھائی مگر انہوں نے بھنویں اچکا کر حیرت سے اسے دیکھا۔

"رفاہ کہاں ہے؟وہ چائے نہیں لائی میری؟"۔ان کی آواز میں صاف غصہ تھا۔

"نہیں۔۔۔میں نے منع کر دیا تھا اسے۔۔۔اس کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی اور دو دفع چائے کیوں بنے تو میں نے اسے روک لیا۔زخم بھرے نہیں ہیں اس کے ابھی"۔ وہ کہہ کر خاموش ہو گئی اور چائے کی پیالی سامنے میز رکھ دی۔۔۔تائی کو ایک دم غصہ آیا۔وہ جھٹکے سے کھڑی ہوئیں تو میز کو جھٹکا لگا اور پیالی گر کر ٹوٹ گئی۔رفاہ باہر باورچی خانے کے دروازے پر فق رنگت لیے کھڑی تھی۔پیچھے زینے اترتے ہوئے شرجیل نے سب دیکھا تھا۔تائی اس کی طرف بڑھیں تھی۔صالحہ حالات کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔انہوں نے رفاہ کو مارنے کے لیے ہاتھ ابھی اٹھایا ہی تھا کہ پیچھے سے شرجیل کی آواز گونجی۔

"رک جائیں تائی"۔تائی کا ہاتھ ہوا میں رک گیا۔انہوں نے گردن موڑ کر شرجیل کو دیکھا جو آخری زینے پر کھڑا تھا۔

"فوراً اپنے کوارٹر میں جاؤ رفاہ"۔اس کی رعب دار سخت آواز گونجی تو رفاہ کا دل حلق میں آگیا۔وہ یک ٹک لرزتی پلکوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"تمہیں سمجھ آ رہی یا وہاں آ کر بتاؤں؟"۔وہ اس بار دانت پیس کر بولا تھا۔آنکھیں کی تپش رفاہ کو اپنی جلد میں گھستی محسوس ہوئی۔اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ بھاگتے ہوئے ہیڈ کوارٹر میں چلی گئی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تائی اسے حیرت سے دیکھنے لگیں۔وہ رکا نہیں بلکہ لاؤنج پار کرنے لگا۔جاتے جاتے صالحہ کے سامنے رکا ضرور تھا۔

"

شروعات کیسی لگی؟"۔وہ مدھم آواز میں سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔صالحہ نے ایک نظر سب کو دیکھا اور پھر اسے دیکھا جو سامنے دیکھتے ہوئے اس کے جواب کا انتظار کر رہا تھا۔

اس نے رفاہ کوتائی سے بچالیا تھا۔صالحہ نے اثبات میں سر ہلایا جیسے کہہ رہی ہو شروعات اچھی کی گئی ہے۔وہ ہلکاسا ہنسااور سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔ثریا بے یقینی سے حالات سمجھنے کی کوشش کررہی تھی۔۔۔اسے یقین نہیں آیا کہ شرجیل اپنی بیوی کے لیے بولا ہے۔ایک ایسا شخص جو ہمیشہ داجی کے فیصلوں پر سر جھکاتا ہوا آیا ہے۔صالحہ کے چہرے پر جاندار مسکراہٹ آئی اور وہ زینے چڑھتی چلی گئی۔

---☆☆---

وہ آئینے کے سامنے کھڑا ٹائی پہن رہا تھا۔اس کا دل ایک دم اچاٹ ہو چکا تھا۔۔اس بھری ہوئی دنیا سے دل بیزار ہو چکا تھا۔۔۔وہ کیسے کہے اسے نہیں جانا! وہ کیسے کہے وہ قربانی دینا نہیں چاہتا۔۔وہ عورت اس کے دل میں بسی ہوئی ہے۔وہ کیسے اس کی یاد دل موڑلے؟اس کے اندر ایک لاوابن رہا تھا۔۔۔اس کا دل چاہا کہ کھلے آسمان کے نیچے وہ تنہا ہو اور وہ اپنے دل کی آواز چیخ چیخ کر نکالے۔۔۔

آنکھیں شدتِ ضبط سے سرخ ہو رہی تھیں۔وہ مڑا اور اپنا تکیہ زمین پر پھینک دیا، لحاف اور بستر کی چادر الٹ دی اور پھر بھی دل نہیں بھرا تو وہ پوری قوت سے چیخنے لگا۔۔۔

بازو والے کمرے میں سوتی وجیہہ کی آنکھ سہم کر کھلی۔۔۔

وجدان کو لگا کہ اب اس کا دل مطمئن ہو گیا ہے تو وہ پھولتی سانسوں اور نڈھال چہرے سے آئینے کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ بلیک شرٹ پر اسی رنگ کا کوٹ اور بلیک پینٹ تو وہ پہلے ہی پہنا ہوا تھا۔۔۔اب بندھی ہوئی کالی ٹائی ٹھیک کرنے لگا۔۔۔اس کی تیاری مکمل تھی۔ موبائل اور والٹ جیب میں رکھتے ہوئے ایک نظر بال دیکھے اور چابی اٹھاتا ہوا نیچے جانے لگا۔ باہر جانے کے لیے دروازہ کھولا تو سامنے وجیہہ کھڑی تھی۔۔۔وجدان نے پلٹ کر گھڑی دیکھی تو نو بج رہے تھے۔

"تم نے تو چھٹی کی تھی تو اتنی جلدی کیوں اٹھ گئی پھر؟"۔وہ حیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھنے لگا اور باہر آ گیا۔ وجیہہ خاموش رہی۔ وہ سوچنے لگی کہ وہ چیخا کیوں تھا۔۔۔

"کیا ہوا؟؟۔۔۔اوا چھا اچھا میری چیخنے پر اٹھی ہو؟۔او سو سوری وہ چوہا تھا کمرے میں تو پہلی نظر میں تو میری بھی چیخیں نکل گئیں، مگر پھر میں نے مار دیا ہے اسے۔۔۔جاؤ تم سو جاؤ۔۔ میں حویلی کے لیے نکل رہا ہوں۔ ہو سکتا وہاں سے آفس چلا جاؤں پھر رات میں ہی گھر آؤں"۔وہ مسکراتا ہوا بتا رہا تھا گویا اسے مطمئن کر رہا تھا۔۔۔اس نے ایک بار پھر اس کا چہرہ دیکھا جو سنجیدگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ دونوں کی نظریں ملیں اور وہ بھی بولتے بولتے چپ ہو گیا۔

"اچھا میں جا رہا ہوں"۔ کچھ لمحے رک کر نظریں چراتا کر کہتا ہوا وہ مڑ گیا۔ گاڑی میں بیٹھ کر چابی لگائی اور بددلی سے گاڑی اسٹارٹ کر کے نکال کر باہر لے آیا۔

چلو آج کا دن بھی گزر جائے گا۔ وہ سوچ کر خود کو تسلیاں دینے لگا۔

---★★---

"داجی وہ آنے والے ہیں۔۔۔"حیدر نے اطلاع دی تو داجی نے اثبات میں سر ہلایا۔

دوپہر کا ایک بجنے لگا تھا۔

"ہم نے پورا انتظام کر رکھا ہے۔ ایک بات یاد رکھنا حیدر۔۔۔ہم مان گئے ہیں کیونکہ ہمیں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ مگر شادی کی تاریخ ہم دیں گے"۔ وہ سفید کر کراتا کرتا شلوار پہنے ہوئے تھے اور اس پر ہلکی براؤن شال۔

"جی داجی۔۔۔سب آپ کے مطابق ہو گا"۔ اس کے لیے اتنا ہی بہت تھا کہ داجی مان گئے۔ سب مرد اکھٹا تھے اور عورتیں بے خبر تھیں کہ کون آ رہا ہے جس کے لیے اتنی صفائیاں کروائی گئی ہیں۔

صالحہ نے حیرانی سے سب دیکھ رہی تھی۔ وہ باغ میں رفاہ کے ساتھ کھڑی تھی۔۔۔

"رفا۔۔۔ہم باورچی خانے کے سارے کام ابھی کر لیتے ہیں تاکہ بعد میں بارش کے مزے لے سکیں"۔وہ آسمان کو دیکھنے لگی جہاں کالی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔

"ہاں باجی۔۔۔مجھے بھی لگتا ہے کہ کچھ دیر بعد بارش شروع ہو جائے گی"۔وہ بھی مٹی کی خوشبو سونگھ رہی تھی۔

"چلو پھر جلدی سے اندر آ جاؤ"۔وہ تیز چلتی ہوا سے خود کو محفوظ کرتی اس کا ہاتھ پکڑتی اندر بڑھ گئی۔

آدھے گھنٹے بعد ایک عجیب شور مچا۔۔

"مہمان آ گئے۔۔مہمان آ گئے"۔

چوکیدار نے دروازہ کھولا اور ایک کالی گاڑی اندر آ کر پارک ہوئی۔گاڑی میں بیٹھا وہ شخص اندر سے ہی حویلی کا باہر کا نظارا کرنے لگا۔گلاسز آنکھوں سے اتار کر ڈیش بورڈ پر رکھے اور گہری سانس لیتا گاڑی سے اترنے لگا۔

---★★---

"اندر آ جائیں آپ"۔ملازم اسے کہتا لاؤنج کی راہ دکھانے لگا۔وہ باغ سے ہوتے ہوئے

لاؤنج میں داخل ہوئے۔وہ لاؤنج اس وقت خالی تھا۔وجدان بڑے صوفے پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں داجی اور ان کے دو بیٹے اندر داخل ہوئے۔سلام کیا اور بیٹھ گئے۔

"کیسے ہو برخوددار"۔داجی کو وہ پہلی نظر میں بہت اچھا لگا تھا۔

"الحمدوللہ"۔اس نے ٹھہر کر جواب دیا۔

"تم یہاں اپنی بہن کے لیے آئے ہو جہاں تک مجھے حیدر نے بتایا ہے"۔

وجدان نے نگاہیں اٹھا کر سامنے بزرگ کر دیکھا جنہیں سب داجی کہہ کر پکار رہے تھے۔

"بہن کے رشتے کے سلسلے میں"۔اس نے ان کی آنکھوں میں دیکھتے بات کی تصیح کی۔

"بات تو ایک ہی ہے۔ہم امید کرتے ہیں تم ہمارے رسم ورواج سے واقف ہو گے"۔

داجی نے صاف وٹہ سٹہ کی بات کرنی چاہی۔

"جی انکل۔اس نے وٹہ سٹہ کے متعلق بتادیا تھا۔۔اور ہاں میں راضی ہوں"۔اس نے یہ کہتے ہوئے اپنا دل سخت کیا تھا۔وہ ان کو جانچنا چاہتا تھا۔اسے اپنی بہن دینی تھی یہاں اور وہ ان کے رویے معلوم کرنا چاہتا تھا۔

"یہ رسم ورواج ہمیشہ سے چلی آرہی ہے ہمارے خاندان میں اور ہم اس سے منہ نہیں موڑتے"۔کبیر صاحب حویلی کے اصولوں کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگے۔وہ اس سب میں کچھ نہ بولا سوائے اثبات میں سر ہلانے کے۔

"ہم عورتوں کو زیادہ آگے پڑھانے خلاف ہیں کیونکہ اس سے وہ باغی ہو جاتی ہیں"۔یہ بات داجی نے جان بوجھ کر کہی تھی۔۔۔

داجی کی اس بات پر وجدان انہیں آنکھیں پھاڑے دیکھنے لگا۔

"کیسی بغاوت؟"۔اس نے یک ٹک تینوں کو دیکھا۔

"وہ خاندان سے منہ موڑلیتی ہیں اور اپنے فیصلوں کا اختیار خود رکھنے کی کوشش کرتی ہیں"۔داجی کے لہجے میں حقارت تھی۔

"میری بہن بھی بہت آگے تک پڑھ رہی ہے اور اس میں تو کسی قسم کی بغاوت نہیں پیدا ہوئی۔۔۔کیا وہ آپ کو قبول ہو گی؟"۔وجدان نے ایک آئبرو اچکا کر پوچھا۔اسے خوف محسوس ہو رہا تھا کہ اس کی بہن یہاں کیسے رہے گی؟۔ایسے لوگوں کے درمیان جو عورتوں کو ترقی ہی کرنے نہیں دیتے۔

"نہیں! یہ سن کر تو بلکل بھی نہیں کہ تم صالحہ سے شادی کرنے پر راضی ہو"۔

وجدان ان کے جواب سے مطمئن نہ ہو پایا۔

ملازم نے اندر آکر چائے کی ٹرے رکھی اور چلا گیا۔

"باتیں تو بہت ہو گئی ہیں۔آپ مجھے شادی کی تاریخ بتادیں تاکہ ہماری طرف سے بھی تیاری شروع ہو جائے"۔وجدان نے بڑھ کر چائے کا کپ ہاتھوں میں تھاما۔

"اگلے ہفتے ایک چھوٹی سی تقریب کر دیں گے نکاح کی"۔داجی نے اپنا فیصلہ سنایا۔

"اگلے ہفتے؟اتنی جلدی؟"۔وہ ششدر رہ گیا۔

"ہاں برخوردار۔۔اگلے ہی ہفتے"۔ان کے لہجے میں ایک رعب تھا۔

"اور کہاں پر ہو گی یہ تقریب؟"۔وجدان کا اس حویلی میں دم گھٹنے لگا۔

"حویلی میں"۔کبیر صاحب کی اس بات پر وجدان نے تیزی سے نفی میں سر ہلایا۔

"آپ کو لگتا ہے میں اپنی بہن کو عروسی جوڑے میں حویلی لے کر آؤں گا تاکہ نکاح ہو سکے؟پہلے وہ دلہن بنے گی پھر سفر کرتے ہوئے حویلی آئے گی؟نکاح کے بعد حویلی لے جائیے گا۔آپ کو بھی میری ایک شرط ماننی پڑے گی۔۔۔شادی شہر میں ایک قریبی ہال میں ہو گی۔۔۔ہال کا خرچہ سب میں پورا کر دوں گا مگریوں میں اپنی بہن کو

دلہن بنا کر دنیا کو دکھاتے ہوئے شہر سے گاؤں نہیں لاؤں گا"۔وہ اپنا اٹل فیصلہ سناتے ہوئے بولا۔

داجی خاموش ہو گئے۔وہ ان کی خلاف ورزی کر رہا تھا مگر انہیں اس وقت خود کو یہ سب ہونے دینا تھا۔

"شرط قبول ہے تمہاری۔تمام اہتمام پھر تمہاری جانب سے ہوں گے۔حیدر کو شہر کی تقریب کے بارے میں بتا دینا۔ہم پہنچ جائیں گے"۔وہ مان گئے تھے۔

باہر اچانک آواز آئی تو وجدان نے لاؤنج کے کھلے گیٹ کے باہر دیکھا جہاں باغ کا تھوڑا حصہ نظر آ رہا تھا۔بارش شروع ہو چکی تھی اور باہر سے لڑکیوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔۔اس نے نگاہیں پھر سے داجی پر مرکوز کر لیں۔

"آنے والے ہفتے کو تمہارا اور صالحہ کا نکاح ہو جائے گا اور ساتھ میں تمہاری بہن اور حیدر کا بھی"۔انہوں نے بات مکمل کرنی چاہی۔

وجدان کو شادی کے لفظ سے کوفت ہو رہی تھی۔وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"ٹھیک ہے مجھے منظور ہے"۔وہ کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔اس گفتگو نے اس کا ایک گھنٹہ لے لیا تھا۔

"کھانے کا اہتمام بھی شامل ہے اس گفتگو میں"۔داجی کا لہجہ ایسا تھا جیسے کھانے کا پوچھ کر احسان کر رہے ہوں۔

"جی نہیں شکریہ"۔وہ اٹھ کھڑا ہوا۔حیدر لاؤنج سے اندر داخل ہوا۔

"آپ اتنی جلدی جا رہے ہیں؟"۔اسے اتنی جلدی جاتے دیکھا تو حیدر کو لگا کہ داجی نے کوئی ایسی بات کہہ دی ہے جس سے وجدان خفا ہو گئے۔

"بارش تیز ہو رہی ہے اور مجھے جلد از جلد شہر جانا ہے"۔وہ بناتاثر دیے لاؤنج سے باہر بارش دیکھنے لگا۔

"اواچھا۔۔۔تو۔۔وہ تاریخ کب کی طے ہوئی؟"۔وہ ہکلاتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"آنے والے ہفتے کی"۔وجدان نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بتایا۔

"شہر میں یا یہیں؟"۔اس نے وقفے سے پھر پوچھا۔

"شہر میں۔۔۔تمام اہتمام میں کر دوں گا۔آپ صرف اپنی تیاری مکمل رکھیں۔۔۔میسج پر تمہیں تقریب کا مقام بھی دیدوں گا"۔وہ قدم باہر کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔حیدر اس کے سامنے کھڑا ہوا۔

"آپ مطمئن ہیں نا؟"۔یہ سوال حیدر کے دماغ میں کھٹک رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE

"اگر نہیں ہوتا تو بھی شادی ہونی ہے۔۔۔آپ سے ملاقات ہوتی ہے ہفتے کو"۔

وجدان نے آگے ہاتھ بڑھا کر اسے اللہ حافظ کہا اور باہر نکل آیا۔

"آئیں میں گیٹ تک چھوڑ دوں"۔وہ اس کے پیچھے آنے لگا۔وہ لاؤنج سے باغ میں داخل ہوئے جہاں دو لڑکیاں پوری چادر میں خود کو محفوظ کیے بارش کا مزا لے رہی تھیں۔

"رفاہ بارش اور تیز ہو گئی ہے"۔وجدان کے کانوں تک آواز پہنچی تو اس کے قدم بے اختیار رک گئے۔۔اس کے پیچھے حیدر بھی حیرت سے رک گیا۔

وہ پہچانتا تھا اس آواز کو۔۔۔اس کنچی آنکھوں والی لڑکی کو!وہ اس کی عزت بننے والی تھی اور یہ احساس بھی عجیب تھا۔وہ پل بھر کو رک کر اسے دیکھنے لگا۔۔۔صالحہ نے بے دھیانی میں گردن موڑی تو وہ پیچھے ہی کھڑا تھا۔۔۔صالحہ کی سانسیں پل بھر کو رکی تھیں اور وہ شخص آگے بڑھ گیا۔

"یہ کون تھے صالحہ باجی؟"۔رفاہ چلتے ہوئے اس کے قریب آئی۔بارش کی بوندیں ان پر تیزی سے گر رہی تھیں اور وہ خاموش کھڑے تھے۔۔۔صالحہ سن ہو گئی تھی۔

"یہ وہی تھے جن سے شہر میں ویر نے ملاقات کی تھی۔۔۔ مگر۔۔۔ یہ یہاں کیوں آئے ہیں؟"۔اسے پریشانی ہونے لگی۔حیدر ان کو دروازے تک چھوڑ کر پلٹا تھا اور صالحہ کو خاموش کھڑا دیکھتا ہوا نظریں چراتا آگے بڑھ گیا تھا۔

"باجی ژالہ باری ہو رہی ہے"۔رفاہ کی آواز میں بلا کی خوشی تھی۔۔۔ صالحہ کے چہرے پر خوشی کے جذبات دوبارہ نمودار ہوئے اور وہ آسمان کو تکنے لگی۔یہاں داجی نہیں تھے ورنہ ان دونوں کی اب تک شامت آچکی ہوتی۔۔۔

رفاہ اب تیز بارش میں جھوم رہی تھی۔وہ ایک پیاری سی چھوٹی لڑکی تھی۔۔۔ جسے صالحہ کی طرح بارشوں سے بہت لگاؤ تھا۔ایک نادان سی گھنی پلکوں اور لمبے بالوں والی لڑکی تھی جو کہ بہت کم عمر تھی۔وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اسے کوئی دیکھ رہا ہے۔وہ جھومتے جھومتے مڑی تو اس کی رنگت فق ہو گئی۔وہ بنا کوئی تاثر دیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔صالحہ نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا تو شرجیل کھڑا تھا۔اس نے کچھ نہیں کہا۔شرجیل سنجیدگی سے رفاہ کو دیکھتا مڑ گیا اور رفاہ کا دل حلق میں آگیا۔

"چلیں باجی اندر چلتے ہیں"۔وہ اس کا ہاتھ پکڑتی بولی۔

"ہاں بارش بھی ہلکی ہو گئی ہے"۔اس نے انکار کرنا مناسب نہ سمجھا۔

"میں اپنے کوارٹر میں جا رہی ہوں کیونکہ میں مکمل بھیگ چکی ہوں باجی"۔رفاہ کی بات پر صالحہ نے اسے گردن موڑ کر دیکھا جو کالے کپڑوں میں مکمل بھیگ چکی تھی۔وہ ونی تھی اس لیے اس کے پاس اسی رنگ کا جوڑا تھا۔صالحہ اثبات میں سر ہلاتی اندر مڑ گئی۔ کمرے میں جا کر اس نے کپڑے تبدیل کیے اور سکھاتی نیچے آ گئی۔شام ہونے کو تھی۔ بادل چھٹ رہے تھے اور قریب ہی سورج نکلنے والا تھا۔وہ باورچی خانے میں داخل ہوئی۔

"شام کی چائے بنا دیں شاہ جی"۔اس نے پتیلیوں میں جھانک کر شاہ جی کو کہا۔

"ساجد شام کی چائے بناؤ حویلی والوں کے لیے"۔انہوں نے پیچھے بیٹھے دوسرے باورچی کو حکم دیا۔صالحہ خاموش ہو گئی۔شاہ جی تمام باورچیوں کے سربراہ تھے۔

"کیا ہوا صالحہ بی بی؟آپ کیوں مرجھا گئیں؟"۔شاہ جی نے اس کے تاثرات نوٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیا آپ چائے نہیں بنا سکتے؟آپ اچھی بناتے ہیں"۔اس نے التجا کرتے ہوئے پوچھا۔

شاہ جی اس معصوم سی لڑکی کو التجا کرتے دیکھا تو مسکرا دیے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کیوں نہیں بنا سکتا۔۔ ضرور بنا سکتا ہوں بی بی۔۔۔اب آپ نے اپنی خواہش کا اظہار کیا ہے تو میں کیسے انکار کر سکتا ہوں"۔ صالحہ کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"مجھے آپ کے ہاتھ کی چائے بہت پسند ہے شاہ جی"۔ وہ اپنے ہاتھ میں پہنی چوڑیوں کو آگے پیچھے کرتے ہوئے بے خودی سی بولی۔

"مجھے یہ سن کر اچھا لگا میری دھی۔ اب لگتا ہے روز چائے مجھے ہی بنانی پڑے گی"۔ وہ محبت سے مسکراتے ہوئے پتیلی چولہے پر چڑھانے لگے۔

"آپ کو پتا ہے شاہ جی میرا کل رزلٹ آیا تھا اور سوائے ایک دو کے کسی نے مجھ سے ابھی تک یہ نہیں پوچھا کہ کیا ہوا صالحہ پاس ہو گئی؟"۔ وہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بات نہیں کر رہی تھی۔ بلکہ اس پتیلی کو دیکھ رہی تھی جسے شاہ جی نے تھوڑی دیر پہلے چڑھائی تھی۔

وہ اس کا چہرہ تکتے رہے۔

"دوسروں کا مجھے علم نہیں ہے مگر میں نے اس لیے نہیں پوچھا تھا کہ مجھے علم تھا آپ کے پاس ہونے کا"۔ وہ خفیہ انداز میں مسکرائے۔

"آپ کو معلوم ہے؟"۔ وہ حیران ہوئی۔

"اگر مجھے معلوم نہ ہوتا تو میں یہ تحفہ کیسے دینے کا سوچتا؟"۔انہوں نے اپنی جیب سے ایک بریسلٹ نما چیز اس کے ہاتھ میں رکھی۔صالحہ نے اسے بہت غور سے دیکھا۔وہ ایک خبصورت سا چاندی رنگ کا بریسلٹ تھا جس پر گولڈن موتی لگے تھے۔

"یہ تو بہت خوبصورت ہے شاہ جی، لیکن یہ مہنگا لگتا ہے"۔اس نے دونوں بنھویں ملا کر بتایا۔شاہ جی نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

"انمول چیزیں انمول لوگوں کو دیا کرتے ہیں۔میرے پاس ایک اور ہے! مگر وہ میں نے کسی اور کے لیے رکھا ہے"۔وہ کسی کو سوچ کر مسکرا دیے۔

"کس لیے شاہ جی؟"۔وہ اب انہیں انہاک سے دیکھ رہی تھی۔

"ایک اور خاص بندے کے لیے۔۔۔"

چہرے پر دل چھو لینے والی مسکراہٹ برپا ہوئی۔

"کیا میں بھی آپ کے لیے خاص ہوں؟"۔وہ متحیر ہوئی ان کی باتوں میں کھو سی گئی تھی۔

"ہاں۔۔۔"۔وہ ساتھ ساتھ کام بھی کر رہے تھے۔

"آپ دل موہ لینے والی باتیں کرتے ہیں شاہ جی"۔اس نے سر جھٹکا۔

"اچھا؟ مجھے کبھی معلوم نہیں ہوا یا پھر یہ میری دل کی آواز ہے"۔

"آپ نے کبھی شادی کیوں نہیں کی شاہ جی؟"۔یہ وہ سوال تھا جس پر وہ پل بھر کے لیے خاموش ہوئے تھے۔وہ اس چھوٹی سی افشاں کو کیا بتائے۔۔

"تم جاننا چاہتی ہو؟"۔انہوں نے بھنویں اچکا کر پوچھا تو صالحہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"بتاؤں گا تمہیں! بہت جلد بتاؤں گا تمہیں کہ میں نے شادی کیوں کی"۔وہ کہہ کر چپ ہو گئے۔

NEW ERA MAGAZINE

"مجھے اچھا لگا سن کر کہ میں آپ کے لیے خاص ہوں ورنہ اس حویلی میں پھپھو کے علاوہ میں کسی کے لیے خاص نہیں شاید"۔وہ اداسیوں کے سمندر میں ڈوب رہی تھی۔ اس نے وہ بریسلیٹ ہاتھ میں پہن لیا۔شاہ جی کا دل کسی نے گویا مسل دیا تھا۔

"یہ بریسلیٹ بہت خوبصورت ہے شاہ جی۔۔۔میں اسے ساری عمر سنبھال کر رکھوں گی۔اس لیے بھی تاکہ مجھے یاد رہے کہ میں کسی کی نظروں میں خاص ہوں"۔وہ مسکرائی اور باہر نکل گئی۔ایک چھوٹے سے تحفے نے اسے بے حد خوش کر دیا تھا۔اور شاہ جی خود کا تیار کر رہے تھے۔وہ اب چاہتے تھے کہ صالحہ جان لے کہ انہوں نے شادی کیوں نہیں کی۔۔۔

---★★---

شام کی چائے پر آج سب ہی ایک ساتھ لاؤنج پر بیٹھے تھے۔۔۔ تھوڑی ہی دیر میں دادی لاؤنج میں آئے تو سب خاموش ہو گئے۔ صالحہ اپنا بریسلیٹ ثریا کو دکھانے میں مصروف تھی۔

"آج کے آنے والے مہمان بہت خاص تھے ہمارے لیے"۔ دا.جی نے بات کا آغاز کیا۔ صالحہ نے لفظ "مہمان" سنا تو کان کھڑے کر لیے۔ شبیر صاحب خاموش بیٹھے تھے کیونکہ جو بات دا.جی بتانے لگے تھے اس سے ان کی بیٹی کا دل ضرور ٹوٹنے والا تھا۔

"ہم نے صالحہ کا رشتہ پکا کر لیا ہے۔ کبیر تمہیں اعتراض تو نہیں؟"۔ انہوں نے گردن موڑ کر پیچھے بیٹھے ہوئے بیٹے سے پوچھا۔ لوازمات سے بھری ٹرے سجاتے اندر آتے شاہ جی کے ہاتھ سے ٹرے لڑکھڑائی۔ دا.جی ماتھے پر بل ڈال کر انہیں دیکھا تو وہ معذرت کرتے میز پر ٹرے رکھ کر کچن کے پاس جا کھڑے ہوئے۔۔۔ وہ ان کی گفتگو سننا چاہتے تھے۔

"آپ کے آگے ہماری بات ہی کہاں ٹھہرتی ہے ابا جان!"۔ وہ تو تھوک نگلتے ہوئے بظاہر مسکرائے اور صالحہ کی جانب دیکھنے لگے جس کا چہرہ سفید لٹھے کی مانند ہو رہا تھا۔

"مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے"۔ انہوں نے یہ الفاظ صالحہ کی رنگت دیکھتے ہوئے کہے

تھے۔ثریاماتھے پر بل ڈالے داجی کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔لاؤنج میں سکوت کا عالم چھا گیا۔

حیدر کا دل چاہا کہ وہاں سے اٹھ کر چلا جائے۔

"ہم جانتے ہیں تم ہمارا کہا کسی صورت نہیں ٹال سکتے"۔انہوں نے اکڑ سے گردن اٹھائی۔

طلعت نے اپنے شوہر کبیر کو دیکھا جو بڑی آسانی سے داجی کا فیصلہ مان گئے تھے۔

"ہم نے صالحہ کا رشتہ اس لڑکے سے طے کر دیا ہے جو دوپہر میں آیا تھا اور حیدر کا رشتہ اس کی بہن سے! نکاح کے ساتھ رخصتی کی تقریب آنے والے ہفتے کو ہو گی"۔ثریا کی رنگت اڑی تھی اور صالحہ کو اپنے گرد اندھیرا محسوس ہوا تھا۔کچھ لمحوں کی خاموشی چھا گئی۔وہ ایسے کسی کے ساتھ رشتہ کیسے جوڑ سکتے ہیں جبکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ ارحم کی منگیتر رہ چکی اور ارحم کو مرے دو ہفتے بھی نہیں ہوئے۔

"میں نہیں کروں گی شادی داجی۔ایسا ظلم مت کریں۔میں نے تو آپ کی ہر بات مانی ہے آپ بھی میری بات مان لیں مجھے شادی نہیں کرنی خدارا داجی!"۔اسے نہیں معلوم کہ وہ کب چیخی تھی۔طلعت نے غم سے اپنے پیشانی پر ہاتھ مارا تھا۔

"داجی میں آگے پڑھنے کا بھی نہیں کہوں گی۔میں نہیں روں گی اور آپ جو کہیں گے میں وہی کروں گی مگر یوں نہ کریں!"۔وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

کبیر بٹ کا دل کسی نے اپنی مٹھی میں لے لیا تھا۔ شرجیل نے کچن کے دروازے پر کھڑی رفاہ کو دیکھا جو آنکھوں میں آنسو لیے صالحہ کو دیکھ رہی تھی۔

"خاموش لڑکی اگر اتنا ہی ظلم ہو رہا ہے تم پر تو ہمیں نہیں اپنے ویر سے کہو جس نے تمہارے نکاح کا خیال پہلے ہی دماغ بنایا ہوا تھا وہ اس شہری لڑکی کو پسند کرتا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی شادی تب تک اس لڑکی سے نہیں ہو گی جب تک تمہارا نکاح اس کے بھائی سے نہیں ہو گا!۔ حیدر اس لڑکے سے جس کا نام وجدان ہے اس سے پہلے ہی تم سے شادی کی بات کر چکا ہے ہے ہم نے تو رسماً اس سے ملاقات کی ہے! حیدر یہ سب پہلے ہی طے کر چکا تھا"۔ انہوں نے ڈپٹ کر بتایا۔

صالحہ کی رنگت ایک بار پھر بھی اس نے آنکھیں پھاڑ کے بے یقینی سے حیدر کو دیکھا جو زمین کو تک رہا تھا۔

ویر ایسا کیسے کر سکتا ہے؟ نہیں دا جی جھوٹ بول رہے ہیں۔۔۔! وہ خود سے خود کو کہہ رہی تھی۔۔۔

صالحہ کے حواس جھنجھنا اٹھے۔ ثریا کی آنکھوں سے ایک آنسو نکلا تھا اور وہ اٹھ کر بغیر حیدر پر ایک نظر ڈالے کمرے میں گئی تھی۔ شاہ زل نے اسے جاتے ہوئے بہت غور

سے دیکھا تھا۔ہاں وہ یہ ضرور چاہتا تھا کہ حیدر ثریا سے دور ہو جائے مگر وہ ثریا کو اداس نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔

"شادی کی تیاریاں شروع کر دو طلعت! شادی میں زیادہ وقت نہیں۔۔۔" وہ ابھی بات مکمل کر ہی رہے تھے کہ صالح چیخی۔

"میں نہیں کروں گی شادی! میں نہیں بنوں گی قربانی کا بکرا آپ جھوٹ بول رہے ہیں ویر ایسا نہیں کر سکتا۔۔۔ نہیں کر سکتا وہ اپنی بہن کے ساتھ ایسا"۔وہ پوری قوت سے چیخی۔حیدر لب بھینچ گیا۔اس کا دل کٹا جا رہا تھا۔

دا جی تیزی سے اٹھے اور اسے ایک تھپڑ جڑ دیا۔وہ بل کھا کر زمین پر گرتی اگر اسے شمیلہ چچی اور طلعت نہ پکڑ لیتے۔سب حیران ہو گئے۔کبیر تکلیف سے کھڑے ہو گئے مگر کچھ بول نہ سکے۔

"لے کر جاؤ اس کو ورنہ ہم ابھی اس کو قتل کر دیں گے!۔ہمیں بھلا کیا ضرورت پڑی ہے شہر سے لڑکی لانے کی؟ ہم مانے ہی حیدر کی وجہ سے ہیں! ہم بھی دیکھتے ہیں کیسے نہیں مانتی شادی کے لیے!"۔وہ قہر آلود لہجے میں کہتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف مڑ گئے۔یہ جانے بغیر کہ وہ شمیلہ چچی کی بانہوں میں بے ہوش ہو چکی تھی۔شاہ جی کچن کی زمین پر بیٹھتے چلے گئے۔آنکھ نے آنسو بہائے اور ہونٹ کپکپانے لگے۔اس قدر

بے بس وہ پہلی بار افشاں کی وجہ سے ہوئے تھے اور اب ایسے ہی بے بس وہ اس وقت تھے۔

ظالم وقت!

ناقابلِ یقین لمحے!

---★★---

"کیا بات ہوئی؟"۔وہ ابھی گاؤں سے لوٹا تھا۔دماغی طور پر وہ اتنا تھک چکا تھا کہ آفس بھی نہیں گیا تھا بلکہ سیدھا گھر آگیا تھا۔اتنی لمبی ڈرائیونگ نے اسے تھکا دیا تھا۔

"کیا پانی مل سکتا ہے؟"۔اس نے تھکے تھکے سے لہجے میں پوچھا۔وجیہہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔وہ "ابھی لائی" کا کہہ کر کچن سے پانی کا گلاس لے آئی اور اسے تھما دیا۔وہ اس قدر پیاسا تھا کہ ایک ہی سانس میں گلاس خالی کر گیا۔

"انہوں نے اس ہفتے کی شادی کی تاریخ دی ہے"۔اس نے گہری سانس لے کر گلاس میز پر رکھا۔

"شادی کی؟ اتنی جلدی؟"اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹیں۔

"ہاں انہوں نے یہی تاریخ دی ہے شادی شہر میں ہو گی۔ایک آخری بار پوچھ رہا ہوں! سوچ لو! میں دیکھ کر آیا ہوں وہاں کے لوگوں کو اور حیدر کے دا.جی کی سوچ کو! ان کے خیالات ہمارے خیالات سے قطعی ملتے جلتے نہیں"۔وہ ساتھ ساتھ جوتے بھی اتار رہا تھا۔اس نے وجیہہ کی آخری بار رضامندی جاننی چاہی۔وہ کیسے اس کا برا چاہ سکتا تھا؟ وہ اسے اپنی بہن نہیں بیٹی سمجھتا تھا۔

"آپ اس طرح سے اس لیے کہہ رہے ہیں کیونکہ آپ صالحہ سے شادی نہیں کرنا چاہتے!"۔وجیہہ نے نخوت سے کہا۔وجدان نے گہری سانس لے کر ہوا میں چھوڑی۔وہ اس کی بات کا غلط مطلب لے گئی تھی۔

"ایسا کیوں سوچتی ہو؟ اگر ایسا ہوتا تو حویلی ہی نہ جاتا میں"۔اس نے بے بسی سے اپنی صفائی میں کہا۔

"جب مجھے ہی پرواہ نہیں تو آپ کو کیوں مسئلہ ہے بھائی؟ آج عمر کی اس دہلیز پر کھڑے ہو کر میں نے جانا کہ ماں باپ کا زندہ ہونا کیوں ضروری ہے"۔وہ کہتے کہتے آبدیدہ ہو کر مڑنے لگی تھی وجدان نے اٹھ کر اسے گلے سے لگا لیا۔اس نے کیا کیا نہیں کیا تھا اس کے لیے! وہ سوچ رہا تھا کہ اس کی محبت میں کہاں کمی رہ گئی؟۔ہاں ہو سکتا ہے کمی

رہ گئی ہو۔۔۔کوئی خواہش وہ اس کی پوری نہ کر سکا ہو۔۔۔وہ اس کا سگا باپ نہیں تھا۔۔۔وہ اس کا باپ جیسا بھائی تھا مگر سگا باپ نہیں تھا۔

"رومت جیا جان! بھائی کو تکلیف ہوتی ہے نا۔۔۔روتے نہیں ہیں! آنے والے ہفتے کو شادی ہے تمہاری اور ساتھ میری بھی اور دیکھو! ہم نے کوئی بھی تیاری نہیں کی! جاؤ منہ دھواور کپڑے تبدیل کرو۔۔۔جب تک میں فریش ہو جاتا ہوں پھر ساتھ باہر ڈنر بھی کریں گے اور شاپنگ بھی"۔وہ اس کی پیشانی چومتے ہوئے محبت سے بولا۔وہ ویسے ہی کھڑی اپنے آنسو پونچھنے لگی۔

"جانا ہے کہ نہیں؟"۔وہ جب ٹس سے مس نہ ہوئی تو وہ اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھر کر اونچا کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔وہ اب بھی خفگی دکھاتی چپ رہی اور اس کے گلے لگی رہی۔۔۔

"چلو ٹھیک ہے میں تو موڈ میں تھا اب اگر تمہیں ہی نہیں جانا ہے تو کوئی بات نہیں"۔ وہ اسے خود سے جدا کرتے ہوئے بولا اور مڑنے لگا۔

"نہیں نا!"وہ بچوں کی طرح اس کا بازو پکڑتے ہوئے منمنائی۔

"اچھا چلو۔۔شاباش اب جاؤ جلدی سے فریش ہو کر آؤ"۔وہ ہنستا ہوا بولا اور اس کی پیشانی چوم کر اسے خود سے جدا کیا۔وہ اثبات میں سر ہلاتی کمرے سے چلی گئی۔اس کے

جانے کے بعد وہ چہرہ جس کے لبوں پر وجیہہ سے بات کرتے ہوئے مسکراہٹ تھی وہ اب غائب ہو گئی۔ چہرہ مرجھا گیا اور مسکراہٹ سمٹ گئی۔ دل نے پھر تکلیف کی اور ایک صدا آئی۔۔۔ بہن کے لیے کچھ بھی۔ وہ کتنی دیر آئینے کے سامنے کھڑا رہا وہ نہیں جانتا تھا۔ خود سے خود کا عکس دیکھتے ہوئے وہ تھکا نہیں تھا۔ ہوش تب آیا جب وجیہہ کمرے میں داخل ہوئی اور حیرانی سے اس سے پوچھنے لگی کہ وہ کیوں نہیں تیار ہوا۔ اسے یکدم ہوش آیا۔

"نہیں۔۔ وہ۔۔ میں سوچ رہا تھا کہ ایسے ہی چلتا ہوں! آنے کے بعد تبدیل کر لوں گا کپڑے"۔ اس نے مسکرا کر اپنے موزے پھر سے چڑھائے اور جوتے پہن کر اٹھ کھڑا ہوا۔ لبوں پر مسکراہٹ جیسے جان بوجھ کر چپکائی تھی۔ اس نے ایک نظر اپنے آپ کو دیکھا۔ آنکھوں کے گرد ہلکے حلقے نمایاں ہو رہے تھے۔ کتنے دن ہو گئے تھے اور نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔ صبح والی ڈریسنگ میں وہ اب تک موجود تھا۔ بلاشبہ تھکاوٹ کے باوجود وہ ہینڈسم لگ رہا تھا۔ اس نے بال بنائے اور وجیہہ کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ یہ اس کے جینے کی وجہ تھی۔ وہ تھی تو یہ تھا۔ بس یہ سوچ کر وہ اپنی ہر تھکاوٹ اس کے نام کر دیتا تھا۔ وہ اس کا بھائی تھا۔۔۔ وہ یہ کر سکتا تھا۔

محبت یوں ہی تھوڑی ہوتی ہے کسی شخص سے۔۔۔

---★★---

صبح آذان کے وقت اس کی آنکھ کھلی تو ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ گزرا ہوا دن یاد آیا تو سر بھاری ہو گیا۔ ارحم اسے کثرت سے یاد آیا۔ اس کے آنسو بے اختیار آنکھوں سے بہنے لگے۔ قریب آدھا گھنٹا وہ یوں ہی سر گود میں رکھے گھٹ گھٹ کر روتی رہی۔۔۔ اسے نہیں کرنی شادی! اسے قربانی کا بکرہ نہیں بننا۔۔۔ کیسے اٹھائے وہ اس ظلم کے خلاف آواز؟۔

اس نے جلدی سے اٹھ کر وضو کیا اور نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی کہ

وَاس تَعِي نُو ابِالصَّب رِوَالصَّلٰوةِ ۗ وَاِنَّهَا لَكَبِي رَةٌ اِلَّا عَلَى ال خٰشِعِي نَ ۙ ۝

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ترجمہ:

صبر اور نماز سے مدد لو، بیشک نماز ایک سخت مشکل کام ہے۔

اس نے نمازِ فجر پڑھی اور اللہ کے آگے دعا کے لیے ہاتھ پھیلائے۔۔۔ آنسو بے ربط بہہ رہے تھے۔ سوچا شروعات کہاں سے کی جائے مگر لبوں سے کچھ نکل ہی نہ پایا۔ وہ اتنا

روئی کہ جائے نماز اس کے آنسو خود میں جذب کرنے لگی۔وقت گزرنے لگا مگر آنسوؤں کے سوا اور کچھ نکلا ہی نہیں۔۔۔وہ اٹھ گئی جائے نماز سے یہ دعا مانگ کر کہ "یااللہ میرے ساتھ صرف وہی ہو جو میرے لیے بہتر ہو۔۔۔" آمین کہتے ہوئے وہ یہ سوچ کر اٹھی تھی کہ اس نے اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا ہے۔

دل ہلکا ہوا تو مرجھائے چہرے پر نماز کی طرح ڈوپٹہ لیتے ہوئے باغ میں آگئی۔وہ یاد کرنے لگی کہ کیا کیا ہوا تھا۔۔۔باغ میں لگا ایک بڑا جھولا تھا جس پر وہ بیٹھے پاؤں سے ہلکا ہلکا جھلا رہی تھی۔

حیدر کا خیال آیا تو ایک بار پھر بے یقین ہو گئی لیکن پھر اسے یاد آیا کہ شہر میں ملاقات کے وقت وہ لوگ حویلی رشتہ لانے کی بات کر رہے تھے۔تو کیا ویر نے مجھے قربان کرنے کا پہلے ہی تہیہ کر رکھا تھا؟۔اس کے دل میں یکدم حیدر کے لیے رقابت کے جذبات پیدا ہوئے اور اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔سات بجنے لگے تھے اور حیرت کی بات یہ تھی کہ آج کوئی عورت جلدی نہیں اٹھی تھی۔

اگر وہ یہی سب چاہتا تھا تو اسے شہر کیوں لے کر گیا؟۔اس نے ایسا کیوں کیا؟۔کیا وجہہ وہ ہی لڑکی ہے جس سے حیدر ویر شادی کرنا چاہتا ہے؟۔اسے محسوس ہوا وہ اس کا بھائی نہیں ہے۔۔۔وہ ایک ظالم درندہ صفت انسان ہے جس نے اپنی بہن کو اس مقام

پر لا کھڑا کیا ہے کہ اس کے آگے کھائی ہے اور پیچھے کنواں۔اسے یہ بھی یاد آیا کہ کل داجی اور حیدر کی بحث ہو رہی تھی۔اب اسے سمجھ آیا کہ کس بات پر بحث ہو رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے لگاتار آنسو بہہ رہے تھے۔وہ آوازوں سے نہیں رو رہی تھی۔اس کا دل رو رہا تھا اور آنکھیں اپنا کردار ادا کر رہی تھیں۔

ثریا کا خیال آیا تو وہ سوچنے لگی کہ وہ کتنے تکلیف میں ہو گی۔۔۔حیدر ویر نے اسے ٹھکرا دیا تھا۔۔۔دل نے ایک دم سوچا کہ صحیح کیا کہ ٹھکرا دیا وہ ثریا جیسی موم سی لڑکی کے قابل بھی نہیں تھا۔جو اپنی بہن کو جہنم میں پھینک دے اس سے کوئی بعید نہیں کہ وہ کل کو ثریا کے ساتھ کیا کر دے۔اس نے جھولے کی زنجیر پر اپنا سر ٹکا دیا۔ایسی ہی کوئی زنجیر اس کے پاؤں پر بھی باندھ دی گئی تھی۔ایک کٹھ پتلی بنا دیا گیا۔ایک ناچنے والا جانور بنا دیا گیا تھا جسے ہر سڑک نچایا جاتا ہے اور لوگ انہیں دیکھ کر مزا لیتے ہیں اور پھر مالک اس جانور کی زنجیر کھینچتا ہے جو پاؤں پر بندھی ہوتی ہے۔پرندے چہچہا رہے تھے اور دل رو رہا تھا۔سورج ابھر رہا تھا اور چہرہ ڈھل رہا تھا۔اسے افسوس تھا۔اسے افسوس تھا کہ داجی کے آگے اس کا باپ بھی نہیں بولا۔وہ تو باپ تھا نا! وہ تو بول سکتا تھا۔وہ حیدر کو ایک تھپڑ جڑ سکتا تھا اور پوچھ سکتا تھا کہ سرِ بازار اس کی بیٹی کی بولی کیوں لگوائی؟۔وہ تو باپ تھا نا! وہ کہہ سکتا تھا کہ داجی مجھے اپنی بیٹی کے لیے آپ کا یہ فیصلہ

نامنظور ہے۔وہ تو باپ تھانا! جب اس کی بیٹی چیخ رہی تھی اپنے حق کے لیے تو وہ تڑپ کر اپنی بیٹی کے حق میں تو کہہ سکتا تھانا۔ مگر وہ خاموش رہا۔وہ چپ رہا جب دا جی نے تھپڑ مارا۔وہ خاموش رہا جب اس کی بیٹی کو حیدر کے بدلے قربان کرنے کا فیصلہ کیا جارہا تھا۔

اسے اپنی ماں پر بھی حیرت ہوئی جو خاموش رہی۔۔۔جو اس کے بیہوش ہونے پر اسے صرف کمرے تک کا سہارا دینے آئی اور پلٹ گئی۔اسے دکھ ہوا کہ وہ ہی کچھ بول دیتی اپنی بیٹی کے لیے۔۔۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اسے سب سے زیادہ دکھ اپنے لاڈلے ویر پر ہوا۔اسے یاد آیا وہ دونوں سڑک کے بیچوں بیچ ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے بھاگے تھے۔وہ اس خوبصورت سی یاد کو کیسے بھول سکتی تھی۔ زندگی میں پہلی بار حیدر نے اس کی پیشانی چومی تھی۔زندگی میں پہلی بار حیدر نے اس سے مذاق کیے تھے۔اس کی ہر خواہش پوری کی تھی تو کیا وہ محض پیار جتانا تھا؟ یا پھر آنے والے صدمے کے لیے تیار کرنا تھا؟۔وہ یہ کیسے بھول گئی تھی کہ وہ بھی حویلی کا ہی مرد ہے! اسے ان جیسا ہی ہونا ہے۔۔۔وہ کیوں حیدر کی باتوں میں آگئی۔سب سے زیادہ دکھ اس جان سے پیارے نے اسے دیا تھا۔صرف اس کی وجہ سے آج اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔اس کا دل چاہا کہ اس کا گریبان پکڑ کر اسے جنجھوڑ ڈالے۔۔۔

اس سے پوچھے کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔۔۔اس کے ویر نے ایسا کیوں کیا۔۔۔بھائی تو محافظ ہوتے ہیں نا؟۔وہ کیوں اسے کھائی میں پھینک رہا ہے۔اس کی محبت صرف ارحم سے ہے وہ یہ کیوں نہیں جان لیتا۔۔۔اگر وہ اپنی محبت کے لیے اپنی بہن قربان کر سکتا ہے تو اس کی بہن اپنی محبت کے لیے کیا کرے؟؟۔اس کی آنکھیں شدتِ ضبط سے لال ہو گئیں۔باغ میں شاہ جی ٹرے لے کر داخل ہوئے تھے۔صالحہ کو ان کی موجودگی کا علم بھی نہ ہو سکا۔وہ اس کے قریب آئے اور چائے کی ٹرے آگے کی تاکہ وہ اپنا کپ اٹھا لے۔وہ چونک اٹھی اور جلدی جلدی آنسو پوچھنے لگی۔شاہ جی نے اس کی حرکت بہت غور سے نوٹ کی۔

"آنسو بہا لینا صحت کے لیے مضر نہیں ہوتا صالحہ دھی"۔انہوں نے کپ اس کے ہاتھ میں دیا جسے اس نے تھام لیا۔

"آنسو بہانا ضروری تو نہیں ہوتا! کبھی کبھی ظلم کو خاموشی سے بھی سہہ لینا چاہیے"۔وہ طنزیہ بولی۔آنکھیں پھر سے گیلی ہو گئیں۔وہ اپنا کپ ہاتھوں میں پکڑتے ہوئے اس کے ساتھ جھولے پر بیٹھ گئے۔شاہ جی نے اپنے آپ کو کالی شال سے گھیرا ہوا تھا۔ایک ہاتھ سے اپنے چائے کا کپ تھاما اور دوسرے ہاتھ سے ٹرے جھک کر سائیڈ پر گھانس پر رکھ دی۔

"اس طرح ظالموں کو خبر ہو جائے گی کہ مظلوموں کو ظلم سہنے میں مزا آتا ہے"۔ انہوں نے اپنے پیروں سے جھولا جھلاتے ہوئے کہا۔

میں نے اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا ہے شاہ جی۔۔۔ایک بات پوچھوں؟"۔اس نے کپکپاتے لبوں سے پوچھا۔

"کہو میری دھی"۔وہ مدھم آواز میں بولے اور ایک نظر سب سے اوپر منزل والی کھڑکی کی جانب دیکھا جہاں پردے لگے تھے۔

"ہمارے ہی رشتے ہمیں کیوں تکلیف دیتے ہیں؟۔جیسے۔۔۔جیسے شاہ جی میری جان سے پیاری پھپھو کی زبان جلادی دا جی نے۔۔۔بلکل ویسے جیسے صالحہ کو اس کے بھائی نے جہنم میں پھینکنے کا ارادہ کر رکھا ہے۔رسم ورواج کے مخالفت کرتی آئی تھی میں آج تک شاہ جی! خود ہی رسم ورواج کی بھینٹ چڑھنے لگی ہوں۔۔۔ہے نا عجیب؟"۔وہ تلخی سے مسکرائی۔

"زندگی آسان نہیں صالحہ! یہ میرے علاوہ اور کون جانتا ہوگا"۔ان کی آنکھیں سرخ ہونے لگیں۔

"میں نے تم سے بلکل اپنی بیٹیوں کی طرح محبت کی ہے صالحہ دھی۔پوری رات صرف اپنی دھی کے لیے رویا ہوں۔۔۔مگر یہ پہلی بار نہیں۔بہت سال پہلے جائے نمازوں

میں گر گر کسی اور کے لیے بھی رویا تھا اور اب تک روز نمازوں میں یوں ہی روتا ہوں۔ مگر کل رات دیر تک رویا کیونکہ دعاؤں میں تم بھی شامل تھی۔ تم جاننا چاہتی تھی نا میں نے شادی کیوں نہیں کی؟"۔انہوں نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔صالحہ اپنا غم بھول کر انہیں تکنے لگی۔

"ہاں شاہ جی"۔اس نے تیزی سے اثبات میں سر ہلایا۔

"میری زندگی کا قصہ اس حویلی میں موجود ایک عورت سے منسلک ہے صالحہ!"۔ انہوں نے مسکرا کر دکھ سے کہا۔

"کس سے؟"۔صالحہ نے تجسس سے ان سے پوچھا۔

"اس شخص سے جس سے میں نے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ محبت کی ہے! جاننا چاہتی ہو کس سے؟"۔انہوں نے اوپری منزل کی عمارت کو دیکھا۔صالحہ نے ایک بار پھر اثبات میں سر ہلایا تو انہوں نے اوپری منزل کی طرف اشارہ کیا۔

"اس منزل کی کھڑکی کے اندر موجود شخص سے میری زندگی کی ڈور بندھی ہے۔ زندگی اسی امید پر گزار دی کہ یہ مجھے کبھی مل جائے گی۔ایک ایسی امید پر جو میری زندگی کہ سنہرے پل برباد کر گئی! وہ پل اور لمحات برباد کر گئی جس لمحوں میں میں اپنی زندگی اس کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا"۔صالحہ نے ان کے اشارے کے تعاقب میں

دیکھا اور ششدر رہ گئی۔ان کا اشارہ افشاں کے کمرے کی طرف تھا۔اس نے مڑ کر شاہ جی کو دیکھا جو اداس چہرے پر مسکرا رہے تھے۔

"افشاں پھپھو؟"۔وہ ساکت لبوں کو حرکت کرتے ہوئے بولی۔شاہ جی افشاں کا نام سن کر مسکرا دیے۔

"کہانی سنناچاہو گی؟"۔انہوں نے بھنویں اچکا کر اس سے پوچھا۔

"جی شاہ جی۔۔۔کون احمق نہیں سنناچاہے گا"۔وہ کھو رہی تھی ان کے محبت بھرے لہجے میں۔

"یہ داستانِ عشق ہے صالحہ۔دو ایسے لوگوں کی داستان ہے جن کے دلوں میں محبت کا پہرا ہے۔انہوں نے کبھی غور سے ایک دوسرے کا چہرہ بھی نہیں دیکھا تھا۔یہ محبت ایک دوسرے کی روحوں سے تھی۔یہ کہانی اس کنچی آنکھوں والی لڑکی کی ہے جو اتنے سالوں سے میرے دل کے مکان کی دہلیز پر کھڑی کھٹکا دے رہی ہے اور میں تڑپ رہا ہوں۔تمہاری پھپھو اس رسم و رواج کے درمیان آگئیں صالحہ۔۔۔میں نے اس سے زیادہ حسین عورت کبھی نہیں دیکھی۔۔۔اس نے اشک بہائے تھے صرف میری محبت کے لیے اور میں اپنے آپ کو اس کے لیے وارنے کو تیار تھا۔یہ داستانِ عشق

بشارت اور افشاں کے گرد گھومتی ہے صالحہ"۔وہ مسکراتے ہوئے کھڑکی کی طرف دیکھنے لگے۔۔

"بشارت ؟"۔اس نے الجھ کر حیرت سے پوچھا۔۔وہ کھلکھلائے اور اسے دیکھنے لگے۔

"بشارت حسین عرف شاہ جی"۔انہوں نے حیرت سے پھیلتی کنچی آنکھوں کو دیکھا۔

"آپ۔۔۔آپ۔۔۔بشارت"۔اسے لگا وہ جملا مکمل نہیں کر پائے گی۔مٹی کی تیز خوشبو آرہی تھی۔لگتا تھا کہ ایک بار پھر بارش ہو جائے گی۔

"ہاں میں بشارت حسین۔۔اس کرب میں زندگی گزار دی کہ اسے میرے علاوہ کسی اور کا نہ کر دیا جائے مگر نہ وہ کسی اور کی ہوئی اور نہ میں نے اس سے منہ موڑا۔۔اگر موڑتا تو وہ محبت نہ ہوتی۔روز تاریک رات میں یونہی درخت کے نیچے کھڑے ہو کر نگاہیں اس کے کمرے کی کھڑکی کو تکتی ہیں کہ اب بھٹک کر وہ کھڑکی تک آئے گی۔مجھے اس دیا کی تلاش ہے جس کا ذکر وہ اپنی باتوں میں کیا کرتی تھی۔وہ دیا بجھ گیا صالحہ ! وہ بجھ گیا۔۔اس ظالم شخص نے اس کو بے زبان کر دیا صالحہ۔۔۔کوئی اپنی بیٹی کو کیسے تڑپا سکتا ہے یہ کوئی دا جی سے جانے۔۔۔"۔وہ اپنا غم بھلائے انہیں سن رہی تھی۔

"کبھی سوچا ہے کہ تم میری نظروں میں زیادہ اہم کیوں میری دھی؟"۔انہوں نے جھولا پاؤں سے ہلکے سے جھلایا۔"کیونکہ تم افشاں جیسی ہو۔۔۔تمہارا ہر انداز اس کے

جیسا یے۔وہ ہنسا،وہ مسکرانا،وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر خفا ہو جانا۔وہ اپنے حق پر بغاوت اور۔۔۔اور محبت میں خود کو تمام کر لینا۔اس حویلی میں اپنی عمر کا بڑا حصہ گزار لیا اور افشاں کو معلوم ہی نہیں کہ اس کا محبوب اسی حویلی میں ہے۔اسے دیکھنے کی خواہش رکھتا ہے مگر پہلے محرم بنانا چاہتا ہے۔۔۔شمیلہ بھابھی کہتی ہیں میں ان سے گزارش نہ کروں کہ مجھے افشاں سے ملنا ہے۔۔۔امید پر زندگی گزار دی اب خواہش کا اظہار بھی نہ کروں۔انہوں نے ہمیشہ ہمارا ساتھ دیا ہے صالحہ۔۔۔شمیلہ بھابھی حویلی کی بہت اچھی عورت ہیں۔ ممکن ہے افشاں کو محسوس ہو کہ اس کا محبوب دھوکے باز نکلا اور اسے چھوڑ کر بھاگ گیا۔۔۔ہو سکتا ہے وہ مجھ سے متنفر ہو۔۔۔جب اس کا خط آیا تھا جس میں بڑے الفاظوں میں مجھے اس نے گاؤں چھوڑنے کی تنبیہہ کی تھی ورنہ مجھے دا.جی مروا دیتے! مجھے لگا یہ وقت ہے محبت ثابت کرنے کا! اور۔۔۔اور اتنے سال گزر گئے اس حویلی میں لگتا یے یہی سے تعلق رکھتا ہوں ہمیشہ سے"۔وہ پھیکا سا مسکرائے۔۔۔ صالحہ کا چہرہ آنسو سے بھیگ گیا تھا۔وہ حیران تھی۔۔۔شاہ.جی نے اپنی زندگی افشاں پھپھو کی محبت میں حویلی میں گزار دی۔۔۔اسے افشاں پھپھو پر بے حد ترس آیا۔

"رشتے بہت تکلیف دیتے ہیں شاہ.جی۔۔۔".اس نے تڑپ کر کہا۔

"کیا تمہیں خوشی نہیں کہ تم حویلی سے بہت دور جارہی ہو؟ ہو سکتا ہے وہ شخص تمہیں پڑھانے پر آمادہ ہو جائے"۔ انہوں نے کپ لبوں سے لگایا۔۔۔

"میں دل دے چکی ہوں شاہ جی"۔ وہ تڑپ رہی تھی۔

"کیا تمہیں کسی نے بتایا نہیں کہ مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا ہے؟"۔ انہوں نے خالی کپ ٹرے میں رکھا۔

"اس کو مرے عرصہ ہی کتنا ہوا ہے شاہ جی؟۔ مجھے کچھ وقت درکار ہے خود کو سنبھالنے کے لیے۔۔۔ میں کیا کروں شاہ جی؟؟ حیدر ویراں نے اپنی خوشی کے لیے میرا استعمال کیا ہے"۔ اس نے بے دردی سے اپنی آنکھیں رگڑیں۔

"ہو سکتا ہے وہ شخص باقی مردوں سے بہتر ہو۔۔۔ کیا پتا حیدر کا یہ فیصلہ تمہارے لیے اچھا ثابت ہو جائے"۔ وہ جانتے تھے کہ اب انہیں تیار کرنا ہے صالحہ کو۔۔۔ دا جی اپنے کہے سے پھرتے نہیں تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اسے وجدان کی ہی بیوی بننا ہے۔۔

"اور ہو سکتا ہے وہ اچھا نہ ہو؟ کیا کروں گی پھر میں؟۔ بغیر کسی تفشیش کے کون کسی شخص کے بارے میں سوچ سکتا ہے شاہ جی"۔ وہ گھانس کو تک رہی تھی۔

"اگر وہ شخص اچھا نہیں نکلا تو صرف ایک کام کرنا"۔ وہ کچھ سوچنے لگے۔۔۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کیا؟"۔اس نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"حیدر کا گلا دبا دینا اور اس شخص کو اس کے ہی گھر سے نکال دینا"۔وہ شاہ جی کی بات پر ناچاہتے ہوئے بھی ہنس دی۔

"ہر مشکل کا خود ہی حل نکل جاتا ہے میری دھی۔۔۔مگر اپنی تو ڈور ہی وہاں اٹکی ہے"۔ انہوں نے مسکرا کر پھر اس کھڑکی کو دیکھا۔وہ بھی مسکرا دی دکھ سے۔۔۔وہ دکھی تھی کیونکہ وہ ان کی کہانی جان گئی تھی۔۔۔ہلکی ہلکی پھوار کا آغاز ہو چکا تھا۔

"مجھے گنگنانا بہت پسند ہے"۔وہ مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے۔کمر پر ہاتھ باندھ کر وہ زمین کو تکتے گنگنا رہے تھے۔

پھر خزاں کی بدلیاں چھٹ جائیں گی۔۔۔

بے قراری کو چین آ جائے گا۔۔۔

روح کی تھکاوٹ اتر جائے گی۔۔۔

ٹہنیاں موسم ثمر پائیں گئی۔۔۔

غم کدوں میں محبت کا چلن ہو گا۔۔۔

اخوت پر جمی گرد پھر سے دھل جائے گی۔۔۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سارے خواب حقیقت میں ڈھل جائیں گے۔۔۔

کارواں جو لٹے ہیں سب سنبھل جائیں گے۔۔۔

فاصلے جو بڑھ گئے ہیں اور نشان ہو گئے ہیں گم۔۔۔

وہ سب منزلوں میں بدل جائیں گے۔۔۔

۔۔۔★★۔۔۔

"آپ نے کچھ کیوں نہیں کہا کبیر صاحب"۔طلعت نے گیلی ہوتی آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے خوف محسوس ہو رہا ہے طلعت۔۔وہ تو ابھی اتنی بڑی بھی نہیں!ایک انجان شہر میں کیسے رہے گی۔۔۔اور اس شخص کی فطرت کا بھی علم نہیں"۔ان کے لہجے میں خوف واضح تھا۔

"داجی کا ایک فیصلہ میری دھی کی زندگی برباد نہ کر دے کبیر"۔انہوں نے افسوس سے بستر سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔

"مجھے یہ امید نہیں تھی حیدر سے"۔کبیر صاحب نے نفی میں سر ہلایا۔

"آپ تو کہہ سکتے تھے داجی سے۔۔۔"۔انہوں نے شوہر کو دیکھا۔

"میں کیسے کہتا طلعت"۔انہوں نے دونوں ہاتھوں سے بے دردی سے چہرہ رگڑا۔

"ہاں! جو شخص اپنی بہن کے وقت نہ بول پایا وہ اپنی بیٹی کے وقت کیسے بول سکتا تھا"۔ لہجہ صاف طنزیہ تھا۔ کبیر نے کرب سے آنکھیں میچیں۔ دو آنسو آنکھوں سے نکلے اور گال پر بہنے لگے۔

"خدارا ایسا مت کہا کرو طلعت۔۔۔ میں اندر سے مرنے لگتا ہوں"۔ وہ ہاتھ جوڑ کر تڑپ کر بولے تھے۔

"سچ سہہ نہیں پاتے نا؟۔ آپ نے تو گزار لی زندگی اطمینان سے۔۔۔ وہ آپ کی بہن تھی کبیر۔۔۔ وہی بہن جس سے خود سے زیادہ محبت کرتے تھے نا آپ؟ جب اسے آپ کی ضرورت پڑی تو آپ داجی کے ساتھ کھڑے ہو گئے؟ اس نے اپنی زندگی اسی کمرے میں گزار دی۔۔۔ جوانی کا حسن ایسے ہی ختم ہو گیا اس کا۔۔۔ آپ نے بھی تو پسند کی شادی کی ہے کبیر۔۔ کیا آپ پسند نہیں کرتے تھے مجھے؟۔ کیا آپ کا رشتہ نہیں آیا تھا میرے لیے؟۔ اس کا بھی آسکتا تھا۔۔ بشارت حسین کا بھی آسکتا تھا اس حویلی میں اس کا ہاتھ مانگنے مگر آپ لوگوں نے ایسی نوبت ہی نہ آنے دی۔ اس کی محبت اس سے چھین لی اور وہ ناامید ہو کر گاؤں سے چلا گیا"۔ وہ کٹیلے لہجے میں بہت کچھ بول گئی تھیں۔ کبیر کا دل نے کسی نے مٹھی میں جکڑا۔

"میں تھک گیا ہوں"۔ وہ نڈھال ہو گئے۔ "داجی سے کچھ کہنا میرے بس کی بات

نہیں ہے طلعت"۔

"یعنی ہماری دھی کی زندگی برباد؟"۔انہوں بنھویں اچکا کر پوچھا۔

"دعا کرو تمہارا داماد بہت اچھی فطرت کا ہو۔وہ اس کا بہت خیال رکھے طلعت۔دعا کرو وہ ارحم کو بھول جائے اور اپنے شوہر کے ساتھ اچھی ازدواجی زندگی گزارے۔۔۔بس اب ہم دعا ہی مانگ سکتے ہیں۔وہ حویلی سے نکل جائے گی مجھے بہت خوشی ہے۔پھر اسے اباجان کے اصولوں پر نہیں چلنا پڑے گا"۔وہ تھک گئے تو بستر پر لیٹ گئے۔

طلعت زمین پر کھڑی ہو گئی اور باہر جانے کے لیے چادر اور چپل پہنے لگیں۔

"آپ کو زمینوں پر نہیں جانا؟"۔انہوں نے مڑ کر ان سے پوچھا۔

"میں تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتا ہوں"۔انہوں نے کروٹ لیتے ہوئے کہا تو طلعت اثبات میں سر ہلاتیں باہر نکل گئیں۔

---★★---

"باقی شاپنگ کرنے کب جائیں گے بھائی؟"۔وجیہہ نے کھانے کی میز پر چمک کر پوچھا۔

"تم لسٹ بنالو! کل کی چیزوں میں جو جو کمی تھی ہم وہ اگلی بار پوری کر دیں گے"۔

وجدان نے وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ ابھی واپس جارہے ہیں آفس؟"۔

"ہاں صرف دوپہر کے کھانے کے لیے آیا تھا"۔وجدان نے مسکرا کر جواب دیا اور کھانا ختم کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"کب آئیں گے؟"۔وجیہہ نے اداسی سے پوچھا۔

"اب کام کا بوجھ نہیں۔۔۔جلدی آجاؤں گا"۔وہ مسکراتا ہوا کچن سے ہاتھ صاف کرتا اس کے بال بکھیرتا چلا گیا۔وجیہہ نے دکھ سے اسے جاتے دیکھا۔وہ اس گھر سے جانے سے پہلے اپنے بھائی کے ساتھ بہت سا وقت بتانا چاہتی تھی۔گہری سانس لیتی ہوئی برتن سمیٹتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

---★★---

وہ شاہ جی سے بات کر کے اب مطمئن بیٹھی تھی۔اس نے اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اللہ اس کے ساتھ وہی معاملہ کرے گا جو اس کے لیے بہتر ہوگا۔

"پھپھو۔۔۔چلیں اٹھیں آپ کے بال بناؤں۔آپ کیا میرے بغیر بال بھی نہیں بنا سکتیں۔۔۔میں شادی ہو کر چلی جاؤں گی تو بھی ایسی ہی رہیں گی پیاری پھپھو۔۔۔؟ چلیں اٹھیں نا"۔وہ انہیں نیند سے جگاتے ہوئے بولی۔۔افشاں کسمساتے ہوئے حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہیں پیاری پھپھو؟ میری شادی نہیں ہو سکتی کیا۔۔آپ کو پتا ہے دا جی نے میرا رشتہ پکا کر دیا"۔اس کا کہنا تھا کہ وہ جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھیں۔

"کیا ہوا پھپھو؟آپ۔۔۔آپ۔۔۔غلط سمجھ رہی ہیں جس سے رشتہ پکا کیا ہے وہ بہت اچھا لڑکا ہے۔۔۔"وہ جس دل سے یہ بات کر رہی تھی یہ صرف وہ ہی جانتی تھی۔

افشاں کا چہرہ فق ہو گیا۔دا جی نے ایک اور لڑکی کی زندگی برباد کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

صالحہ نے نظریں چرانی چاہیں۔

"آپ کو لگ رہا ہے کہ جو حال فضیلہ با جی کا ہوا ہے وہ میرا ہو گا؟ہے نا؟نہیں ہر کوئی فضیلہ با جی کے شوہر جیسا نہیں ہوتا۔۔دا جی نے ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا تھا اور زبردستی ایک شخص سے شادی کروا دی تھی۔۔۔مگر وہ شخص اچھا نہیں نکلا۔۔۔مگر اس کا۔۔۔اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ۔۔کہ میری بھی شادی ایسے ہی کسی شخص سے ہو گی؟۔وہ دکھنے میں بہت اچھا ہے اور یقیناً اچھا آدمی بھی ہو گا۔۔وہ ویسے بھی مجھے پسند کرتا ہے اور بہت محبت سے لایا یہ رشتہ۔۔۔"اس نے زندگی میں اتنے جھوٹ کبھی نہیں بولے تھے جتنے اب کہہ دیے تھے۔

وہ اب بھی اسے ہونقوں کی طرح دیکھ رہی تھیں۔

"پھپھو۔۔۔موڈ ٹھیک کریں۔اور ہاں!مہندی آپ لگائیں گی میری!آپ بھی کام والا

سوٹ پہنیں گی۔میرے لیے وہ دن اسپیشل بنانے میں میری مدد کریں گی نا؟"۔اس نے محبت سے انہیں دیکھا تو وہ تیزی سے سر ہلانے لگیں۔

"پھر ٹھیک ہے۔۔اس ہفتے کو شادی ہے میری تو آپ میرے لیے اچھے کپڑے پہنیں گی جب تک میری شادی نہیں ہو جاتی میں آپ کو تیار رہتے دیکھوں۔کیونکہ شادی کے بعد میں شہر چلی جاؤں گی اور پھر جب بھی میں آپ کو سوچوں گی تو مجھے مسکرانے والی افشاں پھوپھو ملیں گی"۔اس نے مسکراتے ہوئے ان کا پیلا سوٹ نکالا جو کہ کتنے سال پرانا تھا۔

"شاہ جی نے پرہیزی کھانا بنا دیا ہے۔وہ ایک بہت اچھے باورچی ہیں"۔وہ اب موضوع بدل کر شاہ جی کا ماضوع لے آئی۔وہ شاہ جی کا موضوع جان بوجھ کر نکالنا چاہتی تھی۔تھوڑا تھوڑا کر کے داستان دل تک پہنچانا چاہتی تھی۔

"آپ کو پتا ہے انہوں نے کبھی شادی ہی نہیں کی"۔وہ سنگھار میز کے سامنے کھڑی کپڑوں کو ہینگر سے نکال رہی تھی۔۔"آج صبح جب میں باغ میں بیٹھی تھی تو وہ مجھے اپنی کہانی سنانے لگے۔ان کی زندگی میں ایک لڑکی تھی جو کہ بہت خوبصورت تھی بلکل آپ کی طرح۔۔۔"اس نے یہ کہتے ہوئے سنگھار میز کے آئینے میں دیکھا تا کہ اس میں آنے والا افشاں کا عکس دیکھ سکے۔افشاں جو بالوں میں جوڑا باندھ رہی تھی،اس کا ہاتھ

لمحہ بھر کو بال گھماتے ہوئے رکا۔

"وہ کہہ رہے تھے کہ وہ اس کے عشق میں اب تک اس قدر مبتلا ہیں کہ آج تک شادی نہیں کر پائے۔۔۔"۔

"وہ لڑکی ایک حویلی میں رہتی تھی اور۔۔۔۔"اس نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑنی چاہی جس پر افشاں نے مڑ کر اسے دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو "اور"؟۔

"پھر اس لڑکی کی شادی ہو گئی! مگر وہ ابھی بھی اسی سے عشق کرتے ہیں"۔اس نے آخر میں کہانی تبدیل کر دی مگر وہ اتنا جان گئی تھی کہ وہ بشارت حسین کا پتہ چھینک چکی ہے۔

افشاں مطمئن ہو گئی اور بالوں کا جوڑا بنانے لگی۔

"یہ جوڑا میں جلدی سے استری کر کے لا رہی ہوں پھپھو"۔اس نے مسکرا کر بتایا اور باہر نکل آئی۔

وہ نگاہیں موڑ کر اس کی پشت تکتی رہ گئیں۔انہیں محسوس ہوا کہ شاہ جی اور ان کی داستان ملتی جلتی ہے۔

---★★---

وہ ٹھیک نہیں تھی۔اس کا دل ہول اٹھا رہا تھا اور اسے اپنی دنیا اجڑتی محسوس ہو رہی

تھی۔

"آپ اداس ہیں؟"۔مردانہ آواز پر وہ جھٹکے سے مڑی تھی۔وہ اسے یک ٹک تک رہا تھا اور اب وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"نہیں تو"۔نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

"رشتوں کا غم منا رہی ہیں اور رشتہ بھی وہ جو ابھی قائم بھی نہیں ہوا تھا"۔

"خدارا شاہ زل صاحب۔۔۔مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔میں کچھ دیر تنہا رہنا چاہتی ہوں"۔ ثریا تڑپ کر بولی۔

"جا رہا ہوں میں مگر یہ یاد رکھیے گا کہ وہ شخص کبھی آپ کا نہیں تھا جس نے کبھی آپ کو خود کے لیے پکارا نہ ہو، جس نے ہمیشہ آپ کو دیکھ کر اپنا راستہ بدل لیا ہو"۔وہ لال ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھتا ہوا مڑ گیا۔ثریا کو لگا اس کے اندر کچھ ٹوٹا ہے۔ہاں وہ اس کا دل تھا جو ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔

---★★---

اتوار کا دن بھی یوں ہی گزر گیا۔جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا صالحہ کے دل میں وحشتیں بڑھتی چلی جا رہی تھیں۔

"آج ہم شہر سے اس کا عروسی جوڑا بھی لے آئیں گے"۔

وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے آ رہی تو سمیعہ تائی نے ماحول خوشگوار کرنے کے لیے اسے دیکھ کر بات کہی تھی۔وہ خاموش رہی۔

"تائی ثریا کہاں ہے؟"۔اس نے دوسری بات کرنی چاہی۔۔

"وہ اوپر ہی ہو گی"۔انہوں نے پھیکی مسکراہٹ چہرے پر عیاں کرتے ہوئے اسے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میں اس سے مل کر آتی ہوں"۔وہ کہہ کر مڑنے لگی۔

"تم حویلی میں کچھ دن ہی اور ہو صالحہ۔۔۔یہ پل ہمارے ساتھ بیٹھ کر گزار لو۔کسے خبر کہ پھر تمہارا حویلی آنا ہو کہ نا ہو۔کون جانے ہماری سانسوں کی بھار کل ہو نہ ہو"۔ان کی آنکھیں یہ کہتے ہوئے گیلی ہو گئی تھیں۔انہوں نے ہمیشہ صالحہ کو اپنی بہو کی روپ میں ہی دیکھا تھا۔کب ارحم انہیں چھوڑ گیا،سب کل کی باتیں لگتی تھیں۔صالحہ کے قدم بے اختیار بھاری ہوئے۔طلعت نے اسے دیکھا اور آنکھیں میچ کر چہرہ نیچے جھکا لیا۔صالحہ بے جان ہوتے وجود کے ساتھ چلتی ہوئی ان کے برابر صوفے پر آ بیٹھی۔

"اللہ شادی کے بعد تمہاری ازدواجی زندگی میں برکت ڈالے۔۔"شمیلہ چچی نے اس کی پیشانی چوم کر دعا دی تو وہاں بیٹھی عورتوں نے دل سے آمین کہا تھا۔

"داجی نے کل رات سب کو کمرے میں بلایا تھا یعنی ہم عورتوں کو!"۔سمیعہ تائی نے

محبت سے اپنے ہاتھوں سے اس کے بال سنوار کر بتایا۔اس نے نگاہیں اٹھا کر تائی کو دیکھا

۔

"وہ کہہ رہے تھے کہ ہفتے کو شادی ہے تو جمعہ کو شہر جانے کے لیے سامان باندھ لو سب۔۔وہ گھر جو شہر میں خرید رکھا ہے وہاں قیام ہو گا۔۔میں اور شمیلہ سوچ رہے ہیں کہ ہم دونوں پہلے چلیں جائیں اور تمہاری شادی کی خریداری کر کے اس گھر میں ہی انتظام کر لیں۔۔کیونکہ بازار بار بار جانا ہو گا۔تم باقی افراد کے ساتھ جو جو شادی میں شرکت کرے گا اور حیدر کے ساتھ جمعہ کو شہر آ جانا"۔

صالحہ نے انہیں حیرت سے دیکھا۔

"اور پھپھو؟"۔اس نے آنکھیں پھاڑ کر پوچھا۔"اگر ایسے ہو گا تو پھپھو کیسے شرکت کریں گی؟"۔

سمیعہ تائی نے نظریں چرائیں۔

"آپ نظریں کیوں چرا رہیں ہیں تائی؟؟بتائیں شمیلہ چچی پھپھو کیسے شرکت کریں گی پھر؟؟"۔اس نے بھنویں اچکا کر پوچھا۔"میں ان کی شرکت کے بغیر نکاح نہیں کروں گی اماں"۔اس نے باری باری تینوں کو دیکھا۔۔

"ضد چھوڑ دو صالحہ!!تمہیں دا جی کا معلوم ہے"۔طلعت نے سمجھانا چاہا مگر اس نے

تیزی سے نفی میں سر ہلانا شروع کر دیا۔

"اماں میری خواہش کی ذرا بھی اہمیت اس حویلی میں؟ وہ سب کر رہی ہوں میں جو دا جی نے کہا۔۔ کر تو رہی ہوں نکاح! کر تو رہی ہوں پھپھو کو خود سے دور۔۔ مگر نکاح میں ان کی موجودگی چاہیئے مجھے اماں!"۔

"خود سوچنا اس بارے میں صالحہ کہ یہ قدم ٹھیک ہو گا یا نہیں۔۔ وہ مر جائے گی تمہارے بغیر۔۔ وہ تمہیں رخصت ہوتے دیکھے گی تو وہ مر جائے گی صالحہ۔ اسے اس حویلی میں مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ کیا چاہتی ہو تمہارے بعد وہ مر جائے؟"۔

شمیلہ نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ خاموش ہو گئی کہ اب کہے تو کیا کہے۔۔۔

صالحہ نے لب بھینچے۔ وہ اثبات میں سر ہلاتی اٹھ گئی۔۔

وہ آج سے پہلے اتنی بے بس کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے اندر کی بغاوت کہیں کھو گئی۔ بغاوت کر کے جو فتح کا احساس ہوتا تھا وہ بھی اب کہیں کھو گیا تھا۔ ہر کسی کو حق دلاتے دلاتے خود کے حق کے لیے بھی نہ لڑ پائی۔

میرے دشمنوں سے کہو کوئی

وہ کبھی جو عہد نشاط میں

مجھے خود میں اتنا غرور تھا

کہیں کھو گیا۔۔۔

وہ جو فاتحانہ خمار میں

میرے سارے خواب نہال تھے

وہ نہیں رہے۔۔۔

کہ بس اب تو دل کی زبان پر

فقط ایک قصہ حال ہے

جو نڈھال ہے۔۔۔

جو گئے دنوں کا ملال ہے

۔۔۔☆☆۔۔۔

"اس ہفتے؟ کیا تجھے نہیں لگتا کہ یہ بہت جلدی ہو جائے گا؟؟"۔زید نے حیرت سے آنکھیں پھاڑی تھیں۔

"یہ سب میرے اختیار میں ہی نہیں تھا"۔اس کی انگلیاں لیپ ٹاپ کے کیبورڈ پر تیزی سے چل رہی تھیں۔

"مگر شادی ان کی بیٹی سے تو تم کر رہے ہو نا؟ پھر بھی تمہاری رائے نہیں پوچھی گئی؟۔ سلام ہے تمہاری عقل پر!"۔اس نے وجدان کو گھور کر دیکھا۔

"میں بے بس ہوں یار۔۔بس اب ٹاپک تبدیل کرو تھک گیا ہوں میں"۔اس نے قدرے اکتا کر کہا اور لیپ ٹاپ ہاتھ سے پیچھے کر کے چیئر کی پشت سے ٹیک لگا لیا۔

"خریداری کر لی شہزادے"؟۔زید نے اخبار اپنے چہرے کے سامنے پھیلا یا۔

"ابھی پوری نہیں ہوئی۔دو تین دن میں ان شاءاللہ مکمل ہو جائے گی! سوچ رہا ہوں ایک ہفتہ نہ آؤں آفس۔۔۔وجیہہ کے ساتھ وقت گزاروں۔اس کے رخصت ہونے کا سوچتا ہوں تو دل بھر آتا ہے"۔اس نے دکھ سے کہا اور اٹھ کر گلاس وال سے باہر دیکھنے لگا۔زید نے اخبار رکھ کر اپنا موبائل اٹھایا۔

"

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ٹھیک سوچ رہے ہو اگر میں بھی تمہاری جگہ ہوتا تو یہی کرتا"۔وہ ساتھ ساتھ موبائل پر ٹائپ بھی کر رہا تھا۔۔

"تمہاری شادی کب ہے؟"۔وجدان نے مڑ کر اسے دیکھ کر پوچھا۔

زید نے موبائل سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

"اب تو ایک مہینے سے بھی کم وقت رہتا ہے"۔اس نے پھر سے نظریں موبائل پر مرکوز کر لیں۔"تو اپنی بیوی کے بغیر میری شادی میں آیا تو وہیں سے باہر کر دوں گا"۔

اس نے یہ بات بنا کسی تاثر کے کہی تھی۔وجدان نے آنکھیں ماتھے پر رکھ کر اسے گھورا۔

"تو یہاں میری مجھے زچ کرنے کے لیے بیٹھا ہے؟"۔وجدان کے دانت پیسنے پر زید اپنی ہنسی نہ روک سکا۔۔

"مطلب بیوی والے ہو جاؤ گے نا؟۔بس پھر اگلے ہفتے کارڈ دینے تیرے گھر پہنچ جاؤں گا اور سید ھا بھابھی کو پکڑا دوں گا"۔وہ اسے چھیڑنے سے باز نہیں آرہا تھا اور وجدان غصہ بمشکل ضبط کر رہا تھا۔

"بس کر دو زید!میں ان سب کے موڈ میں نہیں"۔اس نے گہری سانس لے کر سنجیدگی سے کہا۔

"میں صرف تمہارا موڈ ٹھیک کر رہا تھا"۔اس نے کندھے اچکائے۔

"مت کیا کرو"۔وہ تھک کر کرسی پر بیٹھ گیا اور سر کرسی کی پشت پر رکھ دیا۔زید کچھ دیر اسے یونہی دیکھتا رہا، مگر پھر اس سے رہا نہیں گیا۔

"کیا ہوا وجدان؟ چلو آؤ تمہارا موڈ فریش کرتے ہیں"۔وہ اٹھ کر موبائل جیب میں ڈالتا ہوا بولا۔

وجدان نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر دوسری جانب کر لیں۔زید چلتا ہوا اس کے

قریب آیا۔

"آجاؤ لنچ کرتے ہیں کسی اچھے سے ریسٹورینٹ سے"۔اس نے وجدان کو اٹھانا چاہا۔

"یہیں منگوالو میں کال کر دیتا ہوں"۔اس نے ٹیلیفون کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا مگر زید نے اسے روک دیا۔

"نہیں ہم باہر چلتے ہیں"۔اس نے پکڑ کر اسے کھڑا کیا اور بازو سے پکڑتا باہر نکلنے لگا۔

وجدان جنجھلا کر رہ گیا تھا مگر اب اسے زید کے ساتھ جانا پڑ رہا تھا۔

"میرا موبائل لے لینے دو میز سے مجھے".اس نے مڑ کر موبائل اٹھایا اور اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔

---★★---

شرجیل باغ میں ہی بیٹھا تھا جب اسے حویلی کے گیٹ پر ہلکا شور محسوس ہوا۔ماتھے پر بل ڈال کر وہ اٹھا ہوا اور باہر کی جانب بڑھا۔چوکیدار کسی سے بحث کر رہا تھا۔وہ بھنویں اچکاتا آستین کے کف فولڈ کرتا وہاں تک آیا۔

"آپ نہیں مل سکتے! غضب ہو جائے گا اگر دا.جی نے دیکھ لیا۔چلے جائیں ضد پر کیوں اڑے ہیں؟"۔چوکیدار مسلسل دروازے سے باہر منہ کیے کسی سے بات کر رہا تھا۔

شرجیل نے پیچھے سے دروازہ پکڑا تو چوکیدار نے مڑ کر شرجیل کو دیکھا۔

"کیاہو رہاہے یہاں پر؟"۔اس کے لہجے میں بلا کی سختی تھی۔

"خالد صاحب آئیں ہے اور بار بار ایک ہی بات دہرا رہے ہیں کہ ان کی بیٹی سے ملوایا انہیں"۔چوکیدار نے اشارہ باہر کی جانب کیا تو شرجیل کی نظریں باہر کی جانب اٹھیں۔

"مجھے میری بیٹی سے ملوادو شرجیل صاحب۔مجھے اپنی بیٹی کا چہرہ دیکھنا ہے"۔وہ ہاتھ جوڑ کر اپنے داماد کے آگے گڑگڑانے لگے۔

"آپ جانتے ہیں کہ اب آپ کا اس سے ملنا کبھی نہیں ہو سکتا"۔اس نے ماتھے پر بل ڈال کر سنجیدگی سے کہا۔

"ایسامت کرو خدارا۔۔اس سے ملوادو۔۔۔میری بچی سے۔میری بچی سے ملوادو۔۔پتا نہیں وہ کیسی ہوگی"۔وہ تڑپ رہے تھے اور شرجیل انہیں تڑپتا دیکھ رہا تھا۔

"ہمارے در پر تو آپ لوگوں نے ہی پھینکا تھا یاد کریں"۔وہ کٹیلے لہجے میں باور کرواتا ہوا بولا۔

"اپنے بیٹے کے جرم کی وجہ سے اپنی بیٹی قربان کر دی میں نے"۔آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔

"یہ سب پہلے سوچنا چاہیے تھا"۔اس نے نظریں پھیریں۔

"اس کی ماں مر جائے گی اگر یہ کچھ دن اور اسے نہ دکھی۔ مجھ سے ملوا دو میری بچی کو تاکہ میں اس کی ماں کو بھی تسلی دے سکوں"۔ وہ اب بھی گڑگڑا رہے تھے۔ شرجیل کا دل کسی نے مٹھی میں لیا تھا۔

"کیا تسلی دیں گے اور کیا تسلی ملے گی آپ کو اسے دیکھ کر۔۔۔ وہ ونی بن کر آئی ہے خالد صاحب نا کہ اس حویلی کا حصہ بن کر!"۔ وہ آنکھیں گڑا کر ایک ایک لفظ چبا کر ادا کر رہا تھا۔ "ٹھہریں یہیں پر! آتا ہوں لے کر اسے!"۔ چاہتے ہوئے بھی وہ اپنے دل کو روک نہ پایا۔ سردی کے باعث وہ کالی شال پہنا تھا۔ سیاہ آنکھیں اور کھڑے نقوش۔ وہ اندر مڑ گیا جب کہ وہ وہیں باہر ہی کھڑے رہے۔ شرجیل جانتا تھا کہ اگر دا.جی نے دیکھ لیا تو کیا ہو گا مگر وہ دا.جی کی نہیں اس کی بیوی تھی۔

---★★---

"مجھے گھر کی یاد آتی ہے صالحہ با.جی"۔ وہ آنسو بے دردی سے پونچھتی ہوئی بولی۔

"ان شاءاللہ! اللہ یہ موقع بھی لائے گا رفاہ"۔ صالحہ جو کتاب پڑھ رہی تھی، اس کی بات پر نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھنے۔

"مجھے گھر کی یاد آتی ہے مگر دل نہیں کرتا اب ملنے کا۔۔ کسی سے بھی نہیں! بابا سے بھی نہیں با.جی۔۔ نہ اماں سے اور نہ بھائی سے"۔ اس نے سر جھکا کر بتایا۔ صالحہ جانتی تھی کہ

وہ سر اٹھا کر بات کیوں نہیں کر رہی ہے۔آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرے گی تو آنکھیں بھیگ جائیں گی۔

وہ اسے دیکھتی رہی مگر کچھ بول نہ پائی۔

"وہ مجھے جہنم میں پھینک کر لاتعلق ہو گئے اور بھائی؟ بھائی سے مجھے یہ امید نہیں تھی۔۔بھائی تو اچھے ہوتے ہیں نا؟ وہ تو محافظ ہوتے ہیں! میری ہر چھوٹی سی چھوٹی خواہش ماننے والا بھائی۔میری ہر تکلیف پر تڑپ جانے والے بھائی نے مجھے تکلیف میں ڈال دیا باجی"۔وہ بنا آواز کے رو رہی تھی۔ہونٹ کپکپانے لگے اور آنکھیں لال ہونے لگیں۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہا ہے میں کیا کہوں رفاہ۔۔۔کیونکہ میں تمہارے باتوں سے متفق ہوں"۔اس نے کتاب بند کر کے میز پر رکھ دی۔

وہ دونوں اس وقت لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔

"پھر آپ بھی مجھے چھوڑ جائیں گی تو میرا کیا ہو گا"۔وہ کہتے کہتے آبدیدہ ہو گئی تھی۔

"کبھی نہ کبھی تو ویسے بھی جانا تھا رفاہ"۔وہ پھیکا سا مسکرائی۔لمحوں کی خاموشی چھا گئی۔

"میرا کیا ہو گا آپ کے بغیر صالحہ باجی؟"۔وہ کچھ دیر کے وقفے سے پوچھنے لگی۔

"تم فکر نہیں کرو شر جیل صاحب کو سیدھا کر کے جاؤں گی"۔اس نے ابھی مسکرا کر کہا

ہی تھا کہ پیچھے سے شرجیل جو سب سن چکا تھا اندر داخل ہوا۔

"الحمداللہ پہلے سے ہی سیدھا سادھا بندہ ہوں"۔وہ بات صالحہ سے کر رہا تھا اور دیکھ رفاہ کو رہا تھا۔صالحہ نے پھیکی مسکراہٹ سے اسے دیکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں افشاں پھپھو کو دیکھ آؤں"۔صالحہ نے مسکرا کر پیروں میں چپل پہنی اور کتاب اٹھا کر زینے چڑھنے لگی۔رفاہ کا دل چاہا وہ صالحہ کو روک لے۔وہ زینے چڑھ رہی تھی اور رفاہ اسے زینے چڑھتے دیکھ رہی تھی۔اس کے سامنے شرجیل بٹ کھڑا تھا اور یہ خیال آتے ہی اس کا چہرہ رنگ بدل رہا تھا۔

"وہ چین کی دیوار نہیں چڑھ رہی جو یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہی ہو"۔ شرجیل کی آواز پر سہم کر اچھلی۔رفاہ نے گردن موڑ کر اسے دیکھا تو وہ ماتھے پر بل ڈالے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔اس نے سر جھکا لیا اور زمین کو تکنے لگی۔دل کی گہرائیوں سے دعا کی کہ یہ یہاں سے چلا جائے۔شرجیل اس کے دو قدم کے فاصلے پر رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم بھولی ہو یا میرے سامنے بن جاتی ہو؟"۔شرجیل نے اس کا چہرہ بہت غور سے دیکھا تھا۔رفاہ نے اس کی بات پر تھوک نگلا۔

"زخم پر دوائی لگائی تھی کل رات؟"۔اس نے رفاہ کی پیشانی کو ہلکا سا چھوا تو رفاہ کے

بدن میں کرنٹ سادوڑااور وہ تھوڑا پیچھے ہوئی۔اس کی نظریں بے اختیار خوف سے اٹھیں اور شر جیل سے جاملیں۔وہ اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے اسے ہی دیکھنا چاہتا تھا۔

"تم نے جواب نہیں دیا؟"۔ناچاہتے ہوئے بھی اس کا لہجہ سخت ہوا۔

"جج۔جی۔۔۔مم۔میں۔۔۔کک۔کیا؟"۔وہ گڑبڑائی۔

"دوائی لگائی تھی زخم پر؟"۔اس نے سوال پھر دہرایا۔

"نن۔نہیں وہ دد۔دوائی نہیں تھی میرے پاس"۔وہ مسلسل ہکلارہی تھی۔دل مسلسل نے اس کے چلے جانے کی دعامانگ رہا تھا۔شر جیل نے گہری سانس لے کر بیچارگی سے نفی میں سر ہلایا۔رفاہ کا چہرہ پھر سے جھک گیا۔اس نے ٹیوب اپنی جیب سے نکالی اور اسے کھول کر اپنی انگلی پر نکالنے لگا۔

"اوپر دیکھو"۔اس نے حکم دیا مگر وہ اتنا ڈری ہوئی تھی کہ جھکا چہرہ اور جھکا لیا۔

"جتنا جھک رہی ہو تھوڑی دیر بعد زمین پر سجدہ کر رہی ہو گی"۔وہ مبہم سا مسکرایا اور اس کی ٹھوڑی نرمی سے پکڑ کر چہرہ اوپر کیا۔رفاہ کے چہرے پر خوف کے آثار نمایا ہوئے۔اس نے چہرہ چھڑانا چاہا، مگر سامنے والے کی گرفت مضبوط تھی۔وہ اب اس کی پیشانی کے زخم پر دوائی لگا رہا تھا۔رفاہ کو زخم پر تکلیف ہونے لگی تو اس نے آنکھیں زور سے میچ لیں۔شر جیل نے اس کے آنکھیں میچنے پر اسے بہت غور سے دیکھا۔وہ پہلی بار

اسے اتنا قریب سے دیکھ رہا تھا۔ گھنی پلکیں آنکھیں میچنے کی وجہ سے کانپ رہی تھیں۔ مرہم لگا کر وہ دور ہوا اور جیب سے رومال نکال کر ہاتھ صاف کیے۔ وہ پھر سے سر جھکا کر بیٹھ گئی۔

"تم سے کوئی ملنے آیا ہے"۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ رفاہ کا جھکا چہرہ یکدم اٹھ کر اسے دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں پر سوال تھا "کون؟"۔

"ساتھ چلو"۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھایا تو رفاہ سہم کر پیچھے ہوئی اور حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"شوہر ہوں تمہارا نا محرم نہیں"۔ وہ ماتھے پر بل ڈال کر کہتا اس کا ہاتھ زبردستی پکڑتا اسے لے جانے لگا۔ رفاہ کا چہرہ ایک بار پھر رنگ بدلنے لگا۔

"اتنے سارے رنگ بدل لیتی ہو گولا گنڈے ہو کیا؟"۔ شرجیل ساتھ چلتے چلتے پوچھ رہا تھا اور وہ سر کو چادر سے ڈھانپے اس کے پیچھے کھنچی چلی جا رہی تھی۔

وہ باغ سے ہوتے ہوئے باہر کی طرف گزرنے لگے۔ رفاہ کے ہاتھ اس شخص کی ہاتھ میں تھا۔ اس نے نظریں اٹھا کر اس مضبوط چوڑے شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ کی گرفت اس کے ہاتھ پر مضبوط ہوتی جا رہی تھی۔ وہ شخص اس کا مجازی خدا تھا۔ وہ اس کے چھوڑے ہوئے قدموں پر قدم رکھتی چلی جا رہی تھی۔ دل میں اب بھی ایک

خوف تھا مگر وہ جانتی تھی کہ اگر وہ یونہی اپنا برتاؤ اس کے ساتھ رکھے گا تو وہ بہت جلد اس سے مانوس ہو جائے گی۔

اوپر کھڑی افشاں کے کمرے کی کھڑکی سے جھانکتی صالحہ نے مسکراتے ہوئے دونوں کو دیکھا تھا۔ وہ دونوں ساتھ اچھے لگ رہے تھے۔ صالحہ انہیں تب تک دیکھتی رہی جب تک وہ باغ سے نکل نہیں گئے اور پھر ایک دیوار نے انہیں چھپا دیا۔

"وادیٔ عشق میں دو لوگوں کا جلد ہی اضافہ ہونے والا ہے"۔ وہ مڑ کر جائے نماز سے اٹھتی افشاں کو مسکرا کر دیکھتی ہوئی بولی۔ افشاں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"شرجیل صاحب اور رفاہ شرجیل کا"۔ وہ ان کے قریب آئی اور ان کے گلے لگ گئی۔

"پھپھو۔۔۔ مجھے یاد کریں گی ؟؟۔ یا بھول جائیں گی"۔ وہ اپنا غم انہیں بتانا نہیں چاہتی تھی اس لیے ہنستے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔ افشاں نے اس کا ماتھا چوما اور محبت سے اثبات میں سر ہلایا۔

"اچھا؟ چلیں جب بھی آپ کو میری یاد آئے تو ثریا کے موبائل سے مجھے شہر فون کر دے گا پھپھو۔ میں جلدی سے ملنے آ جاؤں گی"۔ وہ انہیں دلاسا دیتے ہوئے بولی۔

وہ مسکرا دیں۔۔۔ دکھ سے۔۔۔

"چلیں اب آپ کھانا کھا لیں"۔ وہ گھوم کر بستر پر آ کر بیٹھ گئی۔ افشاں نے اپنا گھٹنے

بالوں کا ڈھیلا جوڑا کھول کر پھر سے باندھا اور اس کے سامنے آکر بیٹھ گئی۔

"یہ لیں چلیں جلدی جلدی کھالیں ویسے بھی کھانا ٹھنڈا ہو گیا ہے"۔ایک ہاتھ سے اپنے چہرے پر آئی زلفوں کو پیچھے کرتے ہوئے اس نے کھانا آگے رکھا۔افشاں کو لگا تھا روز کی طرح صالحہ ہی اسے کھانا کھلائے گی مگر ایسا نہ ہوا۔افشاں اسے اس وقت تک دیکھتی رہی جب تک صالحہ کو ہوش نہ آیا۔

"آپ کھانا کیوں نہیں کھا رہیں؟"۔اس نے حیرت کا مظاہرہ کیا۔افشاں صرف اس کی کنچی آنکھوں کو تک رہی تھی جسے بار بار صالحہ جھپک رہی تھی۔صالحہ جان گئی کہ وہ کیوں اسے تک رہی ہیں۔

"نہیں! آج میں نہیں کھلاؤں گی! آج آپ خود کھائے گا۔اب عادت توڑالنی ہے نا؟ اس جمعہ کو ویسے ہی میں شہر جا رہی ہوں۔۔۔"۔اس نے باتوں ہی باتوں میں دل کو مار کر وہ بات بھی کہہ دی۔کچھ دیر کی خاموشی چھاگئی۔وہ ٹھٹھکیں اور اسے کندھے سے پکڑ کر ہلا ڈالا۔

"کیا ہوا پھپھو؟۔شہر میں ہی تو شادی ہے۔داجی نے کہا ہے جمعہ کو شہر چلے جائیں گے۔ آپ میرے لیے بہت ساری دعائیں کرے گا پھپھو۔کریں گی نا؟"۔وہ اپنی کشادہ آنکھیں ان کی آنکھوں میں ڈال کر بہت محبت سے بولی۔انہوں نے تیزی سے اثبات

میں سر ہلا یا اور اسے گلے لگا لیا۔ وہ ان کے گلے تب تک لگی رہی جب تک اسے سسکیوں آواز محسوس نہ ہوئی۔

---★★---

اس نے اس کا ہاتھ باہر دروازے پر لا کر چھوڑا تھا۔

"آپ۔۔۔ آپ مم۔ مجھے گھر بھیج رہے ہیں؟"۔ اس نے اپنی مخروطی انگلیوں کو آپس میں جکڑا۔ چہرے پر ہلکی ہلکی خوشی نمودار ہو رہی تھی۔

شرجیل نے اس کے چہرے پر اڈتی خوشی دیکھی اور گہری سانس لے کر بولا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے؟"۔ اس نے ایک آبرو اچکا کر سنجیدگی سے اس سے پوچھا۔ خوشی سے ابھرتا چہرہ ڈھل گیا اور نگاہیں جھک گئیں۔ وہ کیسے بھول سکتی تھی وہ ونی ہے۔۔۔ اس کی سزا عمر قید ہے۔

"تمہارے بابا آئے ہیں۔ ملنا چاہتے ہیں تم سے! میں انہیں بلا رہا ہوں"۔ اس نے آواز دی تو وہ اندر آ گئے۔

رفاہ نے تھوک نگلا۔ اس کے حواس منجمند ہونے لگے اور چہرہ سفید لٹھے کی مانند ہو گیا۔ اس کی آنکھوں کی پتلیاں بے حرکت ہو گئی تھی اور وہ صرف سامنے آنسو بہانے والے شخص کو دیکھنے لگی۔

"میں جارہاہوں۔دس منٹ کاوقت ہے مل کراندر چلے جاناتم بھی"۔وہ اس کے بلکل قریب کھڑادھیمی آواز میں اس کے کان کے قریب آکر کہتاہواجانے لگا۔سامنے کھڑے رفاکے بابااس کے گلے لگنے قریب آنے لگے۔وہ بے حس وحرکت کھڑی لڑکی کے اندر عجیب سی حرکت ہوئی کہ اس نے پلٹتے شرجیل کا بازو پکڑلیا۔شرجیل آگے نہ بڑھ سکااور تھم گیا۔آنکھیں حیرت سے پھیلیں اوراس نے اپنے دائیں بازوپر اس کے ہاتھوں کے لمس محسوس کیے۔نگاہ جھکاکراپنے بازوکودیکھاتواس نے اس کا بازو ایک ہاتھ سے مضبوطی سے پکڑرکھاتھا۔قدمیں وہ اس کے کندھے سے بھی چھوٹی تھی۔اس نے گردن موڑکررفاہ کے سفید ہوتے چہرے اور ٹھہری ہوئی پتلیوں کو دیکھااور پھر پیچھے سے آتے خالد صاحب کو!

"مم۔مجھے نہیں ملنا۔۔۔مم۔مجھے نہیں ملناان سے"۔وہ کانپتے لہجے سے کہتی ہوئی جذباتی ہونے لگی۔وہ اس کی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھا۔

"رفاہ میرابیٹی۔۔"۔وہ آدمی غم سے وہیں ٹھہرگیا۔

"نہیں ہوں میں آپ کی بیٹی"۔وہ دیوانہ وار چیخی۔اس کی گرفت شرجیل کے بازو پر مضبوط ہوئی۔شرجیل نے آنکھیں پھاڑکراسے دیکھااورایک بار پھر خالد صاحب کو۔۔۔

"رفاہ"۔خالد کے منہ سے کپکپاتا ایک لفظ نکلا۔وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ رفاہ کے چہرے کے زخم انہیں ہولانے لگے اور انہیں محسوس ہوا کہ ان سے بہت بڑی خطا غلطی ہوئی ہے۔

"نہیں ہوں میں آپ کی رفاہ! نام مت لیں میرا"۔سخت لہجے میں کہتے کہتے اس کی آنکھ سے آنسو نکل پڑے۔شرجیل نے مڑ کر اسے کندھے سے تھاما اور اس کی کیفیت سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"مجھے نہیں ملنا ان سے! مجھے ساتھ اندر لے جائیں پلیز"۔وہ التجا کر رہی تھی اور وہ آنکھیں پھاڑ کر اسے سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔وہ ایسا کیوں کہہ رہی تھی؟شرجیل کی نظریں منہ پر ہاتھ رکھ کر بلک بلک روتے خالد صاحب پر گئیں۔وہ دیوار کے ساتھ لگ کر نیچے بیٹھ چکے تھے۔رفاہ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا تھا۔ وہ مکمل طور پر الجھ چکا تھا۔منٹوں کا فیصلہ اس نے لمحوں میں کیا اور اس کا ہاتھ نرمی سے پکڑ کر اندر لے جانے لگا۔وہ رونے کے ساتھ خالد صاحب کو دیکھنے سے گریز بھی کر رہی تھی۔شرجیل آگے آگے چل رہا تھا اور اپنے ہاتھ میں پکڑا رفاہ کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کر رکھی تھی۔ہوا کا زور زیادہ تھا جس کی وجہ سے شرجیل کو اپنی شال سنبھالنے میں مشکل ہو رہی تھی۔ رفاہ کی ڈھیلی پونی کھل کر رستے میں ہی گر گئی اور بال اس کے منہ پر آنے لگے۔وہ خالد

صاحب کو پیچھے چھوڑ آئے تھے۔لاؤنج کے دروازے کے باہر اس نے اس کا ہاتھ چھوڑا اور پلٹ کر اسے دیکھنے لگا۔ سفید کرکراتے کرتے شلوار پر کالی شال پر اسے ظالم بنا رہی تھی۔ رفاہ کے آنسو بے ربط بہہ رہے تھے۔شر جیل نے ٹھوڑی پکڑ کر اس کا چہرہ اٹھایا۔اس کے آنسو زمین پر جذب ہونے لگے۔آنکھیں میچ کر کھولیں تو محسوس ہوا وہ اس کے بہت قریب کھڑی ہے۔ شر جیل نے آہستگی سے اس کے آنسو صاف کیے تو وہ بھی جلدی جلدی چہرے پر ہاتھ رگڑ کر صاف کرنے لگی۔اس کے یوں بے دردی سے چہرہ رگڑنے پر اس نے رفاہ کے دونوں ہاتھ تھام کر اسے رکنے کا کہا۔وہ حیرانی اور ایک عجیب احساس سے اسے دیکھنے لگی۔ایک نظر اپنی شال کو دیکھ کر اس کا ایک کونا اس کے چہرے کے قریب لایا اور ہلکا ہلکا اس کے چہرے پر تھپک کر اس کا چہرہ صاف کیا۔وہ نظریں جھکائے سسکیاں بھرتی رہی۔

"ہشش رومت"۔اس نے بہت نرمی سے اس کی ٹھوڑی اٹھا کر تاکید کی۔۔ہوا اپنا روپ دکھا رہی تھی۔وہ کچھ لمحے اسے یوں ہی تکتی رہی جب تک اسے احساس نہ ہوا۔وہ ایک ہاتھ سے چہرے پر آتی زلفوں کو پیچھے کرتی خوف سے اندر بھاگ گئی۔ پیچھے کھڑے شر جیل کے دل میں عجیب احساس نے جنم لیا۔ماتھے پر آئی پریشانی کی شکنیں کچھ اور گہری ہو گئیں۔وہ روتا ہوا چہرہ اس کے خیالوں میں بار بار آنے لگا۔

دھڑکتے دل سے وہ لاؤنج میں داخل ہوا تھا مگر وہ یہاں لاؤنج میں کہیں نہیں تھی۔ہر طرف نظر دوڑانے پر بھی وہ اسے نظر نہ آئی تو وہ گہری سانس لیتی سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔

---☆☆---

"آپ روئیں مت"۔اس نے افشاں کے چہرے کی گلابی ہوتی رنگت پر انگلیاں رکھیں۔اسے محسوس ہوا وہ اپنا مستقبل دیکھ رہی ہے۔وہ رو ہی تھیں کیونکہ ان سے بچھڑ رہی تھی۔آنکھ سے آنسو نکل رہے تھے اور ہونٹ گلابی ہو گئے تھے۔حسن کا ایک کرشمہ تھا جو صالحہ کے سامنے کھڑا تھا۔

"مجھے اماں بلا رہی ہیں شاید۔۔میں آتی ہوں"۔وہ رندھی آواز میں کہتے ہوئے مسکرائی اور پلٹ گئی۔افشاں بے ساختہ مسکرائی۔وہ بے زبان تھی مگر بہری نہیں تھی۔وہ اس بات سے انجان نہیں تھی کہ وہ کیوں چلی گئی۔افشاں کے کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئی صالحہ کے آنسو بے ربط بہنے لگے تھے۔وہ بار بار اپنی آنکھیں رگڑ رہی تھی اور چہرہ بار بار بھیگ رہا تھا۔ضبط گویا کہیں کھو گیا تھا۔اب وہ مسلسل ہچکیاں لے رہی تھی۔ افشاں کی منزل پر ہی کسی دوسرے خالی کمرے کے دروازے پر وہ بیٹھی اس وقت تک روتی رہی جب تک دل بھر نہ گیا۔جب تھوڑا حوصلہ ملا تو وہ چہرہ رگڑتی اپنے کمرے میں

چلی گئی۔وہ تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتی تھی۔۔ایک لمبی مسافت کے بعد ایک اور سفر کے لیے خود کو تیار کرنا چاہتی تھی۔وہ موم کی گڑیا پتھر بن جانا چاہتی تھی۔

---☆☆---

رات کا نجانے کونسا پہر تھا جب وہ کوارٹر میں داخل ہوا تھا۔

"باہر آؤ"۔ وہ چارپائی پر چادر اوڑھے لیٹی تھی جب شرجیل نے حکم دیا۔ وہ ہڑ بڑا گئی۔کچھ غلط ہونے کا احساس اسے اندر سے کھانے لگا۔اچھی طرح خود کو اپنی باریک چادر میں لپیٹتی باغ میں آ گئی جہاں وہ جھولے پر بیٹھا تھا۔

"آپ نے بلایا؟"۔وہ ڈوپٹے کو گھونگھٹ کے انداز میں پہنی ہوئی تھی۔شرجیل نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"بیٹھو"۔اس نے نگاہوں سے برابر بیٹھنے کا اشارہ ساتھ دیا۔اس کے کہنے پر رفاہ لرزتی پلکوں اور دھڑکتے دل سے اس کے برابر بیٹھ گئی۔لمبی کی خاموشی چھا گئی۔باغ میں صرف ایک مدھم سا بلب جل رہا تھا۔اس کی روشنی اتنی بھی نہیں تھی کہ وہ ایک دوسرے کے چہرے کے نقوش کا اندازہ کر پاتے۔

"اپنے بابا سے کیوں نہیں ملی؟"۔اس نے ٹھہر کر پوچھا۔

"کیونکہ میں ان سے ملنا ہی نہیں چاہتی"۔وہ ناچاہتے ہوئے بھی تھوڑا سخت ہو گئی۔

شرجیل نے اس کے چہرے کے نقوش غور سے دیکھنے کی کوشش کی۔

"وہ باپ ہے تمہارا"۔اس نے بتایا جیسے وہ جانتی ہی نہیں۔

"مگر میں نہیں ملنا چاہتی"۔اس نے سختی سے لفظ ادا کیا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔"اگر آپ کو یہی بات کرنی تھی تو میں اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتی"۔غصہ میں وہ یہ بھول گئی تھی کہ وہ کس سے بات کر رہی ہے۔شرجیل نے ماتھے پر بل ڈال کر اسے دیکھا۔وہ سر جھکا کر کہتی مڑنے لگی تھی کہ شرجیل نے سختی سے اس کا ہاتھ پکڑا۔اپنے قدموں کے ساتھ ساتھ رفاہ کو اپنی سانس بھی رکتی محسوس ہوئی تھی۔

"میں نے جانے کا کہا کیا؟"۔وہ سختی سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا مگر رفاہ نے اسے مجبور کر دیا تھا۔ "بیٹھ جاؤ"۔اس نے اپنی آنکھیں اس کے چہرے پر گڑا کر بلند آواز میں حکم دیا۔وہ اس کی آواز پر سہمتی برابر میں پھر سے بیٹھ گئی۔

"جو پوچھ رہا ہوں آرام سے بتا دو ورنہ اس چھت کی منڈیر پر کھڑا کر دوں گا"۔وہ حویلی کی چھت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔رفاہ نے اس کے اشارے کے تعاقب میں دیکھا تو لرز اٹھی۔اندھیرے میں حویلی اور خوفناک لگ رہی تھی۔

"کیوں نہیں ملی ان سے؟"۔اس نے سوال پھر سے دہرایا۔

"میرا دل نہیں چاہ رہا تھا"۔وہ خود پر ضبط کرتے ہوئے مضبوطی سے بولی۔

"کیوں نہیں چاہ رہا تھا؟"۔اس نے اسی کے انداز میں پوچھا تو وہ لب بھینچ گئی۔

"بس دل نہیں کر رہا تھا شرجیل صاحب"۔کہتے کہتے اس کی آواز رندھ گئی۔

"پہلی بات! شرجیل صاحب میں آپ کے سوا ہر کسی کے لیے ہوں!"۔شرجیل نے سنجیدگی سے اسے ٹوکا۔وہ گھبرا گئی جیسے کوئی بہت بڑی غلطی کر دی ہو۔اس نے حلق میں تھوک نگل کر اپنے ہاتھوں کو دیکھا جو سردی کے باعث سفید ہو رہے تھے ار ناخن ہلکے نیلے۔

"کک۔کیا کہوں آپ کو"۔وہ ہکلاتے ہوئے بولی۔شرجیل نے اس کے سوال پر اس کی طرف رخ موڑا جو اپنی مخروطی انگلیاں چیخ رہی تھی۔ہاتھوں کی سفیدی دیکھ کر شرجیل نے بے ساختہ اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور غور سے دیکھنے لگا۔

"شرجیل کہہ سکتی ہو مجھے۔۔۔اب شوہر کو صاحب بولتی اچھی لگو گی؟"۔سنجیدگی سے گفتگو وہ اس سے کر رہا تھا مگر نظریں اس کے ہاتھوں کے ناخنوں پر تھیں۔رفاہ کو اس کی باتیں عجیب لگی تھیں۔اسے شرجیل سے ایسی گفتگو کی امید نہیں تھی۔وہ چہرے سے بردبار اور سخت لگتا تھا مگر وہ اندر سے اتنا ظالم نہیں تھا وہ یہ جان گئی تھی۔

"تمھیں ٹھنڈ لگ رہی ہے؟۔کوئی گرم کپڑے نہیں ہے پہننے کے لیے؟۔یہ کیا اتنے ہلکے کپڑے پہنی ہوئی ہو؟اس سے بھلا کوئی ٹھنڈر کے گی؟"۔وہ اسے بلکل بچوں کی

طرح ڈانٹ رہا تھا۔رفاہ اسے بنا کسی تاثر کے تک رہی تھی۔

"کچھ کہو گی بھی یا یوں ہی مجھے غصہ دلاتی رہو گی؟"۔وہ ماتھے پر بل ڈال کر بولا۔

اس بندے کو سوائے ماتھے پر بل ڈالنے کے علاوہ کچھ نہیں آتا۔رفاہ نے اس کے ماتھے پر آئے بل کو دیکھ کر دل میں سوچا۔

"میں ونی ہوں ہوں جو قتل کے بدلے میں آئی ہوں۔۔جس کے آنے سے حویلی میں خوشیاں نہیں غم آئے ہیں۔۔۔گھر سے جو سامان لائی تھی حویلی کے باہر ہی پھنکوا دیا تھا اور بس یہ دو تین کالے سوٹ دیے تھے تحفے میں!"۔وہ بتا کر چپ ہوئی۔۔۔شرجیل نے کچھ سوچ کر گہری سانس لی۔لوگ بھی کیسے جابر ہو جاتے ہیں یہ جانے بغیر کہ خدا دیکھ رہا ہے۔وہ سوچ کر رہ گیا۔

"یہ شال لے لو"۔اس نے اپنی شال اتار کر اسے اوڑھانا چاہا۔رفاہ کو وہ شخص عجیب لگا۔ وہ شخص اس کی امیدوں کے برعکس جا رہا تھا۔

"یہ۔یہ کک۔کیوں دے رہے ہیں مجھے؟"۔وہ گڑبڑائی۔شرجیل نے اس کی چمکتی آنکھوں میں دیکھا جس میں ہلکے بلب کی روشنی کا عکس پڑ رہا تھا۔

"بیوی ہو میری"۔اس نے یہ لفظ بہت محبت سے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر ادا کیا تھا۔

رفاہ کو لگا جیسے وہ خواب دیکھ رہی ہے۔بھلا ونی کے ساتھ بھی کوئی ایسا برتاؤ رکھتا ہے۔

"میں ونی ہوں"۔اس نے ایک بار پھر یاد دلانا چاہا۔وہ کوئی خواب بننا نہیں چاہتی تھی شرجیل کے متعلق!ایساخواب تو بلکل بھی نہیں جس کے بکھر جانے کا اندیشہ ہو۔۔۔

"یہ خود کو بار بار ونی کہنا بند کرو گی؟"۔اسے اس لفظ سے چڑ ہو گئی تھی۔اس کے یوں چڑنے پر وہ خاموش ہو گئی۔سناٹے ماحول میں صرف جھولا ہلکے ہلنے کی آوازیں تھیں۔

"یہ مت سوچو ونی ہو۔یہ سوچو کہ تم۔۔۔۔"۔وہ کہتے کہتے لمحہ بھر کو رکا تھا۔اس کے یوں رکنے پر رفاہ نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔وہ اس کا جملہ مکمل کرنے کا انتظار کرتی رہی۔

"رفاہ شرجیل ہو"۔اس نے جملہ مکمل کیا اور نظریں چرا کر سامنے دیکھنے لگا۔

"میں کوشش کر رہا ہوں۔۔۔میں کوشش کر رہا ہوں کہ حویلی والوں کی ذہنیت بدل دوں"۔وہ آسمان کو تکتے ہوئے کہہ رہا تھا اور رفاہ اس کی باتیں سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

وہ ایک بار پھر پریشانی سے انگلیاں چٹخنے لگی تو شرجیل نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا اور ہلکا سا دبایا۔

"مت کرو"۔شرجیل نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر اسے تاکید کی تو وہ خوف سے رک گئی۔

"مجھے آپ کی باتیں الجھا رہی ہیں"۔وہ پریشانی سے بولی۔ماحول میں ایک بار پھر سناٹا چھا گیا۔شرجیل نے نفی میں سر ہلایا۔

"تم ایسا نہیں کہہ سکتی۔۔۔میں حالِ دل سنانے سے قاصر ہوں۔ عجیب کشمکش میں ہوں اس دن سے جس دن تم میرے نکاح آئی تھی۔دل میں عجیب ایک سرور ہے اور یہ دماغ بار بار کسی ایک کو سوچ رہا ہے"۔وہ اب تھوڑا تیز جھولا جھلانے لگا۔

"کیا تمہیں اب ٹھنڈ لگ رہی ہے؟"۔سخت سردی میں وہ اپنی شال اسے دے بیٹھا تھا اور اب بغیر شال کا تھا۔

"نہیں اب بب۔بہتر ہے تھوڑا"۔اس کا خوف مکمل ختم نہیں ہوا تھا مگر کچھ کم ہو گیا تھا۔

"زندگی میں آج سے پہلے اتنی باتیں کسی سے کبھی نہیں کیں جتنی آج تم سے کر لیں"۔وہ مسکرایا تھا اور رفاہ؟رفاہ اسے بے یقینی سے مسکراتے دیکھ رہی تھی۔وہ شخص مسکراتا بھی تھا۔اسے لگا وہ اس کے لہجے کے سحر میں کھو جائے گی۔

"اپنا سامان باندھ لینا!جمعہ کو شہر جانا ہو گا"۔وہ اپنے پرانے لہجے میں واپس آ گیا تھا۔

"کیوں؟"۔وہ الجھی۔

"صالحہ کی شادی کے لیے"۔اس نے بھنویں اچکائیں۔

"مگر شاید حویلی والے مجھے نہ لے کر جائیں"۔اس نے گردن جھکا کر بتایا۔

"شوہر کون ہے تمہارا؟"۔اس کے ماتھے ہر بل نمودار ہوئے۔رفاہ کا دل چاہا کہ ایک بار پھر یاد دہانی کروادے کہ وہ وہی ہے۔۔مگر وہ خاموش رہی اور تھوک نگل کر اسے دیکھنے لگی۔

"میں یہاں اکیلے نہیں چھوڑ سکتا تمہیں"۔اس نے اسے دیکھے بغیر کہا۔رفاہ کو محسوس ہوا کہ اس کی زندگی بہت جلد سنورنے والی ہے۔اس کا شوہر اس کی حفاظت کرنا چاہتا تھا۔

"آپ نے مجھے اتنی رات کو کیا بات کرنے کے لیے بلایا تھا؟"۔وہ اتنی باتیں کر چکا تھا کہ رفاہ کو لگا کہ وہ اسے صرف اپنے لیے کوارٹر سے باہر لایا تھا کہ وہ اس کے ساتھ کچھ وقت گزار سکے۔وہ مبہم سا مسکرایا۔وہ مسکراتا ہوا سچ میں غضب ڈھاتا تھا وہ یہ بھی جان گئی تھی۔وہ کیسے اظہار کرے اپنے جذبات کا؟۔اس سخت اور باہمت شخص کو اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے حیا آرہی تھی۔وہ سوچنے لگا کہ وہ جاننا چاہتی ہے کہ اس نے اسے کیوں بلایا حتٰی کہ وہ اب تک جان گئی ہوگی۔وہ کوئی اتنی چھوٹی بچی بھی نہ تھی جسے ان سب علم نہ تھا۔ہاں وہ جان گئی ہوگی کہ اس کا شوہر اس سے باتیں کرنا چاہتا ہے،وقت بِتانا چاہتا ہے۔وہ سوچتے ہوئے زیر لب مسکرایا۔

"اتنے سال ہو گئے شاہ جی کے ساتھ وقت بِتائے ہوئے کہ ان کے گنگنائے گئے ہر الفاظ مجھے یاد ہو گئے۔ کبھی سناؤں گا تمہیں"۔ وہ بات بدل گیا تھا۔ پھر یوں ہوا کہ وہ اس جھولے پر تب تک بیٹھے رہے جب تک فجر کی آذانوں نے انہیں ہوش نہ دلا دیا۔ شبنم کے قطرے پتوں کو نم کرنے لگے۔۔اوس پڑنے لگی تھی مگر انہیں ہوش نہ آیا تھا۔ آج شرجیل بولا تھا! آج وہ شخص بولا تھا جو بظاہر ظالم معلوم ہوتا تھا۔ جو سخت اور جابر تھا۔ جو بولتا کم تھا مگر نظروں کے ارتکاز اور چہرے کے زاویے سے سامنے والے کو نظروں ہی نظروں میں زمین پر دفنا دیا کرتا تھا۔ وہ آج اس لیے بولا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ اس کے سامنے جتنا بھی بولے گا وہ سنتی رہے گی۔ وہ اس کی بیوی تھی اور ہاں۔۔۔یہ احساس بھی اچھا تھا۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ کیوں شاہ جی آدھی رات کو اپنے کوارٹر کے باہر کرسی لگا کر سب سے اوپر والی منزل کو دیکھتے ہیں۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ شاہ جی کس دیس کے باسی ہیں۔ وہ اس حویلی کی ایک آخری اینٹ جیسے کیوں ہیں۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ شاہ جی کے سجدے اتنے لمبے کیوں ہیں اور وہ پرہیزی کھانا وقت سے پہلے بنا کر کیوں رکھتے ہیں۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ شاہ جی کے پاس بہت انمول چیزیں ہیں اور وہ کن کے لیے محفوظ کر کے رکھی ہیں۔ اس نے فضیلہ باجی کا بھی بتایا جن کی شادی بھی یونہی شہر کے کسی چوہدری سے زبردستی کرا دی تھی۔ وہ شخص کیوں اتنا ظالم تھا اور اس

نے فضیلہ باجی کو کیوں مٹی تلے دفنا دیا تھا۔وہ قبر جس کو ڈھونڈنے وہ شہر کے قبرستانوں کا چکر لگاتا ہے مگر اب تک ناکام ہی رہا تھا۔حویلی کے مظلوم اپنے ساتھ ہوتے ظلم کو در گزر نہیں کر رہے بلکہ ضبط کر رہے ہیں۔اور یہ ضبط کبھی کھو جائے گا تو اس حویلی کی عورتیں اور وہ مرد جو ظلم کو ظلم ہی سمجھتے ہیں اس حویلی کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔اس نے حویلی کے ایک ایک فرد کی کہانی سنائی اور اس لیے سنائی کہ اس کا جاننا ضروری تھا۔وہ اس کی بیوی تھی۔ صبح کی آذان پر وہ جھولے سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔۔شرجیل کا چہرہ ہشاش بشاش تھا۔وہ اس سے بات کر کے اس لیے بھی اچھا محسوس کر رہا تھا کیونکہ اسے کوئی بات کرنے والا مل گیا تھا۔وہ تھک گیا تھا خاموش رہ رہ کے۔۔۔کم بولنے اور زیادہ سننے والے ہر اصول کو توڑ کر سب سے زیادہ وہ آج ہی بولا تھا۔دن گزرنے لگے۔۔۔وجدان نے کچھ دنوں کی چھٹی کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور اب وہ سارا سارا وقت وجیہہ کے ساتھ گزارتا تھا۔وہ اس کی بہن تھی اور وہ اس کی خوشی کے لیے اتنا تو کر ہی سکتا تھا۔گھر میں خوشیاں لوٹ آئی تھیں اور وجدان کی اندر کی خوشیاں ہلکے ہلکے،آہستہ آہستہ ماند پڑ رہی تھی۔وقت گزر رہا تھا تو خوف بڑھ رہا تھا۔۔۔وحشتیں قیام کر رہی تھیں۔۔وجیہہ اس سے دور جانے والی تھی یہ بات اس کا دل ہولا رہی تھی۔ وہ اب سارا دن اسے اپنے پاس بٹھائے رکھتا۔اس کے منہ سے نکلی ایک

ایک خواہش دوڑ دوڑ کر پوری کرنے لگا۔

صالحہ گویا ایک مردہ وجود بن کر رہ گئی تھی۔ دن گزرنے لگے اور وہ دن بھی آیا جب افشاں نے اس کا اترا چہرہ دیکھ کر اسے ایک پرچہ پکڑایا۔ یہ وہ پرچہ تھا جو اس کی امید کو بڑھا دیتا تھا۔

"تم صالحہ ہو! ایک نیک اور صالحہ لڑکی بن جاؤ"۔ اس نے وہ پرچہ تھاما اور مسکرا دی۔ ہاں یہ ایک اہم صفحلہ تھا۔ جمعرات کی رات کو وہ دبے پاؤں زینے چڑھ کر ان کے کمرے میں انہیں دودھ پیش کرنے آئی تھی۔ اگلے دن صالحہ کا سفر تھا اور وہ افشاں کو روتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ دودھ کا گلاس صالحہ کے ہاتھوں میں دیکھ کر وہ حیران ضرور ہوئی تھیں۔ وہ کبھی یوں تاخیر سے نہیں لائی تھی۔ یہ محسوس کیے بنا کہ اس میں کوئی دوا ملائی گئی ہے وہ اسے اس کی خوشی کی خاطر پورا پی گئی۔ اگلے دن وہ تب تک سوتی رہی جب گھر کی ایک ملازمہ نے اسے خود نہیں اٹھایا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھی تھی اور ہکا بکا ہوئی سوچ رہی تھی کہ وہ کیسے اتنی دیر تک سوتی رہی۔۔۔ ان کی نظر اپنے کمرے کی کھڑکی پر گئی جہاں تیز دھوپ اندر آ رہی تھی۔ بھاگ کر کھڑکی تک آئی تا کہ جان سکے کہ کیا وقت ہوا ہے۔ دوپہر بھی گزرنے والی تھی۔ افشاں کو گیراج میں شرجیل اور رفاہ کھڑے دکھے۔۔۔ وہ اسے گاڑی میں آگے بیٹھنے کی تاکید کر رہا تھا اور وہ ہلکے ہلکے

خوف اور کچکچاہٹ سے اپنی انگلیاں چیخ رہی تھی۔ شرجیل کے ہاتھوں میں بیگ تھے جسے وہ گاڑی میں ڈال رہا تھا۔ اس نے باغ کی طرف نگاہیں موڑیں تو ایک بڑی عمر کا شخص کچھ گنگنا رہا تھا۔ افشاں نے اسے دیکھا جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔۔ وہ شخص پودوں کو پانی ڈال رہا تھا اور اس کی افشاں کی جانب پشت تھی۔ وہ آواز قدرے جانی پہچانی تھی مگر افشاں کو پریشانی کچھ اور تھی۔ وہ صالحہ کو ڈھونڈنا چاہتی تھی۔۔۔ وہ شخص کیا گا رہا تھا۔۔۔ اس کی گنگناہٹ افشاں کے دماغ میں صالحہ کے خیال کے ساتھ الجھ رہی تھیں۔ وہ اس کے لفظوں پر غور کرنے لگی۔

خواب بُننے کی رت گزر گئی

وہ سیلابی عمر بیت گئی

تو کھلا۔۔۔۔

محبت زندگی کی جھلستی دھوپ میں

تپتے سورج کی مانند ہوتی ہے

محبت فقط رائیگانی ہوتی ہے

محبت ایک روگ ہے ایسا

جو دلوں کی بستیاں تاراج کر کے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سوائے دکھ کے کچھ نہیں دیتا۔۔

پوری زندگی کے سوا۔۔۔

اور کچھ نہیں لیتا۔۔۔!

وہ شخص کون تھا؟اور ایسے دل چھو لینے والے گیت کیوں گا رہا تھا؟۔وہ الجھ گئی۔وہ اس شخص کی پشت کو تک رہی تھیں۔وہ جاننا چاہتی تھی کہ یہ شخص کون ہے جو روزاس کی کھڑکی کے نیچے پودوں کو پانی ڈالتے ہوئے گنگناتا ہے۔جسے سن کر کچھ اپنائیت سا محسوس ہوتا ہے۔افشاں اس شخص کے پلٹنے کا انتظار کرتی اگر اسے صالحہ کی طرف سے پریشانی نہ ہوتی۔ناچاہتے ہوئے افشاں پہچان گئی۔۔۔وہ جان گئی کہ صالحہ چلی گئی۔ انہیں سلا کر چلی گئی تاکہ وہ اسے رخصت کرتے ہوئے رو نہ سکے۔حویلی میں چہل پہل کی آوازیں نہیں گونج رہی تھی کیونکہ ان کی صالحہ چلی گئی تھی۔سب چلے گئے تھے اور جانے والوں میں سے دو رہ گئے تھے۔۔۔شرجیل اور رفاہ جو گاڑی میں بیٹھنے لگے تھے۔ انہیں شکوہ ہونے لگا کہ وہ ان سے ملی نہیں۔بے اختیار ہاتھ چہرے پر گیا اور اس کے ہونٹوں کو لمس محسوس ہوا۔دماغ میں جھماکہ ہوا اور سن ہو گئی۔ہاں وہ آئی تھی۔۔ افشاں کی آنکھیں چمکیں۔ہاں وہ آئی تھی اور میرا چہرہ چوم کر گئی تھی۔کاش میں اٹھ جاتی اور میں بھی چوم لیتی اپنے آئینے کو!اپنے ماضی کو!اپنے بچپن کو!کاش میں بھی گلے

لگا لیتی اپنی دھی جیسی بھتیجی کو۔۔۔انہیں اس لمحے جو یاد آیا تھا وہ خدا تھا۔نماز کے بعد وہ کتنی دیر یونہی سجدے میں پڑی رہیں۔۔۔دعاؤں کا سلسلہ طویل سے طویل ہوتا چلا گیا۔اب انہیں دعا کرنی ہے۔۔۔اپنے آپ کے لیے! یعنی صالحہ کے لیے۔۔۔۔

---★★---

Continue

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔
ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین